حقیقی کامیابی

ہر وہ شخص خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم
جو حقیقی کامیابی حاصل کرنے کا خواہشمند ہو
وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے

پسند فرمودہ

استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی

تالیف

اکبر احمد اعجاز عفا اللہ عنہ

نظرِ ثانی

شیخ الحدیث و تفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ بیت الہدایت، کراچی

حقیقی کامیابی

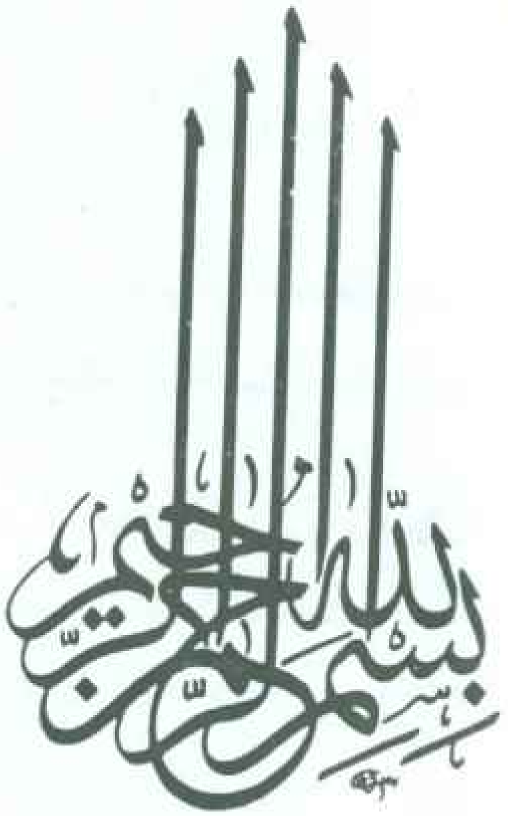
ہر وہ شخص خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم
جو حقیقی کامیابی حاصل کرنے کا خواہشمند ہو
وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے

پیش فرمودہ
استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی

تالیف
اکبر احمد اعجاز عفا اللہ عنہ

نظر ثانی
شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ بیت الہدایت، کراچی



نام کتاب	:	حقیقی کامیابی
مصنف	:	اکبر احمد اعجاز عفا اللہ عنہ
نظرِ ثانی	:	شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ
ناشر	:	مکتبہ بیت الہدایت، ایچ 14/6، ناظم آباد نمبر 2، کراچی
اشاعتِ اوّل	:	اکتوبر ۲۰۰۷ء
تعدادِ اشاعت	:	۱۱۰۰
ہدیہ	:	۱۲۰ روپے

بروئے حدیثِ نبوی ﷺ علم کی اشاعت صدقۂ جاریہ ہے۔ اپنے اور اپنے مرحوم عزیزوں کے لئے بہترین صدقۂ جاریہ بنانے کے لئے اس کتاب کی اشاعت کروایئے۔ کراچی فون : 6684404

ملنے کے پتے :

۱۔ مکتبہ ھدی للناس۔ B-268، ماریا پارٹمنٹس مین ناگن چورنگی، کراچی۔
۲۔ دارالاشاعت۔ اردو بازار، کراچی۔
۳۔ ادارۃ الانور۔ بالمقابل بنوری ٹاؤن، کراچی۔
۴۔ کتب خانہ مظہری۔ بالمقابل اشرف المدارس، گلشن اقبال نمبر 2، کراچی۔
۵۔ مکتبہ اصلاح وتبلیغ۔ مارکیٹ ٹاور، حیدرآباد۔
۶۔ مکتبہ رحمانیہ۔ اردو بازار، لاہور۔
۷۔ یونیورسٹی بک ایجنسی۔ خیبر بازار، پشاور۔
۸۔ قرآن سوسائٹی آف پاکستان۔ جلال پور جٹاں، ضلع گجرات۔

ارشادِ باری تعالیٰ

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ٥ (النساء ۱۳)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

انتساب

وجہ وجودِ کائنات امامُ الانبیاء خاتم الانبیاء رحمت اللعالمین
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے نام
کہ جنہوں نے :

- پتھر کھائے مگر دین کو پہنچایا ،
- گالیاں کھائیں مگر دعائیں دیں ،
- بدخواہی جھیلی مگر خیر خواہی کی ،
- اپنی قوم کی تمام جہالتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اُن پر رحم کیا ، اور
- اللہ کا دین پہنچانے میں بڑی سخت ناگواریاں اور تکلیفیں برداشت کیں مگر دین کے پہنچانے سے پیچھے نہیں ہٹے ،
- ایک موقع پر تین دن تک لوگوں سے مکمل علیحدگی اختیار کر کے محض اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں گریہ وزاری اور دعاؤں ہی میں مشغول رہے ،
- حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں اونٹنی پر سوار مسلسل ۵ گھنٹے تک امت کے لئے اپنے رب کے حضور میں دعائیں کرتے اور روتے رہے ، اور
- کسی بھی موقع پر اپنی امت کو نہیں بھولے۔

کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

فرمان نبوی
بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آيَةً
پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہی ہو

خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

— ”جس شخص نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اُس کو تو ایک بار مبارکباد اور جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اُس کو سات بار (یعنی بار بار) مبارکباد۔

— مجھے تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم تو میرے ساتھی ہو، میرے بھائی وہ ہیں جو مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے“۔ (منتخب احادیث ۳۲)

فہرست

'حقیقی کامیابی' حاصل کرنے کے لئے
کتاب پڑھنے کا طریقہ

☆ پہلے دن — (۱) دو رکعات صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر دیر تک اپنے تمام گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگئے اور پکی سچی توبہ کیجئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم سب کے سب کثیر الخطاء یعنی بہت زیادہ گناہ کرنے والے ہو اور بہترین گنہگار توبہ کرنے والے ہیں۔

درحقیقت گناہوں کے اثرات کی بنا پر انسان کے اندر ہدایت کے لینے بہ الفاظ دیگر حقیقی کامیابی حاصل کرنے کی استعداد اور صلاحیت نہیں رہ جاتی' اور توبہ (جتنے سچے دل سے ہو اُتنا) گناہوں کو اور اُن کے اثرات کو دھو ڈالتی ہے۔

(۲) 'علماء و مشائخ حضرات کی تقاریظ' اور 'کچھ ضروری باتیں از مؤلف' کا مطالعہ کیجئے۔

☆ دوسرے دن — پہلے حصہ میں شروع سے لے کر 'دعا' تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ تیسرے دن — پہلے حصہ میں 'دعا' کے بعد سے لیکر آخر تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ چوتھے دن — دوسرے حصہ میں شروع سے لیکر 'قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا — دنیا اور آخرت کی کامیابی کیلئے ضروری' تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ پانچویں دن — دوسرے حصہ میں 'قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنا — دنیا اور آخرت کی

کامیابی کیلئے ضروری' کے بعد سے لیکر آخر تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ چھٹے دن — تیسرے حصہ میں شروع سے لیکر 'طلبِ حلال' تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ ساتویں دن — تیسرے حصہ میں 'طلبِ حلال' کے بعد سے لیکر آخر تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ آٹھویں دن — چوتھے حصہ میں شروع سے لیکر 'سود کھانا' تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ نویں دن — چوتھے حصہ میں 'سود کھانا' کے بعد سے لیکر آخر تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ دسویں دن — پانچویں حصہ میں شروع سے لیکر 'حضرت معروف کرخیؒ' تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ گیارھویں دن — پانچویں حصہ میں 'حضرت معروف کرخیؒ' کے بعد سے لیکر 'حضرت محمد ﷺ پیغمبر اسلام' تک کا مطالعہ کیجئے۔

☆ بارھویں دن — پانچویں حصہ میں 'کلامِ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ' کا مطالعہ کیجئے۔

☆ تیرھویں دن — (۱) ایک بار پھر دو رکعات صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اپنے تمام گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے خوب سچے دل سے معافی مانگئے اور پکی سچی توبہ کیجئے اور بہت دیر تک اپنے حقیقی رب کو جنہیں آپ نے ناراض کیا ہوا ہے منائیے اور زندگی بھر کے لئے اللہ تعالیٰ سے اُن کی فرمانبرداری مانگئے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کا رونا بہت پسند ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں' ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو' دوسرا وہ خون کا قطرہ جو اللہ

کے راستے میں گرا ہو۔

(۲) اُن گناہوں کے متعلق جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کے بندوں سے ہے :

(i) جو حقوق آپ کے ذمہ ہیں وہ جہاں تک آپ کی قدرت ہے حق داروں کو لوٹایئے' اور

(ii) جہاں آپ کی قدرت نہیں یا وہ ایسے گناہ ہیں مثلاً غیبت' تہمت' ستانا' دل دُکھانا یا ظلم وغیرہ تو اُن کے بارے میں جہاں تک آپ کی قدرت ہے اللہ کے بندوں سے معافی مانگئے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ میں اپنے متعلق تو جو بھی گناہ ہیں جو بھی چاہوں گا بخشوں گا مگر میرے بندوں کے متعلق جو بھی تمہارے گناہ ہوں گے وہ جب تک میرا بندہ معاف نہ کردے میں بھی معاف نہ کروں گا۔

اور

عمل کی نیت سے پڑھئے

کہ جہاں تک مجھ سے ہوسکا انشاء اللہ ان باتوں پر عمل کروں گا

تقاریظ اکابر علمائے کرام ومشائخِ عظام

رائے عالی برائے تصنیف ''حقیقی کامیابی''

شیخ الحدیث وتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ عربیہ احسن العلوم کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MUHAMMAD ZAR VALI KHAN
KHADIM-AL JAMIA-TUL-ARABIA AHASAN-UL-ULOOM KHADIM-UL-HADITH-WAL TAFSEER WAL-IFTA. ALJAMIA-TUL-ARABIA AHASAN-UL-ULOOM GULSHAN-E-IQBAL, BLOCK-2, KARACHI PAKISTAN TEL.: 468210 - 4968350

محمد زرولی خان

الحمد للہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد! اللہ بزرگ و برتر نے دینِ اسلام کو رہتی دنیا تک عقیدے اور عمل کا جامع دستور بنا کر بھیجا ہے ورضیت لکم الاسلام دینا۔ یہ دین بھی بہترین ہے پیغمبر ﷺ بھی بہترین ہیں کتاب بھی بہترین ہے اور اس کی ہر ادا اور خدمت بھی بہترین اعمال میں سے ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (الآیۃ) اور حدیث انک خیر الرسل و امتک خیار الامم بھی اس کا ثبوت بیّن ہے۔ حق تعالیٰ نے دینِ اسلام کو کامل واکمل فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کو اُس کی تصویر اور تشریح کا مقام دے دیا فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (یونس)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک نہ کسی نبی کی ضرورت نہ کسی اور دین کی حاجت نہ قرآن کے مقابلے میں دستاویز اور کتاب کی ضرورت باقی رہی۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ــــ

ادراک ختم است کمال است باخاتم
عبرت بخوانیم کہ در دور آخری

چنانچہ اس امت کا اہم فریضہ ہے کہ وہ دین کو آگے بڑھائے اور یوں خلائق کی نفع رسانی کے بہترین منصب پر فائز رہے ــــ

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

دینی ضروریات میں سے ایک اہم ضرورت دینی عقائد اور اعمال کا بیان ہے۔ ہر دور اور ہر زمانہ کے علماء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق یہ اہم ذمہ داری بوجہ اتم و بطریق احسن پوری فرمائی فجزاھم اللہ عنا وعن اھل الدین احسن الجزاء۔ انہی نیک بخت نفوس میں سے ہمارے دینی بھائی محترم اکبر احمد اعجاز ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور بروقت رہبری کرتے ہوئے ایک بہترین کتاب بنام حقیقی کامیابی جمع فرمائی ہے۔

کتاب مختصر ہونے کے باوجود مضامین کے اعتبار سے جامع ہے اور ایک مسلمان کی زندگی اور اُس کے گزر و بسر کے لئے حیاتِ مستعار میں جن گھاٹیوں سے گزرنا پڑتا ہے اُن سب سے بآسانی نبرد آزما ہونے کے لئے چھوٹے چھوٹے عنوانین قائم کر کے قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ کے نصوص سے اور جہاں ضرورت محسوس کی گئی بزرگانِ دین کے بیش بہا اقوال اور اُن کی قیمتی تالیفات سے خاطر خواہ کام لیا گیا ہے۔ کتاب سلیس اردو

میں ہے اور تحریر کی شگفتگی بیان کی روانی حیرت انگیز حد تک ہے۔

خدا کرے کہ فرصتِ قریبہ میں یہ قیمتی اور بیش بہا تالیف زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو سکے اور مسلمانوں کی دینداری کا یہ خزینہ کونین کا گنجینہ بن کر مؤلف اور قارئین کے لئے عظیم ذخیرہ ہو۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

[illegible]
محمد زرولی خان عفا اللہ عنہ
خادم جامعہ عربیہ احسن العلوم
و خادم حدیث و تفسیر و فقہ و افتاء
گلشن اقبال بلاک ۲
کراچی - پاکستان

استاذ المحدثین شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی
صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و صدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان
و خلیفہ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ خان جلال آبادیؒ و بانی و مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی

الجامعۃ الفاروقیۃ
JAMIA FAROOQIA
P.O.Box 11070, KARACHI 25, P.C. 75230 PAKISTAN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

وبعد! جناب اکبر احمد اعجاز کی تالیف ''حقیقی کامیابی'' کے مطالعہ کی توفیق ملی، پڑھ کر یہ یقین ہوا کہ اِس کتاب کو پڑھنے والے حضرات انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں گے اور کامیاب ہونگے۔

مؤلف موصوف کی مخلصانہ کوشش، مضامین کی اثر آفرینی، اسلامی تعلیمات کی برکات اور بہترین انتخاب کے پیشِ نظر پوری امید ہے کہ یہ کتاب حقیقی کامیابی کا قابلِ اعتماد ذریعہ ثابت ہوگی۔

کتاب کے پانچویں حصے میں بہت سے بزرگوں کے واقعات درج ہیں۔ حضرات علماء دیوبند کثر اللہ امثالہم ورفع درجاتہم کے مطابق وہ کراماتِ اولیاء اللہ میں شمار ہوتے ہیں، اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ''کرامۃ الاولیاء حق'' اس لئے یہاں ان کا ذکر صحیح اور درست ہے۔

سلیم اللہ خان
سلیم اللہ خان
جامعہ فاروقیہ کراچی

۹ جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ
بمطابق 25 جون 2007ء

HEAD OFFICE: SHAH FAISAL COLONY, BLOCK 4, KARACHI 25, PAKISTAN. TEL: 4571132-4575665, FAX: 4571535

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام اور اُس کی تعلیمات ابدی و سرمدی ہیں' اسی طرح آخرت کی فوز و فلاح بھی اسی دین و مذہب پر ہی موقوف ہے۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی و رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ مکمل ہو چکا ہے' اس لئے اب آپ ﷺ کی تعلیمات اور قرآنی ہدایات کو آنے والی انسانیت تک پہنچانا' افرادِ امت کی ذمہ داری ہے۔ بلاشبہ افرادِ امت نے اپنے اس فریضہ میں کبھی کسی کوتاہی و کاہلی کا مظاہرہ نہیں کیا' یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف بری کو سوا چودہ سو سال ہونے کے باوجود آج تک قرآن کریم ٹھیک اُسی طرح محفوظ ہے' جس طرح نازل ہوا تھا' اُس کے کسی حرف' زیر' زبر' پیش' شد' مد اور جزم و سکون میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی' بلاشبہ یہ جہاں حفاظت الٰہی کی برکت ہے' وہاں اس میں علمائے امت اور صلحائے ملت کے احساس ذمہ داری کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

بلاشبہ ہر دور کے اکابر علماء' اربابِ تحقیق کے علاوہ خادمانِ دین اور حامیانِ ملت نے' اسلام کے شفاف چہرہ پر اڑائی گئی' دھول کو صاف کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور امت کو حقائق سے آگاہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

پیش نظر کتاب ''حقیقی کامیابی'' بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے' جس کے بالاستیعاب مطالعہ کا موقع تو نہیں ملا' تاہم چند جگہوں اور مختلف مقامات کے مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ انشاء اللہ یہ عجالہ امت کی راہ نمائی میں بہترین کردار ادا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ مرتب موصوف کی اس سعی و کوشش کو قبول فرمائے اور اس کی مفید باتوں کو امت کی ہدایت و راہ نمائی کا ذریعہ بنائے' اور اگر اس میں کچھ کمی کوتاہی رہ گئی ہے یا اسلاف و اکابر کے مزاج سے ہٹ کر کوئی چیز آ گئی ہے تو اُس کے نقصان سے امت کی حفاظت فرمائے اور مرتب موصوف کو اُس کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کتاب پر حضرت مولانا زرولی خان مدظلہ کی تفصیلی تقریظ بھی ثبت ہے' جو اس کی افادیت کی بجائے خود دلیل ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

عبدالرزاق سکندر

ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مدیر جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن' کراچی

مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

فرزندِ ارجمند عارف باللہ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

و خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ

و صدر جامعہ اشرف المدارس' کراچی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد: محترم جناب اکبر احمد اعجاز صاحب کی تالیف ''حقیقی کامیابی'' میرے سامنے ہے۔ میں نے اس میں سے چیدہ چیدہ مقامات پر نظر ڈالی ہے اور عنوانات پر غور کیا ہے، یقیناً مؤلف کی یہ کاوش نہایت عمدہ ہے اور نفع دینے والی ہے۔

اگر کوئی شخص بھی خالی الذہن ہو کر اور تعصب سے بالاتر ہو کر اس کا مطالعہ کرے گا اور پھر اس کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوگا تو ضرور حقیقی کامیابی اُس کے قدم چومے گی اور وہ اپنی زندگی میں ایک انقلاب محسوس کریگا۔ بس عمل کرنا شرط ہے۔ کیونکہ بلا عمل کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو اجرِ جزیل عطا فرمائے اور ہر مسلمان کو اس سے کماحقہ فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثمہ آمین!

محمد مظہر عفا اللہ عنہ

خادم جامعہ اشرف المدارس کراچی

۲۸/۰۵/۱۴۲۸ھ

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب دامت برکاتہم

بانی وصدر منہاج القرآن عالمیہ

الدکتور محمد طاہر القادری

افادۂ اُمت کے لئے قابلِ تحسین کاوش

یہ کتاب مستطاب ''حقیقی کامیابی'' محترم جناب اکبر احمد اعجاز کی محنت اور دین سے محبت کا نتیجہ ہے۔ میں نے اسے جستہ جستہ ایک نظر دیکھا ہے۔ یہ مختصر کتاب ایسے مضامین پر مشتمل ہے جو عملی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہیں۔ اس کی زبان نہایت آسان اور عام فہم ہے' اس تالیف سے معمولی اور کم تعلیمی استعداد رکھنے والا ہر فردِ امت بھی استفادہ کر سکتا ہے۔ روزہ مرہ زندگی میں پیش آنے والی تمام مشکلات واشکالات کا قابلِ عمل حل قرآن وحدیث اور اقوال وحکایاتِ صوفیاءِ اَتقیاء کی روشنی میں انتہائی جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ بہتر ہوتا کہ مزید مفید اور ایمان افروز بنانے کے لئے اس میں محبت وربطِ رسالت مآب ﷺ سے متعلق مواد بھی شامل کر لیا جاتا کیوں کہ قرآن حکیم پر عمل صاحبِ قرآن سے قلبی تعلق استوار کئے بغیر نتیجہ خیز اور مؤثر ہوتا ہی نہیں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ وہ فاضل مؤلف کی اس منفرد کاوش کو ثمر بار

بنائے اور اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

والسلام

(پروفیسر ڈاکٹر) محمد طاہر القادری

06-08-2007

مولانا تنویر الحق تھانوی صاحب دامت برکاتہم

فرزند ارجمند خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ

و بانی و مہتمم جامعہ احتشامیہ کراچی

و خطیب مرکزی جامع مسجد تھانوی

MAULANA
TANVEER UL HAQ THANVI
FOUNDER & PRESIDENT OF JAMIA EHTISHAMIA
KHATEEB OF CENTRAL JAM-E-MASJID THANVI
EDITOR IN CHIEF MONTHLY HAQ NAWA-E-EHTISHAM

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ، امابعد

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دینِ اسلام کامل و مکمل ہو چکا ہے اس لئے اس میں اضافہ وترمیم کی کوئی گنجائش نہیں ہے، البتہ اس دین کو مختلف انداز میں سمجھنا اور سمجھانا چاہئے تقریری انداز میں ہو یا تحریری انداز میں، اس کی ضرورت اب بھی باقی ہے، شاید قیامت تک باقی رہے گی۔ اس لئے ہر زمانے کے علمائے کرام نے مختلف زبانوں میں کتابیں لکھیں اور لوگوں تک پہنچائیں تا کہ اس دین کی تبلیغ کا حق ادا ہو سکے، اسی تبلیغی نقطۂ نظر سے برادر محترم جناب اکبر احمد اعجاز صاحب نے ''حقیقی کامیابی'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی جو بصورتِ مسودہ بڑی تقطیع کے 134 صفحات پر مشتمل ہے، مسودے کی ابتدا میں استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدھم اور حضرت مولانا زرولی خان صاحب دامت برکاتہم کی تصدیقات منسلک ہیں جو مندرجات کتاب کی صحت و افادیت کے لئے کافی ہیں۔

بندہ نے کتاب کو مختلف مقامات سے پڑھا اور اندازہ ہوا کہ ماشاء اللہ زبان سلیس اور

آسان ہونے کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مقولہ کے مصداق بھی ہے ''کَلِّمُوْا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ '' یعنی مخاطبین سے اُن کی عقل کے مطابق گفتگو کرو تا کہ سمجھنا اور سمجھانا آسان ہو۔ امید ہے کہ عوام الناس کو اِس سے بڑا فائدہ ہوگا، چونکہ ہر مضمون مستند کتابوں سے لیا گیا ہے اور آخر میں حوالہ بھی موجود ہے، اس لئے قارئینِ کرام اطمینان سے فائدہ اُٹھا سکیں گے، مؤلف اگر چہ با قاعدہ مروجہ درس نظامی کے مطابق علوم دینیہ کے حامل نہیں ہیں تا ہم کتاب کی ترتیب عمدہ، انتخاب اچھا اور حسنِ ذوق قابل رشک ہے۔ جس طرح عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ کی کتاب ''اُسوۂ رسول اکرم ﷺ'' اور سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی کتاب ''ضیاء القلوب'' سے لوگوں کو فائدہ ہو رہا ہے، انشاء اللہ اِس سے بھی فائدہ ہوگا۔

بندہ نے کتاب کو مزید معیاری بنانے کے لئے کچھ تجاویز اور مشورے الگ کاغذ پر لکھ کر دیئے ہیں، اگر ان تجاویز کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو انشاء اللہ کتاب مزید جاندار ہوگی، اللہ تعالیٰ مؤلف اور معاونین کو بہت ہی جزائے خیر دے اور کتاب کا فائدہ عام و تام بنادے۔

از: احقر الناس

تھانوی
۸ رجب ۱۴۲۸ھ
21-7-2007

(مولانا) تنویر الحق تھانوی
بانی و مہتمم جامعہ احتشامیہ و خطیب
مرکزی جامع مسجد تھانوی جیکب لائن کراچی

96,JACOB LINE KARACHI. TEL: 92-21 7781156 MOB: ________
FAX: 92-21 7785606 E-mail:tanveerthanvi@cyber.net.pk

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم
بانی و مہتمم جامعہ بنوریہ عالمیہ، کراچی

الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ
BINORIA UNIVERSITY INTERNATIONAL

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!

قرآن مجید میں تخلیق انسانی کا مقصد عبادتِ الٰہی بتلایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے وما خلقت الجن والانس الالیعبدون۔ عبادت کہتے ہیں زندگی کے تمام شعبوں میں سر کے بال سے لیکر پیر کے ناخن تک کے تمام اعضاء کو بالغ ہونے سے لیکر موت تک اللہ تعالیٰ کے احکامات اور نبی ﷺ کے طریقوں کے مطابق رضاء الٰہی کی نیت سے استعمال کرنے کو۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو اس دنیا میں بھیجا تو ارشاد فرمایا "اگر تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت پر چلے اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے" (بقرہ 38) "سو وہ نہ بہکے گا (جنت کے راستے سے) نہ وہ تکلیف میں پڑے گا (یعنی جنت سے محروم ہو کر تکلیف نہیں اٹھائے گا)" (طٰہٰ 123)۔ قرآن مجید میں اس دنیوی زندگی کے اختتام پر نتیجہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ "ہر جاندار نے موت کا مزہ چکھنا ہے

اور تمہیں قیامت کے دن (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے ملیں گے پھر جو کوئی دوزخ سے دور کر کے جنت میں داخل کر دیا گیا سو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیوی زندگی تو محض دھوکے کی پونجی ہے" (آل عمران 185)۔

پوری انسانی زندگی کا محور ان آیات قرآنی کو قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کے استحضار کے ساتھ "حقیقی کامیابی" کی شاہراہ پر زندگی کی گاڑی ڈالی جا سکتی ہے۔ اس شاہرہ پر جو سنگِ میل نصب ہیں زیر تبصرہ کتاب میں اُنہی کو نہایت سہل اور عام فہم سادہ زبان میں اُجاگر کرنے کی بہت کامیاب کوشش محترم اکبر احمد اعجاز صاحب نے فرمائی ہے۔

خود غرضیوں اور مفاد پرستیوں کے اتھاہ سمندر میں اخلاص کا جزیرہ ہے مؤلف کا یہ عزم کہ اس تالیف کا مقصد مالی منفعت نہیں نفع امت ہے۔

کتاب کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعے اور فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت بغیر کسی ابہام کے واضح ہو رہی ہے کہ حقیقی کامیابی کا متلاشی اس کتاب کے مطالعے پر زندگی کا لائحہ عمل طے کرنے میں کوئی وقت محسوس کئے بغیر مکمل اطمینان کے ساتھ منزل کا سفر شروع کر سکتا ہے۔

اللہ رب العزت محترم اکبر احمد اعجاز صاحب کی اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت کی ایسی تقویت نصیب فرمائے کہ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ لی جاتی رہے اور تا قیامت اس کے فیوضات ذہنی اُفق پر چھائے رہیں۔ آمین۔

ارحم الراحمین کی بارگاہ صمدیت میں یہ عرض ہے کہ معصیت کے سیلاب میں بہنے والوں، مادیت کی دلدل میں پھنسنے والوں اور بغاوت کے بھنور میں لڑھکتے رہنے والوں کے لئے یہ کتاب مینارۂ نور اور رہنما ثابت ہو۔ غنی و حمید ذات مؤلف کو اپنی شایانِ

شان پوری امت کی طرف سے اجرِ جزیل ابدالآباد تک مرحمت فرماتی رہے۔

آمین یارب العلمین بجاہِ سید و المرسلین صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

فقط

(مفتی) محمد نعیم
مہتمم الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ
سائٹ کراچی

Post Box No: 10689, Near S.I.T.E., Police Station, Karachi - Pakistan
Ph: 2560300, 2560400 Fax: 2564586 E-mails: binoria@binoria.org, fatwa@binoria.org
Web Page: http://www.binoria.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ ضروری باتیں
از مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

ہمارے خالق و مالکِ حقیقی احکم الحاکمین اللہ ربّ العالمین وہ ذات عالی ہیں کہ جنہوں نے ہمیں اُس وقت وجود بخشا جبکہ ہمارا اس کائنات میں بالکل بھی کوئی وجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ ''انسان کی حقیقی کامیابی کیا ہے اور وہ اُسے کیسے حاصل کرسکتا ہے؟'' اس بارے میں دنیا کے تمام انسانوں حتیٰ کہ بڑے بڑے دانشوروں اور مفکّروں کی بات کے غلط ہونے کے امکانات ہیں اور بہت ہیں' کیونکہ انسان کا علم یقینی اور ہر چیز پر محیط نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم یقینی ہے اور ہر چیز پر محیط ہے لہٰذا انسان کی حقیقی کامیابی کے بارے میں بھی اُن کی بات حتمی ہے' یقینی ہے اور غلط ہونے کا ایک ذرّہ بھر بھی امکان نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں کامیابی کا صحیح صحیح راستہ واضح طور پر بتانے کے لئے اپنی کتاب قرآنِ کریم عطا فرمائی ہوئی ہے جس کے بارے میں برعکس پچھلی آسمانی

کتابوں کے اُن کا ہم سے یہ وعدہ ہے کہ قیامت تک اس میں کوئی تحریف اور کوئی تبدیلی نہیں ہو سکے گی۔ لیکن یہ بڑی ہی بدقسمتی کی بات ہے کہ ایک لمبے عرصے سے ہمارا امتِ محمدیہ ﷺ کا یہ حال ہے کہ ہم لوگ قرآنِ کریم سے جو کہ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کا راستہ بتاتا ہے ہدایت نہیں لیتے اور نتیجتاً اپنی عقل سے جو سمجھ میں آتا ہے راستہ چلتے ہیں۔ قرآنِ کریم سے ہدایت نہ لینے کی بنا پر شیطان ہمیں دنیاوی مادی اسباب جمع کر لینے اور مادی منافع حاصل کر لینے میں کامیابی دکھاتا ہے اور طرح طرح کے دھوکوں میں مبتلا کر دیتا ہے اور ناکامی کا راستہ بتاتا ہے اور اس طرح سے بہتیروں کو بھٹکاتا ہے۔

اللہ کا کرنا کہ ایک عرصے سے دل میں یہ شدید خواہش تھی کہ کوئی ایسا کتابچہ یا رسالہ لکھوں جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے ایمان کے اعتبار سے بھی اور اعمال کے اعتبار سے بھی ذریعہ ہدایت بن جائے' جس سے حقیقت خوب کھل کر سامنے آجائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک طویل محنت کے بعد پہلے ایک کتابچہ اور پھر اُس پر مزید محنت کر کے ایک رسالہ لکھا اور فرزند خطیبِ پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانویؒ محترم جناب انتظار الحق تھانوی صاحب کو نظرِ ثانی اور تقریظ کے لئے پیش کیا جنہوں نے اُسے بے حد پسند فرمایا اور تقریظ میں لکھا کہ اس زمانے میں جبکہ امت کے قلوب سخت بگڑ چکے ہیں' میری رائے یہ ہے کہ اس رسالہ کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور یہ رسالہ جیسا کہ حق ہے اُس ضرورت کو پورا کرے گا۔ بعدہٗ الحمدللہ مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم اور حافظ ابرار الحق کلیانوی صاحب دامت برکاتہم نے بھی اپنی تقاریظ میں تحسین سے نوازا۔

ان حضرات کی اس بہت پسندیدگی اور تقاریظ میں تحسین سے میری بڑی حوصلہ

افزائی ہوئی۔ لیکن دل کی تشنگی تھی کہ ابھی بھی جاتی ہی نہ تھی۔ دل یہی کہتا تھا کہ کسی طرح سے یہ رسالہ پڑھنے والوں کے لئے ابھی اور بھی بہت زیادہ افادیت اور ہدایت کی تاثیر رکھنے والا بن جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے میں اُس پر مزید در مزید محنت میں لگا رہا اور بالآخر وہ رسالہ اب باقاعدہ ایک ایسی کتاب کی شکل پا چکا ہے جس کی افادیت اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اُس رسالہ سے بھی اب کئی گنا اور زیادہ بڑھ چکی ہے۔

اس خواہش میں کہ کسی طرح سے یہ تالیف امتِ محمدیہ ﷺ کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع کا باعث بن جائے کتاب شیخ الحدیث وتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں نظرِ ثانی کے لئے پیش کی۔ میں اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی ممنون واحسان مند ہوں کہ حضرت نے اپنی قیمتی مصروفیات میں سے وقت نکال کر اس کتاب پر نظر فرمائی اور تقریظ میں بہت تحسین فرمائی اور اسے ''مسلمانوں کی دینداری کا خزینہ'' قرار دیا۔ بعدہٗ الحمدللہ استاذ المحدثین شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی نے بھی اسے بہت پسند فرمایا اور ''حقیقی کامیابی کا قابلِ اعتماد ذریعہ'' قرار دیا اور دیگر اکابر علماء و مشائخ حضرات نے بھی اپنی تقاریظ میں تحسین سے نوازا۔ اس کی تمنا ہے کہ خدا کرے کہ اس کتاب کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوں اور مختلف کورسز میں اسے شامل کر دیا جائے تاکہ پھر یہ امت کی بڑے پیمانے پر تعلیم و ترغیب اور تعمیرِ سیرت کا ذریعہ بن سکے۔ بلاشبہ جو لوگ اس میں پہل کریں گے وہ حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بہت بڑے صدقۂ جاریہ کے حقدار ہوں گے۔

اس کتاب کی پوری طرح سے تکمیل میں تقریباً تین برس کا عرصہ لگ گیا۔ اس

عرصے میں گو بہت ہی حوصلہ شکن اور سخت ناموافق بعض ایسے حالات و واقعات بھی میرے ساتھ پیش آئے جو میرے پہلے گمان میں بھی نہ آسکتے تھے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُنہوں نے میرے دل کو اس کتاب کی تالیف پر قائم رکھا اور پوری طرح سے قائم رکھا۔ بلاشبہ اُس ذاتِ عالی کی مدد کے بغیر ہم میں سے کوئی بھی ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔

اس کتاب میں دنیا کے اِس اہم ترین موضوع کو قرآن وحدیث اور حقائق کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کی حقیقی کامیابی کیا ہے اور وہ اُسے کیسے حاصل کرسکتا ہے؟ دورانِ تالیف حتی الامکان اِس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ آسان سے آسان زبان میں بات کی جائے تا کہ اس کا نفع امت میں زیادہ سے زیادہ ہر طرف پھیل سکے۔ نیز دورانِ تالیف نہایت مستند کتب سے استفادہ کیا گیا ہے جن کی فہرست بمعہ مصنف و ناشر کتاب کے آخر میں دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے یہ دعا ہے کہ اِس کتاب کا مطالعہ آپ کے لئے دنیا اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی حقیقی کامیابی حاصل کر لینے کا ذریعہ بن جائے۔ آمین۔ یہ کتاب درج ذیل پانچ حصوں پر مشتمل ہے:۔

(۱)۔ انسان کی حقیقی کامیابی کیا ہے؟

(۲) ۔ حقیقی کامیابی کیسے حاصل کی جائے؟

(۳) ۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی بڑی بڑی شکلیں۔

(۴) ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بڑی بڑی شکلیں۔

(۵) ۔ حقیقی کامیاب کچھ لوگوں کے احوال وواقعات۔

قارئین سے یہ گزارش ہے کہ 'حقیقی کامیابی' حاصل کرنے کے لئے دیئے گئے

کتاب پڑھنے کے طریقے کے مطابق ہی مطالعہ کیجئے گا۔ جو لوگ وقت کی کمی کے باعث ہر دن کے لئے کتاب کے ذکر کئے گئے حصے کا مطالعہ نہ کرسکیں اُن سے یہ گزارش ہے کہ بہت تھوڑا تھوڑا کر کے مطالعہ نہ کیجئے گا بلکہ جتنا بھی آپ سے ہوسکے روزانہ زیادہ سے زیادہ وقت نکال کر مطالعہ کیجئے گا۔ کتاب کو بار بار پڑھنے سے انشاء اللہ ہر بار نفع ہوگا۔ بلکہ قارئین سے یہ گزارش ہے کہ ہر تین مہینے بعد یا جو ایسا نہ کرسکیں وہ ہر چھ مہینے بعد یا جو ایسا بھی نہ کرسکیں وہ ہر سال میں ایک مرتبہ ضرور اس کتاب کا بتائے گئے طریقے کے مطابق مطالعہ کریں۔ ایسا کرنے والے حضرات وخواتین انشاء اللہ تعالیٰ اپنے لئے دونوں جہان کی بہت بڑی برکات سمیٹیں گے کہ دین کا نفع درحقیقت دنیا اور آخرت دونوں کا نفع ہے اور دین کا نقصان درحقیقت دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہے' ہمیں یہ بات سمجھ میں آئے تب بھی اور نہ سمجھ میں آئے تب بھی۔

اللہ تعالیٰ ایسی بزرگ وبرتر ذات ہیں اور اُن کی رضا حاصل کرنا اِس قدر ضروری اور اہمیت کا حامل ہے کہ اُن کی رضا حاصل کرنے کے لئے آج تک اُن کے بہت سے بندوں نے وہ وہ محنتیں کیں اور وہ وہ پاپڑ بیلے کہ ہمارا کیا منہ ہے اور ہم کیا کریں گے؟ اللہ تعالیٰ میری اِس چھوٹی سی محنت کو اپنی عالی بارگاہ میں قبول فرمالیں اور اِسے میری نجات کا ذریعہ بنادیں اور محض اور محض اپنے فضل وکرم اور اپنی قدرتِ کاملہ سے اِسے دنیا میں ہدایت کے زیادہ سے زیادہ پھیلنے کا ذریعہ بنادیں۔ یہی تمنا ہے یہی دعا ہے آمین ثمہ آمین۔ یارب العالمین۔

جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے استطاعت دی ہے اُن سے یہ گزارش ہے کہ جہاں تک آپ سے ہوسکے زیادہ سے زیادہ دل کھول کر اس کتاب کو شائع کروانے کے لئے

تعاون فرمائیں۔علم کی اشاعت صدقۂ جاریہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے پوری امید ہے کہ یہ کام آپ کے لئے حضورِ اقدس ﷺ کے فرمان کے مطابق بڑا صدقۂ جاریہ اور بہترین توشۂ آخرت بنے گا انشاءاللہ۔ نیز نہ معلوم کتنے لوگوں کی ہدایت کا اس طرح آپ ذریعہ بن جائیں گے۔ اور بلاشبہ آج اللہ کا دین ہم سے یہ تقاضہ کرتا ہے کہ اپنا جو بھی ہو سکے اُس پہ لگائیں۔ کتاب کے ہر ہر قاری سے دعاؤں کی مؤدبانہ درخواست ہے۔آپ کی دعائیں میرے لئے زادِ راہ بنیں گی انشاءاللہ۔

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ

احقر العباد : اکبر احمد اعجاز عفا اللہ عنہ

۶ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰ اگست ۲۰۰۷ء

پہلا حصہ

انسان کی حقیقی کامیابی کیا ہے؟

'موت'۔۔۔ ہر ذی روح کے لئے لازم

ہمارے وہ رب جنہوں نے ہمیں وجود بخشا جبکہ ہمارا اس کائنات میں ایک مکھی برابر بھی کوئی وجود نہ تھا' جبکہ یہ دنیا یونہی چل اور بس رہی تھی' پھر اُنہوں نے ہمیں ایک چھوٹے بچے کے طور پر وجود بخشا جس کی قدرت نہایت چھوٹی اور محدود تھی' نہ اُٹھ کر اپنی بھوک مٹا سکتا تھا' نہ پیشاب پاخانے کے لئے جا سکتا تھا' نہ ننگے جسم پر کپڑا پہن سکتا تھا' پھر اُس ربّ کریم نے ماں اور باپ کے ذریعے سے ہماری پرورش کی' ہماری صلاحیتوں کو بڑھایا' ہمیں چلنا سکھایا' بولنا سکھایا' سوچنا اور سمجھنا سکھایا اور طرح طرح کی صلاحیتوں سے نوازا' حتیٰ کہ ہمیں اس حالت میں کر دیا جس میں اب ہم ہیں' وہ نہایت رحمٰن و رحیم اور بڑی قدرت والے رب ہم سے فرماتے ہیں کہ:۔

- "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے[۱]۔
- تم کہیں بھی رہو' موت تو تمہیں آ کر رہے گی خواہ مضبوط قلعوں ہی میں رہو[۲]۔
- کہہ دو (اے محمد) کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تم کو آ پکڑے گی' پھر تم اُس پاک ذات کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ہر پوشیدہ اور ظاہر بات کو جاننے والی ہے' پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتا دے گا (اور اُن کا بدلہ دے گا)[۳]۔
- کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے' پھر تم

اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور (تم بہت تعجب کرو گے اے محمد) جب (قیامت کے دن) دیکھو گے کہ گنہگار اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا' تو ہم کو دنیا میں واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں' بے شک (اب) ہم یقین کرنے والے ہیں[۴]۔"

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پاک کہ "حق تعالیٰ شانہٗ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ فرماتے ہیں اسلام کے لئے اُس کے سینے کو کھول دیتے ہیں[۵]" کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ "(اسلام کا) نور جب سینے میں داخل ہوتا ہے تو سینہ اُس کے لئے کُھل جاتا ہے"۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کی (یعنی اسلام کا نور سینے میں داخل ہو گیا) کوئی علامت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "دھوکے کے گھر (دنیا) سے بُعد (یعنی دل کی دوری) پیدا ہو جانا' ہمیشہ رہنے والے گھر (آخرت) کی طرف رجوع اور موت آنے سے پہلے اُس کے لئے تیاری[۶]۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ ایک جنازے کے ہمراہ چلے۔ قبرستان میں پہنچ کر حضورِ اقدس ﷺ نے ایک قبر کے پاس تشریف رکھی اور ارشاد فرمایا کہ "قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ نہایت فصیح اور صاف آواز کے ساتھ یہ اعلان نہیں کرتی کہ: اے آدم کے بیٹے! تو مجھے بھول گیا' میں تنہائی کا گھر ہوں' اجنبیت کا گھر ہوں' میں وحشت کا گھر ہوں' میں کیڑوں کا گھر ہوں' میں نہایت تنگی کا گھر ہوں' سوائے اُس شخص کے جس پر اللہ تعالیٰ شانہٗ مجھے وسیع بنا دے"۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ "قبر یا جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ ''دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی بلکہ راستہ چلتا مسافر ہوتا ہے''۔[۷]

([۱]الانبیاء ۳۵ ' [۲]النساء ۷۸ ' [۳]الجمعہ ۸ ' [۴]السجدہ ۱۲-۱۱ ' [۵]الانعام ۱۲۵)

([۶،۷]فضائل صدقات ۶۲۷،۶۲۳)

موت کو یاد کرنے کی فضیلت

موت کو یاد کرنے کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیثِ مبارکہ وارد ہوئی ہیں جن میں سے چند ذیل میں دی جاتی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ :-

– ''نصیحت کے لئے تو موت ہی کافی ہے۔
– لذّتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔
– سب سے زیادہ عقلمند شخص وہ ہے جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا اور سب سے زیادہ اُس کے لئے تیاری کرنے والا ہے۔
– دو واعظ (یعنی وعظ و نصیحت کرنے والے) چھوڑ کر جا رہا ہوں' ایک بولتا ہوا اور دوسرا خاموش' بولتا ہوا تو قرآن ہے اور خاموش واعظ موت کی یاد۔
– اپنی مجالس کو موت کی یاد سے آراستہ کرو۔
– وہ شخص جو روز بیس (۲۰) دفعہ موت کو یاد کرتا ہے (قیامت کے روز) شہیدوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا ''۔[۱]

موت کی یاد کی جو اتنی فضیلت احادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ موت کو یاد کرنے سے انسان کا عمل درست ہوتا اور اُسے آخرت کی تیاری

نصیب ہوتی ہے جبکہ موت کو بھول جانے سے انسان کا عمل خراب ہوتا اور انسان اپنی آخرت سے غافل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ سے لے کر ہر زمانے کے صالحین و نیک لوگوں کا طریقہ یہ رہا ہے کہ کثرت سے موت کو یاد کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے نہ صرف وہ خود نہایت نیک ہوا کرتے تھے بلکہ اُن کی صحبت میں دوسرے لوگ بھی نیک بنا کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مُبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ آپ جنت اور دوزخ کے ذکر سے بھی اتنا نہیں روتے جتنا قبر کے تذکرے سے روتے ہیں؟ اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سُنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے سہولت سے چُھوٹ گیا اُس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں اور جو اِس میں (عذاب میں) پھنس گیا اُس کے لئے اس کے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں' اور میں نے حضور ﷺ سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اُس سے زیادہ سخت نہ ہو۔ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ ہر ہفتہ میں ایک رات علماء و فقہاء کو جمع کرتے اور سب مِل کر موت و قیامت و آخرت کو یاد کرتے' پھر اِس حد تک روتے کہ گویا اُن کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔[۲]

پس جب موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے اور مٹی میں جا کر ملنا ہے' اور قبر کے کیڑوں کا ساتھی بننا ہے' اور منکر نکیر سے سابقہ پڑتا ہے' اور زمین کے نیچے مدتوں رہنا ہے' اور وہی بہت طویل زمانے تک ٹھکانا ہے' پھر قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے' اور اُس کے بعد نہ معلوم جنت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانا ہے' اور یہ سب کوئی فلسفہ نہیں بلکہ حقیقت ہے' تو نہایت ضروری ہے کہ موت کا ذکر اور دھیان آدمی کو ہر وقت رہے' اُسی

کے ذکر تذکرے کا مشغلہ رہے، اُسی کی تیاری میں ہر وقت مشغول رہے، اُسی کا اہتمام ہر چیز پر غالب رہے اور اُس کی آمد کا ہر وقت انتظار رہے کہ اُس کے آنے کا وقت معلوم نہیں ہے، نہ معلوم کب آجائے۔ الغرض انسان کے اپنی آخرت کو بنانے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جہاں تک ہو سکے موت کو یاد رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ (مکاشفۃ القلوب ۱۴۱[1] ، فضائل صدقات ۶۲۹، ۶۲۵[2])

ایک شخص کا سچا واقعہ --- زندہ لوگوں کے لئے درسِ عبرت

عبدالحمید بن محمود رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کچھ لوگ آگئے اور اُنہوں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ہم حج کے ارادے سے چلے تھے۔ ہمارا ایک اور ساتھی بھی تھا۔ ہم ایک پتھریلی زمین میں پہنچے۔ وہاں ہمارا وہ ساتھی فوت ہو گیا۔ ہم نے اُس کی تجہیز و تکفین کی اور قبر کھود کر لحد بنائی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سیاہ سانپ ہے جس نے پوری قبر کو بھر رکھا ہے۔ ہم نے دوسری جگہ قبر بنائی وہاں بھی یہی دیکھا۔ پھر تیسری جگہ قبر بنائی وہاں پر بھی ایسا ہی پایا۔ بالآخر ہم یونہی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اُس کا عمل ہے جسے وہ کرتا رہا ہے۔ جاؤ اُسے یونہی دفن کر دو، بخدا اگر تم ساری زمین بھی کھودو گے تو یہی منظر پاؤ گے اور اس قصہ کی خبر جا کر اُس کی قوم کو بھی پہنچاؤ۔ فقیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں زندہ لوگوں کے لئے درسِ عبرت ہے۔

(تنبیہ الغافلین ۴۰)

دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں

تو بس میرے بھائی! اِس دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا اور اِس کا دھوکا بہت زیادہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا کی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلے میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ خود یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

''کیا تم لوگ آخرت کی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے؟ دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے[1]۔ یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے، کاش یہ لوگ جانتے[2]۔''

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''خدا کی قسم دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے کوئی شخص دریا میں اُنگلی ڈالے اور پھر دیکھے کہ اُنگلی کیا چیز لے کر واپس ہوئی'' (یعنی پانی کا کتنا حصہ اُنگلی پہ لگا۔ تو جیسے یہ اُنگلی پہ لگا ذرا سا پانی پورے دریا کے مقابلے میں بے حقیقت ہے بس اسی طرح یہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں بالکل ہی بے حقیقت ہے)[3]۔

([1] التوبہ ۳۸ ، [2] العنکبوت ۶۴) ([3] دنیا کی حقیقت ۵)

آخرت کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے

پھر یہ بات بھی خوب اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ ہماری آخرت کی دائمی

زندگی جس کی جزا بھی اور جس کی سزا بھی دونوں ہمارے وہم وگمان سے بہت بالاتر ہیں کسی بھی لمحہ شروع ہو سکتی ہے۔ ہمارے اپنے عزیزوں اور ہمسایوں میں سے نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو اچانک بالکل غیر متوقع طور پر موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔ پھر جب ہمارا بھی وہ وقتِ مقرر آجائے گا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ "ایک گھڑی بھی نہ تو آگے ہو سکے گا اور نہ پیچھے"' تو پھر نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں جانا ہی پڑے گا۔ بس اُس وقت اس دنیا کی جو نعمت بھی انسان کے پاس تھی بیکار ہو جائے گی۔ پہلے یہ نہاتا تھا آج نہلایا جائے گا' پہلے یہ کپڑے پہنتا تھا آج کفن پہنایا جائے گا' زمین پر دوڑا پھرتا تھا آج گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر لوگ تو مٹی ڈال کر چلے جائیں گے اور یہ قبر کی اندھیری کوٹھری میں بالکل اکیلا رہ جائے گا جہاں گھپ اندھیرا ہوگا' روشنی کی ایک کرن بھی نہ پہنچ سکے گی۔ جس جسم پر یہ ناز کیا کرتا تھا' بنایا اور سنوارا کرتا تھا' طرح طرح کے کپڑوں سے سجایا کرتا تھا' مالشیں ہوتی تھیں' وہی جسم اب بڑی تیزی کے ساتھ گلنا اور سڑنا شروع ہو جائے گا۔ قبر نے نہ معلوم کتنے حسینوں کی مٹی کو خراب کر دیا اور کتنے ہی طاقتور جسموں کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ تیسرے ہی دن جسم میں کیڑے ہی کیڑے بھرے ہوں گے' لاش پھول جائے گی اور اسی جسم سے ایسی سڑاند اُٹھے گی کہ اگر بند گڑھے کے بجائے اس کی لاش کو زمین کے اوپر رکھ دیا جائے تو میلوں تک لوگوں کو ناک پہ ہاتھ رکھ کر گزرنا پڑے۔ اے کاش! اگر ہم کبھی اپنی اس حالت کو جو ہمیں ضرور پیش آنی ہے ذرا دیر کے لئے بیٹھ کر سوچ لیا کریں تو ہماری اصلاح کے لئے تو یہی ایک بات کافی ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ نصیحت کے لئے تو موت ہی کافی ہے۔ جسم کا تو یہ حشر ہوا کہ مٹی سے بنا' پھر سے مٹی میں مل گیا اور اب اس کی روح کے ساتھ اس

کی روح کے اعتبار سے معاملہ کیا جائے گا۔ یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ عمل ہی سے روح اچھی یا بُری بنتی ہے۔ اگر اس نے اچھے اعمال کئے ہوں گے تو اس کی قبر کو جنت کا ایک باغ بنا دیا جائے گا جو جہاں تک اس کی نگاہ جائے گی پھیلا ہوا ہوگا' اور اگر اس نے بُرے اعمال کئے ہوں گے تو اس کو عذاب یہیں سے شروع کر دیا جائے گا اور اس کی قبر کو جہنم کا ایک گڑھا بنا دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ ('الاعراف ۳۴)

ایک شخص کا سچا واقعہ۔۔۔ ہمارے اِسی زمانے کا

یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ سے بڑھ کر ہمارا کوئی خیر خواہ نہیں۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی احادیثِ مبارکہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ پر اور دوسری غیب کی باتوں پر پوری طرح سے ایمان لانے کا حکم ہے' لیکن پھر بھی یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً بعض ایسے واقعات ہمیں دکھاتے رہتے ہیں جن کی بنا پر ہم اُس پاک ذات پر اور دوسری غیب کی باتوں پر پوری طرح سے ایمان لے آئیں تاکہ آخرت کے واسطے صحیح محنت کر لیں اور ہمیشہ کی ناکامی سے بچ جائیں۔ ابھی کچھ ہی عرصے قبل کی بات ہے راولپنڈی کے ایک قبرستان میں ایک ایسا عبرت انگیز اور ناقابلِ یقین واقعہ پیش آیا جس کو میت کے ہمراہ جانے والے سینکڑوں افراد نے دیکھا اور اخبارات نے اُس کی خبریں بھی شائع کیں۔ میرے بڑے بھائی 'ھدی للناس' کے ڈاکٹر اطہر محمد اشرف صاحب جو اُن دنوں راولپنڈی ہی میں مقیم تھے نے مجھے بتایا کہ اس واقعے کے پیش آنے پر راولپنڈی کے اخبارات میں تو بہت دنوں تک اس واقعے سے متعلق

خبریں آتی رہی تھیں۔ اس نہایت عبرت انگیز واقعے کی جنگ اخبار کی خبر جیسا کہ اخبار میں آئی ویسے ہی نیچے لکھی جا رہی ہے۔ عجب نہیں کہ اس واقعے کی خبر کا یہاں تحریر کر دینا بہت سوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائیں۔ اخبار کی کٹنگ میرے پاس محفوظ ہے۔ پڑھئے اور عبرت حاصل کیجئے اور یہ بھی نوٹ کیجئے کہ یہ واقعہ چودہ سو (۱۴۰۰) سال قبل پیش آنے والے اُس سچے واقعے سے کتنی مماثلت رکھتا ہے جو آپ اس سے قبل پڑھ چکے ہیں اور جو ایک بہت مستند کتاب تنبیہ الغافلین سے نقل کیا گیا تھا۔

دو مرتبہ قبر کی زمین مل گئی' تیسری مرتبہ سانپ اور بچھو نکل آئے
دو سانپوں نے میت سے لپٹ کر اُسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا
راولپنڈی کے قریب ایک میت کی عبرت انگیز تدفین

راولپنڈی (جنگ رپورٹ) چند روز قبل پیر وَدھائی راولپنڈی کے قدیم قبرستان میں رونما ہونے والے ایک عبرت انگیز اور ناقابلِ یقین واقعے نے ایک میت کی تدفین کے لئے آنے والے سینکڑوں افراد پر رقت طاری کر دی۔ تفصیلات کے مطابق ایک شخص کی میت کو جونہی قبر میں اُتارا گیا قبر کی جگہ والی زمین یوں آپس میں مل گئی جیسے اُسے کھودا ہی نہیں گیا تھا۔ وہاں موجود ایک عالمِ دین کی ہدایت پر دوسری قبر کھودی گئی مگر پھر ویسے ہی ہوا۔ اس پر تمام لوگوں نے استغفار کا ورد شروع کر دیا۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر جب تیسری بار قبر کو کھودنے کی کوشش کی گئی تو اُس جگہ سے سانپ بچھو اور مختلف اقسام کے کیڑے مکوڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی اُبلتا ہے۔ مولوی صاحب کی ہدایت پر میت کو قبر میں اُتار دیا گیا۔ میت کے قبر میں رکھتے

ہی ایک سانپ کمر کے نیچے سے کندھوں کے اوپر سے اور دوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اوپر آیا اور دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گئی جیسے اُسے آرے سے چیر دیا گیا ہو۔ یہ منظر دیکھتے ہی میت کے ہمراہ آنے والے سینکڑوں لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ (ہفتہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۱ء)

اے الٰہ العالمین! ہم آپ کے عذاب سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہماری ہڈیوں میں آپ کے عذاب کو سہنے کی طاقت نہیں ہے' ہمیں دنیا میں بھی عافیت سے رکھئے اور آخرت میں بھی' موت کی سختی ہم پر آسان فرمائیے' قبر کے عذاب سے بچا لیجئے' آمین یا ربّ العالمین۔

نجاتِ آخرت کے لئے سب سے ضروری کام---نماز

اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ انسان کی آخرت کو بنانے کے لئے سب سے زیادہ ضروری کام فرض نماز کا پڑھنا ہے کہ نماز تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حکم ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات سو (۷۰۰) سے بھی زائد بار نماز پڑھنے کا حکم دیا اور اُس کی تاکید فرمائی ہے۔ نماز کے متعلق ایک قصہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مکاشفۃ القلوب سے نقل کیا جاتا ہے:-

ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا اے اللہ کے نبی! میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے اور اب میں اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرتی ہوں' آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا گناہ بخش دے اور مجھ پر مہربانی کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا تیرا گناہ کیا ہے؟ اُس نے کہا میں نے بدکاری کی اور بچہ جنا تھا اور اب اُس کو قتل

کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ او بدکار! جا چلی جا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تیری نحوست سے آگ آسمان سے اُترے اور ہمیں بھی جلا دے۔ وہ بے چاری مایوس ہو کر چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اُترے اور اُنہوں نے کہا اے موسیٰ! اللہ فرماتا ہے کہ تُو نے توبہ کرنے والی کو کیوں جھڑکا، کیا تُو نہیں جانتا کہ زمین میں اس سے بھی بڑے گنہگار موجود ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا وہ جو فرض نماز نہیں پڑھتے۔ (مکاشفۃ القلوب ص۲۸۲)

اس لئے میرے عزیز میرے بھائی! وہ جو فرض نماز نہیں پڑھتے! اللہ کے واسطے اپنے ساتھ اتنی بڑی دشمنی مت کیجئے اور اسی لمحہ اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کر کے اپنے رب سے یہ کہہ دیجئے کہ اے اللہ! مجھ سے بڑی سخت غلطی ہوئی، اب کسی بھی حال میں نماز نہ چھوڑوں گا، آپ مجھے اس کی توفیق عطا فرما دیجئے۔

قیامت کے دن کا تذکرہ

تذکرہ چل رہا تھا ہماری آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی اور کبھی نہ ختم ہونے والی دائمی زندگی کا جس کی جزا بھی اور جس کی سزا بھی ہمارے ذہنوں کی رسائی سے بہت بالاتر ہیں اور جس کے مقابلے میں اس چھوٹی سی دنیاوی زندگی کی ذرا سی بھی کچھ حیثیت و حقیقت نہیں ہے اور جس کی ابتدا کسی بھی لمحہ آسکنے والی موت کی تکلیف دہ گھاٹی کو عبور کرنے سے ہو جائے گی۔ پھر ہمیں قبر کی وحشت و تنہائی کا سامنا ہوگا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ یا تو جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہوگا یا پھر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ جتنے عرصے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا قبر میں رہنا ہوگا۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے سے ہمارے اوپر قیامت کے ایک نہایت سخت، ہولناک اور بڑے طویل دن کی ابتدا ہوگی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود قرآن مجید میں یہ فرمایا ہے کہ وہ نہایت ہولناک اور پچاس ہزار (۵۰۰۰۰) سال کا طویل دن ہوگا۔ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج ۴)، وہ دن جس کی مقدار ہوگی پچاس ہزار سال۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے آخری انسان تک سارے کے سارے لوگ ایک ایک کر کے مالک الملک، احکم الحاکمین، اللہ رب العالمین کے دربارِ عالی میں پیش کئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ خود ہر ایک کا حساب لے کر اُس کے لئے جنت یا پھر جہنم کا فیصلہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"لوگو! اپنے پروردگار (کے عذاب) سے ڈرو (کیونکہ) قیامت کا زلزلہ ایک بڑی (سخت) مصیبت ہوگی۔ جس دن وہ تمہارے سامنے آموجود ہوگی ہر دودھ پلانے والی (مارے ڈر کے) اپنے دودھ پیتے (بچے) کو بھول جائے گی، اور جتنی حمل والیاں ہیں سب کے حمل گر پڑیں گے، اور (مارے بدحواسی کے) لوگ تجھے نشے میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہے (جس کے ڈر سے لوگ بدحواس ہو رہے ہوں گے)[۱]۔ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اس میں کسی طرح کا شک نہیں[۲]۔ لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور اُس دن کا خوف کرو کہ نہ تو باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کام آسکے، بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے، تو کہیں دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے[۳]۔ اور (مومنو!)

مت خیال کرنا کہ ظالم (یعنی نافرمان) جو عمل کر رہے ہیں اللہ اُن سے بے خبر ہے' وہ اُن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جبکہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ جائیں گی (اور سب لوگ) سر اُٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے' اُن کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (مارے خوف کے) ہُوا ہو رہے ہوں گے[۴]۔ جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیئے جائیں گے) اور سب لوگ خدائے یگانہ و زبردست کے سامنے (اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے) نکل کھڑے ہوں گے[۵]۔ جبکہ زمین بڑے زور سے ہلنے لگے گی اور پہاڑ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے' پھر غبار ہو کر اس طرح اُڑنے لگیں گے جیسے بادل[۶]۔

سب (لوگوں) کو ہم جمع کر لیں گے تو اُن میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (تو ہم اُن سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا (اُسی طرح آج) تم ہمارے سامنے آئے' لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمہارے لئے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا[۷]۔ (اللہ تعالیٰ) پوچھے گا کہ بھلا تم زمین میں کتنے برس رہے؟ وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے' شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے (یعنی دنیا کی زندگی کی حقیقت تب اُن کی سمجھ میں آئے گی کہ وہ تو آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھی)۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا کہ (وہاں) تم (بہت) ہی کم رہے' کاش تم (دنیا میں بھی یہ بات) جانتے (سمجھتے) ہوتے[۸]۔ اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بہ صورتِ کتاب) اُس کے گلے میں لٹکا دیا ہے اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اُسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ لے! آج اپنا حساب لینے کے لئے تُو خود ہی

کافی ہے[۹]۔ اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی' تو تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اُس میں (لکھا) ہوگا اُس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے شامت! یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ (کسی) چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اُسے لکھ رکھا ہے' اور جو عمل کئے ہوں گے (اُن) سب کو حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا[۱۰]۔

اور (تم بہت تعجب کرو گے اے محمد) جب (قیامت کے دن) دیکھو گے کہ گنہگار اپنے رب کے سامنے سر جُھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سُن لیا' تو ہم کو دنیا میں واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں' بے شک (اب) ہم یقین کرنے والے ہیں[۱۱]۔ آج ہم اُن کے مُونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے اُن کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور اُن کے پاؤں (اُس کی) گواہی دیں گے[۱۲]۔ اور اُس دن تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں' اُن کے کُرتے گندھک کے ہوں گے اور اُن کے مُونہوں کو آگ لپٹ رہی ہوگی۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اُس کے اعمال کا بدلہ دے[۱۳]۔ تمہارے پروردگار کی قسم! ہم اُن کو جمع کریں گے اور شیطانوں کو بھی' پھر اُن سب کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے (اور وہ) گھٹنوں پر گرے ہوئے (ہوں گے)۔ پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو اللہ تعالیٰ سے سخت سرکشی کرتے تھے' اور ہم اُن لوگوں سے خوب واقف ہیں جو اُن میں (جہنم میں) داخل ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔ اور تم میں سے کوئی (شخص) نہیں مگر اُسے اُس (جہنم کے اوپر پُل صراط جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا) پر سے گزرنا ہوگا' یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔ پھر ہم پرہیز گاروں کو تو نجات دیں گے اور ظالموں (یعنی

نافرمانوں) کو اُس (جہنم) میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے[13]۔"

([1,2] الحج ۲۲،۷-۱ ، [3] ص ۳۳ ، [4,5] ابراہیم ۱۳،۵۰-۴۹،۴۸،۴۳-۴۲ ، [6] الواقعہ ۶-۳
[7] النحل ۸۸ ، [10] الکہف ۴۹،۴۸-۴۷ ، [8] المومنون ۱۱۴-۱۱۲ ، [9] الاسراء ۱۳-۱۴ ، [11] السجدہ ۱۲ ،
[12] یٰس ۶۵ ، [13] مریم ۷۲-۶۸)

جہنم کا تذکرہ

جہنم اور جہنمیوں کے بارے میں احکم الحاکمین اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"جو (شخص) اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدوں سے نکل جائے گا اُس کو اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلت کا عذاب ہوگا[1]۔ اور اُن سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے، اُس کے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لئے اُن میں سے جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں[2]۔ اُس پر اُنیس (۱۹) داروغہ ہیں۔ اور ہم نے جہنم کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں۔ سخت مزاج فرشتے، جو ارشاد اللہ تعالیٰ اُن کو فرماتا ہے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے[3]۔ پھر تم اے جھٹلانے والے گمراہو! تھوہر کے (سخت کانٹے دار) درخت کھاؤ گے اور اُسی سے پیٹ بھرو گے۔ وہ ایک درخت ہے جو جہنم کے اسفل (تہہ) میں اُگے گا، اُس کے خوشے ایسے ہوں گے جیسے شیطانوں کے سر۔ اور اُس کے اوپر کھولتا ہوا پانی پیو گے اور پیو گے بھی تو اِس طرح جیسے پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ جزا کے دن یہ اُن کی ضیافت ہوگی[4]۔ اور اُن کے (مارنے کے) لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے[5]، جبکہ اُن کی گردنوں میں طوق (پھندے) اور زنجیریں ہوں گی (اور) گھسیٹے جائیں گے کھولتے

ہوئے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے[6]۔

اُن کے لئے (نیچے) بچھونا بھی آگ کا ہوگا اور اوپر سے اوڑھنا بھی (آگ ہی کا)[7]۔ اُن کے لئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے (اور) اُن کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ اُس سے اُن کے پیٹ کے اندر کی چیزیں (یعنی انتڑیاں وغیرہ) سب گل جائیں گی[8]۔ جب اُن کی کھالیں گل (اور جل) جائیں گی تو ہم (اُن کی جگہ) اور کھالیں بدل دیں گے تاکہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے[9]۔ جس دن اُن کے منہ آگ میں اُلٹائے جائیں گے کہیں گے اے کاش! ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے اور (اُس کے) رسول کا حکم مانتے[10]۔ جب وہ چاہیں گے کہ اِس رنج (و تکلیف کی وجہ) سے جہنم سے نکل جائیں تو پھر اُسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ (آگ میں) جلنے کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو[11]۔ وہ اُس (جہنم) میں چلّائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو (یہاں سے) نکال لے اب ہم نیک عمل کیا کریں گے نہ کہ وہ جو پہلے کرتے تھے۔ (تو ہم اُن کو جواب دیں گے کہ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کو سوچنا (منظور) ہوتا وہ اتنی عمر میں (اچھی خاصی طرح) سوچ سمجھ لیتا؟ اور (اس کے علاوہ) تمہارے پاس (ہمارے عذاب سے) ڈرانے والا (رسول) بھی پہنچا۔ تو اب (اپنے کئے کے) مزے چکھو کہ نافرمان لوگوں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں[12]۔"

([1,9] النساء ۱۴،۵۶ ، [2] الحجر ۴۴-۴۳ ، [3] المدثر ۳۱-۳۰ التحریم ۶ ، [4] الواقعہ ۵۶-۵۱
الصّٰفّٰت ۶۵-۶۴ ، [5,8,11] الحج ۲۲،۱۹-۲۰،۲۱ ، [6] المومن ۷۲-۷۱ ، [7] الاعراف ۴۱ ،
[10] الاحزاب ۶۶ ، [12] فاطر ۳۷)

جنت کا تذکرہ

جاننا چاہئے کہ جس طرح نافرمانوں کے لئے جہنم کے عذابات بہت بڑے ہیں بالکل اُسی طرح فرمانبرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے مہمان خانے یعنی جنت کے انعامات اور نعمتیں بھی انسانوں کی سوچ کی رسائی سے بہت بالاتر ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے وہ وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خیال ہی گزرا (مکاشفۃ القلوب ۳۷۹)۔ چنانچہ جنت اور جنتیوں کے بارے میں حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے[1]۔ سو کسی شخص کو بھی خبر نہیں جو کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے[2]۔ وہاں وہ سب کچھ ملے گا جس کا جی چاہے اور جس سے (اُن کی) آنکھوں کو لذّت ملے[3]۔ اُن کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اُن کا لباس ریشمی ہوگا[4]۔ جس جنت کا وعدہ پرہیز گاروں سے کیا جاتا ہے اُس (جنت) کی صفت یہ ہے کہ اُس میں (ایسے) پانی کی نہریں ہیں جس میں بُو (کا نام) نہیں، اور (ایسے) دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ (کبھی) نہیں بدلے گا، اور (ایسی) شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذّت ہے، اور (ایسے) صاف (وشفاف) شہد کی نہریں ہیں (جو حلاوت ہی حلاوت ہے)[5]۔ وہاں اُن کے لئے میوے اور جو (کچھ بھی) چاہیں گے (موجود ہوگا)[6]۔ اور میوؤں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے[7]۔ تم اُن (جنتیوں) کے چہروں ہی

سے راحت کی تازگی محسوس کرلو گے۔ اُن کو شراب خالص سربمہر پلائی جائے گی جس کی (بوتل کی) مُہر مُشک کی ہوگی[8]، جو رنگ کی سفید اور پینے والوں کے لئے (سراسر) لذّت ہوگی، نہ اُس سے دردِ سر ہوگا اور نہ اُس سے اُن کی عقلیں زائل ہوں گی[9]۔

اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو ہم اُن کا رفیق بنائیں گے[10]۔ (احتیاط سے رکھے گئے) تہوں میں رکھے ہوئے موتیوں کی طرح کی (خوش رنگ) بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں[11]۔ (وہ ایسی) حوریں ہیں جو خیموں میں مستور (ہوں گی)۔ (اُن کی رنگتیں ایسی سرخ ہوں گی) گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان (کی بنی ہوئی) ہیں۔ اُن کو (اہلِ جنت سے) پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا (ہوگا) اور نہ جن نے[12]۔ ہم نے اُن (حوروں) کو پیدا کیا تو اُن کو کنواریاں بنایا (اور شوہروں کی) محبوبہ اور ہم عمر[13]۔ (وہ جنتی) اِس میں (یعنی ہر طرح کے عیش اور لذّت میں) ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے[14]۔ یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو مالک بنائیں گے جو پرہیز گار (یعنی نافرمانیوں سے پرہیز کرنے والا) ہوگا[15]۔ (کیا یہ پرہیز گار) اُن کی طرح (ہو سکتے) ہیں جو ہمیشہ جہنم ہی میں رہیں گے اور جن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو اُن کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا؟[16]"

([1]النساء ۱۳، [2]السجدہ ۱۷، [3]الزخرف ۷۱، [4]فاطر ۳۳، [5،16]محمد ۱۵، [6]یٰس ۵۷، [7]الدھر ۱۴، [8]المطففین ۲۶-۲۳، [9]الصّٰفّٰت ۴۷-۴۶، [10]الطور ۲۰، [12]الرحمٰن ۷۴، ۵۸، ۷۲، [11،14]الواقعہ ۳۷-۳۵، ۲۳-۲۲، [13]الانبیاء ۱۰۲، [15]مریم ۶۳)

جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور، نہ مانے تو کر کے دیکھ
جنت بھی ہے جہنم بھی، نہ مانے تو مر کے دیکھ

ہماری حقیقی کامیابی کیا ہے؟

اس لئے نہایت ضروری ہے اور خوب اچھی طرح سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ کامیاب وہ شخص ہے جو اپنی اس چھوٹی سی دنیاوی زندگی میں اپنے مالکِ حقیقی احکم الحاکمین اللہ رب العالمین کو راضی کر لے اور اپنی آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی اور کبھی نہ ختم ہونے والی دائمی زندگی میں ناکامی سے بچ جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کامیاب ہو جائے، یعنی جہنم سے بچا لیا جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کر دیا جائے جس کی بے مثل اور ابدی نعمتوں کا سلسلہ پھر اُس سے کبھی بھی منقطع نہیں کیا جائے گا اور ناکام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو جن کے ہاتھ میں اُس کا سب کچھ ہے ناراض کر لے اور اپنی آخرت کو بگاڑ لے۔ یقیناً جس شخص کو جہنم کا عذاب دیکھنا پڑ گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔ بس اس کے علاوہ کامیابی اور ناکامی کے جو بھی نقشے ہم نے اپنے ذہنوں میں بسا رکھے ہیں وہ سب سراسر دھوکا ہیں جن میں شیطان نے ہمیں پھنسایا ہوا ہے، جس کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یعنی بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (کہ ناکامی کی طرف تمہیں اپنے مکر و فریب سے بلاتا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا مفہوم ہے کہ قیامت کے روز ایک ایسا شخص لایا جائے گا جس کی دنیا کی پوری زندگی نہایت عیش و آرام میں گزری ہوگی، کسی قسم کا کوئی غم کسی قسم کی کوئی تکلیف اُس نے نہ دیکھی ہوگی (لیکن اعمال کے اعتبار سے جہنمی ہوگا)۔ حکم دیا جائے گا کہ ذرا اس کو جہنم میں ایک غوطہ دے لاؤ (یعنی تیزی کے ساتھ گزار لاؤ)۔ پھر اُس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تُو نے کبھی کوئی راحت و آسائش دیکھی؟ وہ کہے گا ہرگز نہیں میں نے تو دنیا میں کوئی بھی راحت و آسائش نہیں

دیکھی (یعنی جہنم کے بس ایک غوطے ہی سے دنیا کی تمام عیش و آسائش کو بھول جائے گا۔ تو ذرا خیال کرنا چاہئے کہ جس جہنم کے ایک غوطے کا یہ حال ہے بھلا اُس میں رہنا اور اُس کے عذابات کو سہنا کیسا ہوگا؟)۔ پھر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کی دنیا کی پوری زندگی سخت تکالیف و مشقت میں گزری ہوگی، کسی قسم کی آسانی کسی قسم کی خوشی اُس نے نہ دیکھی ہوگی (لیکن اعمال کے اعتبار سے جنتی ہوگا)۔ حکم دیا جائے گا کہ ذرا اس کو جنت میں ایک غوطہ دے لاؤ۔ پھر اُس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تُو نے دنیا میں کبھی کوئی تکلیف دیکھی؟ کہے گا ہرگز نہیں میں نے تو دنیا میں کوئی بھی تکلیف نہیں دیکھی (بس جنت کے ایک غوطے ہی سے ایسی راحت و آسائش اور خوشی محسوس کرے گا کہ دنیا کی زندگی کی تمام تکالیف و مشقت کو بالکل بھول جائے گا۔ تو ذرا سوچنا چاہئے کہ جس جنت کے ایک غوطے میں یہ اثر ہوگا بھلا اُس جنت میں رہنے اور اُس کی نعمتوں کو برتنے میں کیسا سرور و لذت حاصل ہوگا؟) اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے جہنم سے محفوظ فرمائیں اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائیں۔ آمین ثمہ آمین۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۳۳)

دعا

اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! اے ہمارے رب! ہر قسم کی تعریف صرف اور صرف آپ ہی کو زیبا ہے۔ ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ محض اپنے فضل سے آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہمیں ہدایت عطا فرما دیجئے اور ہر قسم کی گمراہی سے بچا لیجئے۔ ہمیں خود بھی ہدایت عطا فرما دیجئے اور بلا استحقاق اپنے بہت سے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بنا لیجئے۔ ہمیں اس دنیا میں بھی عافیت سے رکھئے اور

آخرت میں بھی' ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائیے' موت کی سختی کو آسان فرمائیے' قبر کے عذاب سے بچا لیجئے۔ محض اپنے فضل سے اے ہمارے مالکِ حقیقی آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے کہ آپ بڑے ہیں آپ کا عذاب بھی بڑا ہے' ہم کمزور ہیں آپ کے عذاب کو سہنے کی طاقت نہیں رکھتے' محض اپنے فضل سے اے عزیز و غفار قیامت کے دن ہمیں بھی اپنے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل کر دیجئے گا۔ اے ارحم الراحمین! ہمیں دنیا اور آخرت دونوں جگہ اپنی رحمت سے ڈھانپ لیجئے۔ آمین ثمہ آمین یاربّ العالمین۔ بحرمتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

فقراء و مساکین کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز ایک مسکین بندہ لایا جائے گا۔ اللہ اُس کے آگے اس طرح عذر کرے گا جس طرح ایک آدمی دوسرے کے آگے عذر کرتا ہے اور معافی مانگتا ہے۔ فرمائیگا مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں نے جو تجھ کو دنیا کا مال نہ دیا تھا اُس کی وجہ یہ نہ تھی کہ تُو میرے نزدیک حقیر تھا بلکہ میں نے تیرے واسطے آخرت میں کرامت و فضیلت کا خزانہ جمع کیا ہوا تھا۔ اے میرے بندے ان صفوں میں چلا جا جس نے تجھ کو صرف میری رضامندی کے واسطے کھانا کھلایا تھا یا کپڑا پہنایا تھا اُس کا ہاتھ پکڑ لے اور اُس کو بہشت میں لے جا۔ اُس دن لوگ پسینہ سے تربتر ہوں گے۔ وہ صفوں کو چیرتا ہوا چلا جائے گا اور ایسے لوگوں کو تلاش کرے گا اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ فقراء سے خوب دوستی کرو اور اُن پر احسان کرو کیونکہ اُن کے پاس ایک دولت ہے۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا دولت ہے؟ فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو اُن کو کہا جائے گا کہ تلاش کرو اُن لوگوں کو جنھوں نے تم کو روٹی کا ٹکڑا کھلایا تھا یا پانی کا گھونٹ پلایا تھا یا کپڑا پہنایا تھا اور اُن کے ہاتھ پکڑ کر انھیں جنت میں لے جاؤ۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں جنت میں داخل ہوا' آگے ایک آواز سنائی دی' دیکھا تو وہ بلال تھا۔ پھر میں نے جنت کے اوپر کی طرف دیکھا تو وہاں میری امت کے فقراء و مساکین اور اُن کی اولاد تھی۔ پھر نیچے دیکھا تو اُس میں دولتمند اور عورتیں تھیں۔ میں نے کہا یا الٰہی یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ عورتوں کو تو دو سُرخ چیزوں سونے اور ریشم نے غافل کر دیا تھا اور دولتمند اپنے دنیا کے نشے میں چُور رہتے۔ پھر میں نے

اپنے صحابہ کو دیکھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نظر نہ آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد روتا ہوا آیا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تُو کہاں تھا؟ کہا میں تو دنیا میں ایسا پھنسا کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید میں اب آپ سے نہ مل سکوں گا۔ میں نے کہا کیوں؟ کہا کہ میں مال کے حساب و کتاب میں مصروف ہوگیا تھا۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ یہ عبدالرحمٰن وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے بڑے دوست تھے اور عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں جن کے واسطے بہشتی ہونے کی خوشخبری دنیا ہی میں آچکی ہے۔ مگر دولتمند ہونے کی وجہ سے یہ معاملہ پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے فقیر دولتمندوں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ فقراء سے محبت رسولوں کی عادت ہے اور اُن کی صحبت اختیار کرنا صالحین کی علامت ہے اور اُن کی صحبت سے بھاگنا منافقوں کی علامت ہے۔ (مکاشفۃ القلوب ۱۹۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ

روایت ہے کہ ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہ نے خطبہ پڑھا اور اُس میں کہا:

"اے لوگو تم مرنے والے ہو اور پھر موت کے بعد اُٹھنے والے ہو۔ تمہارے اعمال تم پر پیش کئے جائیں گے۔ اور تمہیں پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پس تمہیں یہ دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے۔ اے بندگانِ خدا جان لو کہ یہ وہ دنیا ہے جس کو تمہارے متقدمین (یعنی پچھلے لوگ) چھوڑ گئے ہیں جو تم سے عمروں میں زیادہ تھے۔ اور زور و طاقت میں تم سے بڑھ کر تھے۔ اور تم سے زیادہ ملک و دولت رکھتے تھے۔ اب اُن کا یہ

حال ہے کہ اُن کی آوازیں نہیں سُنی جاتیں۔ اُن کے ابدان پراگندہ و بوسیدہ ہوگئے ہیں۔ اُن کے مکانات خالی ہوگئے ہیں۔ نشانات مِٹ گئے ہیں۔ عالیشان محلوں اور تختوں اور تکیوں کے بجائے قبروں میں اُن کے لئے پتھر و سنگریزے بچھے ہوئے ہیں۔ اُن کے مکانات (قبریں) تو قریب قریب ہیں لیکن اُن کے رہنے والے ایک دوسرے سے مانوس نہیں ہیں۔ اگرچہ باہم ہمسائے ہیں مگر حق ہمسائگی کو بھولے ہوئے ہیں۔ بوسیدگی نے اپنے سینے کے زور سے اُن کو پیس ڈالا ہے اور پتھر اور مٹی کا لقمہ ہوگئے ہیں۔ زندگی کی بہاریں چھوڑ کر اور دنیا سے مُنہ موڑ کر خاک میں خاک ہوگئے ہیں اور ایسا سفر اختیار کیا ہے کہ جس سے لوٹنے کی اُمید نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس! پھر اِس کے بعد حساب و کتاب و جانچ و پڑتال ہے۔

تم بھی ایک روز اِسی بوسیدگی و تنہائی کے گھر (قبر) میں جا رہو گے اور اُسی کے کونے میں مقید ہو جاؤ گے اور وہ تم کو اپنے ساتھ ملا لے گی۔ پھر اُس وقت کا خیال کرو جبکہ تمام اُمور ظاہر کئے جائیں گے اور قبروں سے مُردے اُٹھائے جائیں گے اور دلوں کے راز منکشف ہو جائیں گے۔ اور لوگ خداوندِ جلیل کے سامنے حساب کے لئے کھڑے کئے جائیں گے۔ اُس وقت ہوش و حواس باختہ ہو جائیں گے اوسان خطا ہو جائیں گے۔ پردے فاش ہو جائیں گے اور عیوب و اسرار ظاہر ہو جائیں گے اور ہر ایک کو اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور اللہ فرمائے گا کہ جنہوں نے نیک اعمال کئے تھے اُن کو نیک بدلہ ملے گا اور جنہوں نے بُرے اعمال کئے ہوں گے اُنہیں برابر بدلہ دیا جائے گا۔ اور حساب و کتاب کا دفتر کھولا جائے گا۔ اور گنہگار اپنے گناہوں سے ڈریں گے۔ اے بھائیو اللہ ہم پر اور تم پر رحم کرے اور اپنی کتاب پر عمل کرنے کی توفیق دے اور اپنے فضل و کرم سے بہشتِ بریں میں داخل کرے"۔ (مکاشفۃ القلوب ۱۷۹)

منظوم نصائح

(۱) موت آنی ہے ضرور

موت اِک دن تجھ کو آنی ہے ضرور
جان اِک دن تیری جانی ہے ضرور

نہلایا اور کفنایا بعد اس کے تُو جائے گا
نمازِ جنازہ پھر پڑھی جانی ہے ضرور

کندھوں پہ لوگ میت تیری پھر اُٹھائیں گے
جانبِ گور[1] میت تیری جانی ہے ضرور

قبر تیری وہاں پہلے سے ہاں کھدی ہو گی
میت تیری قبر میں اُتر جانی ہے ضرور

دفنا کے لوگ گھروں کو پھر چلے جائیں گے
تنہا میت وہیں رہ جانی ہے ضرور

سابقہ منکر نکیر سے پھر پڑے گا تیرا
دیکھ اُن کو صحیح بات بتانی ہے ضرور

فرمایا یہ نبی نے نہیں قبر مٹی کا ڈھیر
باغِ جنت یا پھر نار[2] بن جانی ہے ضرور

کبھی سوچتا نہیں ہے تُو اس کو مگر
حالت یہ دیکھ تجھ کو سب پیش آنی ہے ضرور

گزر رہے ہیں دن رات غفلت میں تیرے
نظر آخرت پہ اب. جمانی ہے ضرور

کی نہ پرواہ احکامِ خدا کی تُو نے اب تک
جان اُسی کو راحتی اب جانی ہے ضرور

(اکبر احمد اعجاز راحتی)

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) گور : قبر (۲) نار : آگ

(۲) جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سُو نمونے
مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بُو[۲] نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تُو نے
جو معمور[۳] تھے وہ محل اب ہیں سُونے[۴]
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا[۵] ہے تماشہ نہیں ہے

ملے خاک میں اہلِ شاں کیسے کیسے
مکیں ہو گئے لامکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

اجل[۶] نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا
اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر اک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا
پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا
اجل تیرا کر دے گی بالکل صفایا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہی تجھ کو دُھن ہے رہوں سب سے بالا[۷]
ہو زینت نرالی ، ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

جب اس بزم[۸] سے دوست اُٹھ گئے اکثر
اور اُٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر

یہ ہر وقت پیشِ نظر — جب ہے منظر
یہاں پر تیرا دل بہلتا ہے کیونکر[۹]
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو
ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو
سمجھ لینا اب چاہئے خوب تجھ کو
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) ہرسُو : ہرطرف
(۲) رنگ و بُو : رونق
(۳) معمور : آباد
(۴) سُونے : ویران
(۵) جا : جگہ
(۶) اجل : موت
(۷) بالا : اوپر
(۸) بزم : محفل یعنی دنیا
(۹) کیونکر : کیسے

(۳) مُراقبۂ موت

(نوٹ: ہر شعر کے دونوں مصرے ایک ہی لائن میں
دیئے گئے ہیں لہٰذا اسی طرح سے پڑھے جائیں)

تُو برائے بندگی[۱] ہے یاد رکھ   بہرِ سر افگندگی[۲] ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ   چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تُو نے منصب[۳] بھی اگر پایا تو کیا   گنجِ سیم و زر[۴] بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصرِ[۵] عالیشاں بھی بنوایا تو کیا   دبدبہ بھی اپنا دکھلایا تو کیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر اور اسکندر و جم[6] چل بسے زال اور سُہراب و رُستم[7] چل بسے
کیسے کیسے شیر و ضیغم[8] چل بسے سب دِکھا کر اپنا دَم خم[9] چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پلتن[10] کیا کیا پچھاڑے موت نے سروقد[11] قبروں میں گاڑے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے تابکے[12] غفلت سحر[13] ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ[14] سفر ہونے کو ہے ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعتہً[15] سر پر جو آپہنچے اجل[16] پھر کہاں تُو اور کہاں دارالعمل[17]
جائے گا یہ بے بہا[18] موقع نکل پھر نہ ہاتھ آئے گی عمرِ بے بدل
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تُجھ کو غافل! فکرِ عقبیٰ[19] کچھ نہیں کھا نہ دھوکا، عیشِ دنیا کچھ نہیں
زندگیٔ چند روزہ کچھ نہیں کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہ لطف[20] وعیشِ دنیا چند روز ہے یہ دورِ جام و مینا[21] چند روز
دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز اب تو کر لے کارِ عقبیٰ چند روز
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرتِ[22] دنیائے فانی ہیچ ہے پیش[23] عیشِ جاودانی[24] ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی[25] ہیچ ہے چند روزہ زندگانی ہیچ ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دَم بدَم
سانس ہے اِک رہ رَوِ ملکِ عدم[26] دفعتہً اِک روز یہ جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن   قبر میں ہو گا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن   اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سب کے سب ہیں رہ روِ کوئے فنا[۲۷]   جا رہا ہے ہر کوئی سُوئے فنا[۲۸]
بہہ رہی ہے ہر طرف جُوئے فنا[۲۹]   آتی ہے ہر چیز سے بُوئے فنا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

چند روزہ ہے یہ دنیا کی بہار   دل لگا اِس سے نہ غافل! زینہار[۳۰]
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گزار   ہوشیار اے محوِ غفلت[۳۱]! ہوشیار
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور   جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور   قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کِس سے ٹالی جائے گی   جان ٹھیری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی   تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بزمِ[۳۲] عالَم میں فنا کا دور ہے   جائے عبرت ہے مقامِ غور ہے
تُو ہے غافل کیا یہ تیرا طور ہے   بس کوئی[۳۳] دن زندگانی اور ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت اَمراض گو تُو سہہ گیا   چارہ گر[۳۴] گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا   اک جہاں سَیلِ فنا[۳۵] میں بہہ گیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہو قبضے میں تیرے سیم و زر[۳۶]   لاکھ ہوں بالیں[۳۷] پہ تیرے چارہ گر
لاکھ تُو قلعوں کے اندر چھپ مگر   موت سے ہر گز نہیں کوئی مفر[۳۸]
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بَل[39] کام آئے گا — اور نہ یہ طولِ اَمَل[40] کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اَجَل[41] کام آئے گا — ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سرکشی زیرِ فلک[42] زیبا[43] نہیں — دیکھ جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے اِک دن بالیقیں[44] — چھوڑ فکرِ این و آں[45]، کر فکرِ دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بحرِ غفلت[46] یہ تیری ہستی[47] نہیں — دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر[48] دنیا ہے یہ بستی نہیں — جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تُو آرام کر — مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یادِ حق[49] دنیا میں صبح و شام کر — جس لئے آیا ہے تُو' وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث[50] — زائد از حاجات کمانا ہے عبث
دل کا دنیا سے لگانا ہے عبث — رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کے لئے انساں نہیں — یاد رکھ تُو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں[51] نہیں — بندگی کر تُو' اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر تُو جائے گا — عالمِ فانی سے دھوکا کھائے گا
یہ منقش[52] سانپ ہے ڈس جائے گا — رہ نہ غافل' یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفن خود صدہا کیے زیرِ زمیں — پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں[53]
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں — کچھ تو عبرت چاہیے نفسِ لعیں[54]

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یُوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ   آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیرِ حق سے قلب کو بیزار رکھ   موت کا ہر وقت اِستحضار[55] رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تُو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو   زندگی کا جان حاصل موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل[56] موت کو   یاد رکھ ہر وقت غافل موت کو
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تُو ہے اِس عبرت کدے[57] میں بھی مگن   گو ہے یہ دارُالمحن[58] بیت الحزن[59]
عقل سے خارج ہے یہ تیرا چلن   چھوڑ غفلت' عاقبت اندیش[60] بن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری غفلت ہے بے عقلی بڑی   مسکراتی ہے قضا[61] سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی   پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

گرتا ہے دنیا پہ تُو پروانہ وار[62]   گو تجھے جلنا پڑے انجامِ کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار   کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار[63]
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حَیف[64] دنیا کا تو ہو پروانہ تُو   اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تُو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تُو   اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ[65] تُو
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا   نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چَین کی بنسی بجا   اِنَّـهٗ قَدْ فَازَ فَوْزًا مَّنْ نَجَا[66]
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کج رَووں[67] کی یہ چمک اور یہ مٹک[68]   دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ اُن کا چھوڑ' ہاتھ اپنا جھٹک   بھول کر ہرگز نہ پاس اُن کے پھٹک
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تری مجذوبؔ حالت اور یہ سن[۲۹]   ہوش میں آ اب نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گن   کس کمر در پیش ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کر تو پیری[۲۷] میں نہ غفلت اختیار   زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار   کر بس اب اپنے کو مُردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تَرک اب ساری فضولیات کر   یُوں نہ ضائع اپنے تُو اوقات کر
رہ نہ غافل یادِ حق دن رات کر   ذکر و فکرِ ھادِمُ اللّذّات[۱۱] کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) برائے بندگی: اللہ کا کہنا مان کر چلنے کیلئے
(۲) بہرِ سرافگندگی: اللہ کے آگے سر جھکانے کیلئے
(۳) منصب: عہدہ
(۴) گنجِ سیم وزر: سونے چاندی کا خزانہ
(۵) قصر: محل
(۶) قیصر اور اسکندر وجم: شاہِ روم، سکندرِ اعظم اور جمشید بادشاہ۔ تینوں بڑے بادشاہ تھے
(۷) زال، سہراب اور رستم: مشہور پہلوانوں کے نام ہیں۔
(۸) شیرِ وضیغم: مراد بڑے بہادر
(۹) دم خم: طاقت
(۱۰) پیلتن: ہاتھی کے سے بدن والے یعنی بڑے طاقتور
(۱۱) سروقد: سرو کا سا قد یعنی سیدھا سڈول جسم
(۱۲) تابکے: کب تک
(۱۳) سحر: صبح
(۱۴) توشہ: زادِ راہ وہ کھانا جو مسافر ساتھ لے جائے
(۱۵) دفعۃً: اچانک
(۱۶) اجل: موت
(۱۷) دارالعمل: عمل کا گھر یعنی دنیا
(۱۸) بے بہا: بہت قیمتی
(۱۹) عقبیٰ: آخرت
(۲۰) لطف: مزہ
(۲۱) جام ومینا: شراب کا پیالہ اور صراحی
(۲۲) عشرت: عیش وآرام
(۲۳) پیش: کے مقابلے میں
(۲۴) عیشِ جاودانی: ہمیشہ کا عیش
(۲۵) شادمانی: خوشی
(۲۶) رہروِ ملکِ عدم: آخرت کی طرف چلانے والا
(۲۷) رہروِ کوئے فنا: فنا کی گلی کی طرف چلنے والے
(۲۸) سوئے فنا: فنا کی طرف
(۲۹) جُوئے فنا: فنا کی ندی
(۳۰) زِنہار: ہرگز
(۳۱) محوِ غفلت: غفلت میں ڈوبے ہوئے
(۳۲) بزم: محفل
(۳۳) کوئی: کچھ

(۳۴) چارہ گر : ڈاکٹر وحکیم
(۳۵) سیلِ فنا : فنا کا سیلاب
(۳۶) سیم وزر : سونا چاندی
(۳۷) بالیں : سرہانے
(۳۸) مفر : بھاگنے کا موقع
(۳۹) بل : طاقت
(۴۰) طولِ امل : لمبی امیدیں
(۴۱) ہنگامِ اجل : موت کے وقت
(۴۲) زیرِ فلک : آسمان کے نیچے
(۴۳) زیبا : اچھی
(۴۴) بالیقیں : یقینی طور پر
(۴۵) فکرِ این وآں : اِدھر اُدھر کی فکر
(۴۶) بہرِ غفلت : غفلت کے لئے
(۴۷) ہستی : زندگی
(۴۸) رہ گذر : گزرنے کا راستہ
(۴۹) یادِ حق : اللہ کی یاد
(۵۰) عبث : فضول
(۵۱) شایاں : مناسب
(۵۲) منقش : نقش ونگار والا
(۵۳) حق الیقیں : پورا پورا یقین
(۵۴) لعیں : قابلِ لعنت
(۵۵) احتضار : دھیان
(۵۶) عاقل : عقلمند
(۵۷) عبرت کدے : عبرت کی جگہ یعنی دنیا
(۵۸) دارالمحن : محنتوں کی جگہ
(۵۹) بیت الحزن : غموں کا گھر
(۶۰) عاقبت اندیش : انجام کو سوچ کر چلنے والا
(۶۱) قضا : موت
(۶۲) پروانہ وار : پروانوں کی طرح
(۶۳) شعار : طریقہ
(۶۴) حیف : افسوس
(۶۵) فرزانہ : عقلمند
(۶۶) اِنَّهٗ قَدْ فَازَ فَوْزاً مَّنْ نَجَا : وہ یقیناً کامیاب ہو گیا جس نے نجات حاصل کرلی۔
(۶۷) کج رووں : گمراہ لوگوں
(۶۸) چنگ اور ملک : بھرتی اور نازنخرہ
(۶۹) سِن : عمر
(۷۰) پیری : بڑھاپا
(۷۱) ہاذم اللذات : لذتوں کو مٹانے والی یعنی موت

نفع دنیا درحقیقت نفع نہیں
پاس کچھ بھی رہ جائے جو یہ وہ متاع نہیں
(از مصنف)

الحمدُ لِلّٰہ

ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے

چار چیونٹیاں چل رہی تھیں۔ چلتے چلتے ایک کاغذ پر پہنچیں جس پر ایک خوشخط تحریر لکھی تھی۔ پہلی چیونٹی نے کہا کہ کتنی خوبصورت تحریر ہے۔ دوسری نے کہا اری تحریر کی کیا تعریف کرتی ہے اُس قلم کی تعریف کر جس سے یہ خوبصورت تحریر لکھی گئی۔ تیسری نے کہا اری اُس قلم کی کیا تعریف کرتی ہے اُس ہاتھ کی تعریف کر جس نے وہ قلم چلایا۔ چوتھی نے کہا اری اُس ہاتھ کی کیا تعریف کرتی ہے اُس ہاتھ کے بنانے والے کی تعریف کر کہ کیسا ہاتھ بنایا جس سے ایسی خوبصورت تحریر لکھی گئی۔ بس اسی طرح سے ہر تعریف گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ ہی تک پہنچتی ہے کہ جس کے پاس جو جس انداز سے بھی ہے اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے' اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے ہی سے ملا ہے' وہ جس لمحہ چاہیں واپس لے لیں۔ اس لئے اپنی کسی بھی چیز پر فخر اور تکبر کرنا اور اُس کی وجہ سے اپنے کو اوروں سے برتر سمجھنا سخت احمقانہ بات ہے' ناشکری ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا نہ سمجھنے ہی کا نتیجہ ہے۔

دوسرا حصہ

حقیقی کامیابی کیسے حاصل کی جائے؟

قصہ محمود اور ایاز کا

سلطان محمود غزنوی کے دربار میں ایاز چونکہ تمام ارا کینِ سلطنت میں سب سے بڑھ کر دانا اور بادشاہ کا حد درجہ وفادار تھا لہٰذا پورے دربار میں بادشاہ کا سب سے زیادہ مقرب اور چہیتا تھا۔ بادشاہ کے ساتھ اس حد درجہ قرب کی وجہ سے دوسرے تمام ارا کینِ سلطنت ایاز کے ساتھ حسد کرنے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز اور بادشاہ کے پرانے نمک خوار ہیں مگر اس کے باوجود بادشاہ ایک ادنیٰ غلام ایاز کو ہم پر فوقیت اور ترجیح دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس حسد اور آپس کی ان چہ میگوئیوں کی خبر بادشاہ کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔

اس اعتراض کا جواب دینے کے لئے ایک روز سلطان محمود نے تمام ارا کینِ سلطنت کو دربار میں حاضری کا حکم دیا۔ مقررہ وقت پر جب تمام لوگ دربار میں جمع ہو گئے تو بادشاہ کو خبر دی گئی۔ بادشاہ دربار میں رونق افروز ہوا اور حکم دیا کہ کچھ قیمتی ہیرے، موتی، جواہرات اور دوسری قیمتی اشیاء شاہی خزانے سے نکال کر دربار کے بیچوں بیچ رکھ دی جائیں۔ جب سلطان کے حکم کی تعمیل ہو چکی اور شاہی خزانے کی کچھ قیمتی اشیاء لا کر دربار کے عین وسط میں رکھی جا چکیں تو سلطان نے حکم دیا کہ آج جو جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا وہ اُسی کی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس حکم کا سننا تھا کہ تمام ارا کینِ سلطنت نے فوراً اپنے ہاتھ قیمتی سے قیمتی اشیاء پر رکھ دیئے، مگر ایاز اپنی جگہ پر یونہی بے حس و

حرکت کھڑا رہا۔ اس پر بادشاہ نے پوچھا کہ اے ایاز! تمام لوگوں نے اپنے ہاتھ قیمتی سے قیمتی اشیاء پر رکھ دیئے کیا تُو کسی چیز کا طالب نہیں ہے؟ ایاز جیسے کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ بادشاہ کی یہ بات سن کر بادشاہ کے پیچھے کا آ کر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ حضور! کیا آپ اپنی اس بات پر قائم ہیں کہ آج جو جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا وہ اُسی کی ہو جائے گی؟ بادشاہ نے کہا ہاں۔ ایاز نے فوراً ہی بادشاہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ بادشاہ گو جانتا تھا مگر تمام ارا کینِ سلطنت پر اس بات کا بھید ظاہر کرنے کے لئے اُس نے ایاز سے پوچھا کہ ایاز یہ کیا؟ ایاز نے کہا کہ حضور! میں فقط آپ کا یعنی آپ کی رضا مندی وخوشنودی ہی کا طالب ہوں، اگر آپ میرے ہیں تو یہ تمام شاہی خزانہ میرا ہے اور اگر آپ ہی میرے نہیں ہیں تو پھر خزانہ شاہی میں سے بھی میں کسی چیز کا طلبگار نہیں ہوں۔

سلطان محمود اور ایاز کے ذکر کیے گئے اس قصے میں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی بندگی کا ایک بڑا درس موجود ہے۔ دیکھو تمام ارا کینِ سلطنت نے اپنی کم فہمی و کم عقلی کی وجہ سے نہایت ادنیٰ چیزوں کو اپنا مطلوب بنا لیا اور اُنہی کو حاصل کر لینے میں اپنی کامیابی سمجھ لی، لیکن ایاز نے اپنی دانائی اور بادشاہ کی اپنے دل میں حد درجہ محبت و عظمت کی وجہ سے ہر چیز سے اپنی نگاہ ہٹا کر صرف بادشاہ کی رضا مندی وخوشنودی ہی کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لیا۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بھی جو سمجھداری اور دانائی رکھنے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اپنے دلوں میں محبت اور عظمت رکھنے والے ہوتے ہیں وہ اپنی عقل و فہم سے کام لے کر اور ہر چیز سے نگاہ ہٹا کر خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا مندی وخوشنودی ہی کو اپنا مطلوب و مقصود بنا لیتے ہیں اور زندگی کے دن فقط اپنے محبوبِ حقیقی اور اپنے پروردگار رب العالمین کی رضا ہی کی طلب میں گزار دیتے

ہیں اور اُن کا دل بہ زبانِ حال یہی کہتا ہے کہ ـــــ

جو تُو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تُو نہیں میرا' تو کوئی شے نہیں میری

اور اُس محبوبِ حقیقی کی رضامندی اور خوشنودی کی طلب میں اگرچہ اپنی جان بھی چلی جائے تب بھی اُن دل یہی کہتا ہے کہ ـــــ

جان دی' دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مگر جیسے اُن کم عقل ارا کینِ سلطنت نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے نہایت ادنیٰ چیزوں کو اپنا مطلوب و مقصود بنالیا اور اُن کو حاصل کر لینے ہی میں اپنی کامیابی سمجھ لی بالکل اُسی طرح سے ہم نے بھی اپنی کم عقلی اور کم فہمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی کے علاوہ دوسری نہایت ادنیٰ اور بے حقیقت چیزوں کو اپنا مطلوب و مقصود بنالیا اور اپنی حقیقی کامیابی کے راستے سے بھٹک گئے۔

حقیقی کامیابی کیا ہے؟

جاننا چاہئے کہ' جیسا کہ کتاب کے پہلے حصے میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاچکا ہے' انسان کی حقیقی کامیابی صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے' اپنے پالنے والے اور اپنے مالکِ حقیقی کو جن کے ہاتھ میں اُس کا دنیا اور آخرت کا سبھی کچھ ہے راضی کرلے اور جو آخرت کی اُس کی ہمیشہ ہمیشہ کی دائمی زندگی پیش آنے والی ہے' جس کی جزا بھی اور جس کی سزا بھی دونوں ہی اُس کے وہم وگمان سے بہت بالاتر ہیں اُس ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی میں ناکامی سے بچ جائے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے

کامیاب ہو جائے یعنی جہنم سے محفوظ کردیا جائے اور جنت میں داخل کردیا جائے اور انسان کی حقیقی ناکامی یہ ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے پالنے والے کو جن کے ہاتھ میں اُس کا دنیا وآخرت کا سبھی کچھ ہے ناراض اور غضبناک کرلے اور اپنی اس چھوٹی سی دنیاوی زندگی کے بعد جو ہمیشہ ہمیشہ کی دائمی زندگی پیش آنے والی ہے اُس میں جہنم کے عذاب خانے میں داخل کردیا جائے۔ بس اِس کے علاوہ کامیابی اور ناکامی کے جو بھی نقشے ہم نے اپنے ذہنوں میں بسا رکھے ہیں وہ سب سراسر شیطان کا دھوکا ہیں جن کے پیچھے بھاگتے بھاگتے ہم اپنی پوری زندگی گزار دیتے ہیں حتیٰ کہ قبروں تک جاپہنچتے ہیں۔ اِسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے آیاتِ ذیل میں خوب واضح طور پر بیان کردیا ہے کہ:-

"اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ○ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○" (التکاثر ۱-۴)

"تم کو دھوکے میں ڈالنے والی چیزوں نے دھوکے میں ڈال دیا حتیٰ کہ تم نے قبریں جا دیکھیں' ہرگز نہیں تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا' پھر ہرگز نہیں تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا"

یعنی مرتے ہی تم پر سب حقیقت کھل جائے گی' لیکن پھر اُس وقت کا نہ تو ایمان لانا ہی تمہیں کچھ فائدہ دے گا اور نہ ہی تمہیں اِس دنیا میں پھر دوبارہ بھیجا جائے گا تا کہ اب نیک عمل کرلاؤ۔

حقیقی کامیابی کیسے ملتی ہے؟

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کو حقیقی کامیابی ملتی ہے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے سے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:۔

''جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کی تو اُس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی[1]۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے' اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدوں سے نکل جائے گا اُس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلّت کا عذاب ہوگا[2]۔'' ([1]الاحزاب ۷۱' [2]النساء ۱۳-۱۴)

فرمانبرداری کے لئے علم ضروری ہے

اور جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرنے کے لئے اس فرمانبرداری کو سیکھنا یعنی قرآن اور حدیث کا علم حاصل کرنا اشد ضروری ہے اور یہ علم حاصل کئے بغیر اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہرگز ہرگز صحیح طور پر ہو نہیں سکتی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ منہاج العابدین (صفحہ ۲۲) میں لکھتے ہیں کہ ''یہ جان لو کہ نجاتِ آخرت کے لئے سب سے بنیادی چیز 'علم' کا حصول ہے کیونکہ ہر چیز کی کامیابی کا دارومدار اسی علم پر ہے''۔ یہی وجہ ہے کہ علم حاصل کرنا ہر ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے اور اُس کا چھوڑنا گناہ ہے۔ اور یہ اس لئے کہ قرآن وحدیث میں وہ

تمام باتیں بیان کردی گئی ہیں جو ہر ہر اعتبار سے ہماری ہدایت ورہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم انہیں جانیں تاکہ اُن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کر کے دنیا اور آخرت دونوں میں ناکامی سے بچیں اور کامیاب ہوں۔

ہم خوب اچھی طرح سے یہ دیکھتے ہیں کہ دنیا کی ہر ہر لائن خواہ وہ دوکانداری ہو یا کارخانہ داری' کاروبار ہو یا سیاست' میڈیکل ہو یا انجینئرنگ' اکاؤنٹس ہو یا کمپیوٹر' خواہ کوئی بھی لائن ہو اُس لائن میں کامیاب ہونے کے لئے اُس لائن کا مخصوص علم حاصل کرنا ضروری ہے اور اُس علم کے حاصل کئے بغیر انسان اُس لائن میں ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتا۔ جبکہ دنیا کی یہ تمام لائنیں چھوٹی چھوٹی بلکہ بہت ہی چھوٹی ہیں' اس لئے کہ انسان کے خالق نے اُسے ان تمام لائنوں کے واسطے ہرگز پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اُسے محض اور محض اپنی فرمانبرداری کے واسطے پیدا کیا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم نے تم کو یونہی بیکار پیدا کردیا ہے[1]؟ ہم نے جنّوں اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں[2]'' (عربی زبان میں عبادت سے مراد ہے بندگی یعنی فرمانبرداری)۔ تو جس لائن کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے وہی دراصل اُس کی حقیقی اور بہت بڑی لائن ہے۔ تو بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی لائنوں کے اندر کامیاب ہونے کے لئے تو اُن کا مخصوص علم حاصل کرنا ضروری ہو اور بڑی اور حقیقی لائن کے لئے ضروری نہ ہو؟ ــــ ہرگز نہیں' بلکہ اُس لائن کا علم حاصل کرنا کہیں زیادہ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا ہر ہر مسلمان پر فرض کیا گیا ہے اور علم کی بہت زیادہ فضیلت قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں قرآنِ کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں علم کی اہمیت وفضیلت بیان کی جاتی ہے' اس کا بغور مطالعہ کیجئے۔

علم کی فضیلت ---قرآنِ کریم کی روشنی میں

– اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "(اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے' کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں[۳]؟ اللہ سے تو اُس کے بندوں میں ڈرتے وہی ہیں جو (عظمتِ الٰہیہ کا) علم رکھنے والے ہیں[۴]۔"

– علم ہی کی وجہ سے انسان اس قابل ہوتا ہے کہ ہر چیز کو خوب اچھی طرح سے جان پہچان سکے۔ جب قرآنِ کریم نازل کیا گیا تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ پچھلی آسمانی کتابوں کا علم رکھنے والے تھے وہ قرآنِ کریم کے بارے میں بھی فوراً یہ جان گئے کہ بے شک یہ اُن کے پروردگار ہی کا کلام ہے' جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے (اور وہ منصف مزاج بھی ہیں) وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ حق ہے' اور اللہ تعالیٰ کا جو غالب اور سزاوارِ تعریف ہے راستہ بتاتا ہے[۵]۔" اور پھر وہ علم رکھنے والے قرآنِ کریم کو کس درجہ پہچان گئے اور کس درجہ اِس پہچان کی وجہ سے اُن کے دلوں پر عظمتِ الٰہیہ کا اور عظمتِ کتابِ الٰہیہ کا اثر ہوا اِس کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں کو اِس سے پہلے علم دیا گیا ہے' اُنہیں جب یہ (قرآن) پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا[۶]۔"

– قرآنِ کریم میں اکثر جگہ پر اللہ تعالیٰ نے مثالیں بیان فرمائی ہیں۔ اُن کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ مثالیں ہم لوگوں کو سمجھانے کے لئے بیان کرتے ہیں

اور اِن کو سمجھتے تو وہی ہیں جو علم رکھنے والے ہیں[۷]۔"

– ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ تو اِس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم رکھنے والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اُس غالب (اور) حکمت والے کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں[۸]۔" ایک دوسری جگہ قرآنِ کریم کی آیاتِ متشابہات (یعنی ایسی آیات جن کے معنوں میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "جو لوگ علم میں دستگاہِ کامل رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اِن پر ایمان لائے' یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں[۹]۔" اِن دونوں آیاتِ شریفہ کے مطابق صحیح اور قوی ایمان رکھنے والے لوگ بھی دراصل وہی ہوتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔

– اللہ تعالیٰ علم والوں کے درجے بلند کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو لوگ تم میں سے ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ (ضرور) اُن کے درجے بلند کرے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے[۱۰]۔"

– اور چونکہ دنیا اور آخرت دونوں ہی جگہوں کے لئے علم انسان کی سخت ضرورت کی چیز ہے اِس لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور دعا کیا کرو کہ میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم عطا کیجئے[۱۱]۔"

([۱]المومنون ۱۱۵ ، [۲]الذٰریٰت ۵۶ ، [۳]الزمر ۹ ، [۴]فاطر ۲۸ ، [۵]سبا ۶ ، [۶]الاسراء ۱۰۸-۱۰۷ ، [۷]العنکبوت ۴۳ ، [۸،۹]آل عمران ۷، ۱۸ ، [۱۰]المجادلۃ ۱۱ ، [۱۱]طٰہٰ ۱۱۴)

علم کی فضیلت---احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

- ''(دین کا) علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے[1]۔
- کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جس پر علم کا حاصل کرنا فرض نہ ہو[2]۔
- علم حاصل کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے[3]۔
- علم جنت کے راستوں کا نشان ہے[4]۔
- ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لینا نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور ایک باب علم کا سیکھ لینا' خواہ اُس وقت اُس پر عمل ہو یا نہ ہو' ہزار رکعات نوافل پڑھنے سے بہتر ہے[5]۔
- ایک علم رکھنے والا شیطان پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے[6] (یعنی ایک ہزار عبادت گزاروں کو گمراہ کرنا اور جہنم کا نوالہ بنا دینا شیطان کے لئے آسان ہے مگر ایک علم رکھنے والے کو گمراہ کرنا اُس کے لئے مشکل کام ہے)۔
- مومن بھلائی یعنی علم سے کبھی سیر نہیں ہوتا' وہ علم کی باتوں کو سن (اور پڑھ) کر سیکھتا رہتا ہے (یہاں تک کہ اُس کی موت کا وقت آجاتا ہے) اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے[7]۔
- جو شخص خیر کی بات سیکھنے یا سکھانے ہی کے لئے مسجد جائے تو اُس کا ثواب اُس حاجی کے ثواب کی مانند ہے جس کا حج کامل ہو[8]۔
- علم حاصل کرنے والے کو خوش آمدید ہو! علم حاصل کرنے والے کو فرشتے اپنے پروں سے گھیر لیتے ہیں اور پھر اس کثرت سے آ کر اوپر تلے جمع ہوتے رہتے ہیں

کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں اور وہ اُس علم کی محبت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں جس کو وہ طالب علم حاصل کر رہا ہوتا ہے[9]۔

- جس نے جہالت سے عبادت کی (یعنی قرآن وحدیث کی باتیں پڑھنے یا سننے کو چھوڑ کر عبادتوں میں لگا ہوا ہو) تو اُس کی عبادتوں سے اُس کے اندر اصلاح سے زیادہ فساد کی شکلیں پیدا ہوتی ہیں[10]۔ (مثلاً آدمی میں تکبر بھر جاتا ہے)
- جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اور صحیح بات اُس کے دل میں ڈالتے ہیں[11]۔ (اور دین کی سمجھ علم حاصل کرنے ہی سے پیدا ہوتی ہے)
- بعض علم رکھنے والے علم کی سمجھ بُوجھ نہیں رکھتے (یعنی اُس علم کے ساتھ جو دین کی سمجھ بُوجھ ہونی چاہئے اُس سے خالی ہوتے ہیں) اور جس کا علم اُسے فائدہ نہ پہنچائے تو اُس کی جہالت اُسے نقصان پہنچائے گی[12]۔ (حاصل یہ کہ علم حاصل کرتے وقت اُن باتوں پر غور وفکر کر کے اُن کی سمجھ بُوجھ بھی حاصل کرنی چاہئے کیونکہ حقیقی نفع اسی سمجھ بُوجھ سے ہوتا ہے ورنہ محض ظاہری علم ہو اور اُس کی سمجھ بُوجھ نہ ہو تو وہ جہالت ہی کے زمرے میں آتا ہے)
- دین میں سمجھ حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں[13]۔
- تم میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو تم میں سب سے اچھے اخلاق والے ہیں جب کہ ساتھ ساتھ اُن میں دین کی سمجھ بھی ہو[14]۔''

ایک حدیث شریف کے مطابق علم کی اشاعت یعنی علم کو پھیلانا صدقہ جاریہ ہے یعنی اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی جاری رہتا ہے[15]۔

([1] تا [9] کیمیائے سعادت ۱۰۸-۱۰۵ ' [11]'[12]'[13] تنبیہ الغافلین ۳۷۰-۳۶۸ ' [10] مخزنِ اخلاق ۱۸)

۱۵،۱۴،۱۲،۱۱،۹-۵ منتخب احادیث ۳۲۸-۳۰۵)

علم کو عبادت پر مقدم کیا جائے

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بتا دیں کہ آپ آج شام کو فوت ہو جائیں گے تو آپ اُس دن کیا کام کریں گے؟ فرمایا طلبِ علم میں گزار دوں گا'۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ منہاج العابدین (صفحہ ۲۳) میں لکھتے ہیں کہ ـــــ

''چنانچہ یہ بات متعین ہوگئی کہ بندے کے لئے علم اور عبادت دونوں ہی ضروری ہیں لہٰذا دونوں پر عمل کرے لیکن علم کو مقدم کرے اور ترجیح دے کیونکہ وہ رہبر اور رہنما ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ علم امام ہے عمل کا اور عمل اُس کا تابع ہے۔ (یعنی عمل کے لئے علم ضروری ہے اور علم کے بغیر صحیح عمل نہیں ہو سکتا)''۔

ایک دوسری جگہ (صفحہ ۲۷) لکھتے ہیں کہ ـــــ

''یہی وجہ ہے کہ امت کے تمام بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ علم کے حصول کے لئے کوشاں رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا تمام تر مدار اور جز در حقیقت علم ہی ہے' اور اربابِ بصیرت' اصحابِ علم و توفیق اسی علم کو بنیاد سمجھتے رہے۔ اس ساری بحث کا حاصل یہ نکلا کہ علم کو عبادت پر مقدم کیا جائے''۔

لیکن یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارا امت کا اکثر و بیشتر کا یہ حال ہے کہ ہم علم سے بالکل بے نیاز ہو کر چل رہے ہیں۔ امت کا اکثر و بیشتر طبقہ نماز ایسی فرض عبادت کی ادائیگی بھی نہیں کرتا ۔نہایت قلیل طبقہ ہے جو نماز پڑھتا ہے۔ اُن نماز پڑھنے والوں میں سے بھی ایک قلیل طبقہ ایسا ہے جو فرض نماز کے علاوہ کچھ اور عبادات مثلاً

نفل نمازوں' ذکر' تلاوت یا تبلیغ وغیرہ میں بھی لگا ہوا ہے اور ایسا طبقہ ''دیندار'' کہلاتا ہے۔ یہ دیندار طبقہ بھی اکثر و بیشتر علم سے بے نیاز ہو کر چل رہا ہے۔ اگر کچھ لوگ ہیں جو کہ قرآن و حدیث سے کچھ واسطہ رکھتے ہیں تو اُن کا یہ تعلق بہت ہی تھوڑا اور ناکافی ہے۔ الغرض وہ طبقہ جو صحیح طور پر علم سے واسطہ رکھ کر چل رہا ہے اس قدر تھوڑا ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ حقیقی دینداری ہرگز یہ نہیں بلکہ ہمیں علم کو نہ صرف ساتھ ساتھ لے کر چلنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ علم کو عبادت پر مقدم رکھنے اور فوقیت دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ علم کو اس طرح سے چھوڑ دینے کے نہایت بھیانک نتائج جو برآمد ہونے تھے وہ ہوئے اور وہ یہ کہ ہمارے اعمال و عبادات وغیرہ سب کچھ انتہائی حد تک بگڑ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق دیں اور علم کو عبادات پر مقدم رکھ کر چلنے کی توفیق دیں کیونکہ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی مضمر ہے۔ (تنبیہ الغافلین ۳۶۹)

علم صحیح نیت کے ساتھ حاصل کیا جائے

لیکن یہاں اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علم حاصل کرتے وقت اُس کی نیت کا صحیح رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ آنحضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اعمال کا دارومدار اُن کی نیتوں پر ہے!''۔ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے اور اپنی آخرت کو بنانے ہی کی نیت سے علم حاصل کرے تو پھر وہ علم اُس کے لئے ضرور ہدایت اور اعمال کی درستگی کا باعث بنتا ہے بلکہ اُس علم حاصل کرنے والے کے ذریعے اوروں کو بھی ہدایت ملا کرتی ہے۔ لیکن اگر علم کسی غلط نیت مثلاً محض

اپنا ذریعہِ معاش بنانے ہی کی خاطر یا لوگوں میں عزت اور بڑائی حاصل کرنے کے جذبے سے یا کسی اور دنیاوی غرض و غایت ہی سے حاصل کیا جائے تو پھر وہ علم ہدایت اور اعمال کی درستگی کا باعث بننے کے بجائے گمراہی' اعمال کے بگاڑ اور تکبر ہی کو جنم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غلط نیت کے ساتھ علم حاصل کرنے والے کے لئے بڑی سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور مقصد (مثلاً عزت' شہرت' مال وغیرہ) کے لئے حاصل کیا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (یعنی اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے) [۲]۔'' اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔ اور فرمایا کہ ''علماء پر بڑائی جتانے' بیوقوفوں سے جھگڑنے یعنی نا سمجھ عوام سے الجھنے اور مجلسیں جمانے کے لئے علم حاصل مت کرو' جو شخص ایسا کرے گا تو اُس کے لئے آگ ہے آگ [۳]۔'' مجلسیں جمانے کے لئے علم حاصل مت کرو سے مطلب یہ ہے کہ علم کے ذریعے سے لوگوں کو اپنی ذات کی طرف ہرگز متوجہ نہ کرو۔

یہاں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بچپن کا ایک واقعہ تحریر کئے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ بادشاہِ وقت نے جو کہ بہت ہی نیک اور دانا تھا ایک دارالعلوم قائم کیا۔ کچھ عرصے بعد یہ خیال دل میں آیا کہ میں نے ایک دارالعلوم قائم کیا ہے وہاں جا کر یہ دیکھنا چاہئے کہ کیسا کام ہو رہا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے دارالعلوم کا دورہ کیا۔ دانا اور عقلمند شخص کی نظر ہر معاملے کی جڑ اور بنیاد تک پہنچتی ہے۔ بادشاہ نے کمروں میں جا کر بچوں سے یہ سوال کیا کہ بیٹا آپ علم کیوں حاصل کر رہے ہیں؟ ایک بچے نے یہ جواب دیا کہ میں عالم بننا چاہتا ہوں' ایک نے جواب دیا میں پیش امام بننا چاہتا ہوں' ایک نے جواب دیا کہ میں مفتی بننا چاہتا ہوں' ایک نے جواب دیا کہ میں قاضی (یعنی جج) بننا چاہتا ہوں' الغرض سب نے دنیاوی منصب وغیرہ بتا دیئے کہ ہم ان کی وجہ سے علم حاصل کر رہے

ہیں۔ ایک بچے سے بادشاہ نے جب یہ پوچھا کہ بیٹا آپ علم کس لئے حاصل کر رہے ہیں تو اُس نے جواب دیا کہ میں یہ علم صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے حاصل کر رہا ہوں۔

جو تُو میرا تو سب میرا' فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تُو نہیں میرا' تو کوئی شے نہیں میری

بادشاہ دارالعلوم کے مہتمم (یعنی بڑے) کے پاس گیا اور اُس سے کہا کہ اگر ایک یہ بچہ جس نے یہ جواب دیا کہ میں علم محض اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے ہی کے لئے حاصل کر رہا ہوں اگر یہ یہاں نہ ہوتا تو میں اِس دارالعلوم کو بند کروا دیتا۔ آخر اِن بچوں کو کیوں یہ بات نہیں سکھائی گئی کہ علم حاصل کرنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہوتا ہے اور جس بندے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتے ہیں تو پھر وہ ضرور دنیا اور آخرت دونوں جگہ اُس کے معاون و مددگار ہوتے ہیں اور وہ جہنم سے بچ جاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں چلا جاتا ہے اور اس طرح حقیقی کامیابی حاصل کرتا ہے۔ لیکن محض اس ایک بچے کی وجہ سے میں اس دارالعلوم کو بند نہیں کروا رہا بلکہ قائم رکھ رہا ہوں کیونکہ یہ بچہ یہاں تعلیم پا رہا ہے۔ یہی سعادت مند بچہ بڑا ہو کر عالمِ اسلام کے ایک بہت بڑے پائے کے عالم اور نہایت برگزیدہ ہستی شیخ الاسلام ابوحامد امام محمد غزالی بنے جنہوں نے تبلیغ اور احیائے دین کا زبردست کام کیا اور اسلام کی بڑی ہی گرانقدر تصانیف تحریر کیں اور جن کی تصانیف مکاشفۃ القلوب' کیمیائے سعادت' منہاج العابدین اور تبلیغ دین سے اس کتاب کی تالیف میں بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

نیت صاف منزل آسان۔ حقیقت تو یہ ہے کہ چلنے کا رخ جب صحیح ہوتا ہے تو پھر انسان ضرور اپنی منزل تک پہنچتا ہے۔ جب انسان اپنا رخ اپنی منزل کی طرف کر کے قدم

اُٹھاتا ہے تو پھر اُس کا ہر قدم اُسے منزل سے قریب تر کرتا چلا جاتا ہے اور وہ یقینی طور پر اپنی منزل کو پالیتا ہے۔ لیکن اگر چلنے کا رخ ہی صحیح نہ ہو تو باوجود بہت سا چلنے کے پھر انسان اپنی منزل تک نہیں پہنچ پاتا۔ تو اِس لئے علم حاصل کرنے میں اُس کی نیت کا صحیح رکھنا بھی ضروری ہے۔ پھر ضرور یہ علم باعثِ ہدایت بنتا ہے' اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا سبب بنتا ہے' اعمال کی درستگی کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ اُس علم حاصل کرنے والے کے ذریعے پھر اور بھی بہت سوں کو ہدایت ملا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح نیت کے ساتھ علم حاصل کرنے کی توفیق دیں کیونکہ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی پوشیدہ ہے۔ ([1,2,3] منتخب احادیث ۳۲۶، ۶۷۶، ۶۳۹)

علم میں سب سے پہلی چیز---قرآن

جب یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ میں آگئی کہ دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کے لئے صحیح نیت کے ساتھ دین کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تو یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ علم حاصل کرنے میں سب سے پہلی اور سب سے ضروری چیز قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھنا اور اُس میں غور کرنا ہے اور اسی کے لئے یہ نازل بھی کیا گیا ہے۔ ذیل میں قرآنِ کریم کی فضیلت ارشاداتِ الٰہی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں بیان کی جاتی ہے۔ اِس کا بغور مطالعہ کیجئے۔

قرآنِ کریم کی فضیلت---ارشاداتِ الٰہی کی روشنی میں

- حق تعالیٰ شانہٗ قرآنِ کریم کے شروع ہی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ یہ اللہ کا کلام ہے)[1]۔'' یعنی سب سے پہلے تو خوب اچھی طرح سے تم یہ یقین کرلو کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے کیونکہ تبھی تمہیں اس سے بھرپور طریقے سے نفع بھی ہوگا۔
- اور چونکہ یہ پروردگارِ عالَم ہی کا کلام ہے اِس لئے تمام کی تمام مخلوقات مِل کر بھی اِس جیسی کتاب نہیں بنا سکتیں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''(اے پیغمبر!) کہہ دو ک اگر انسان اور جن اِس بات پر جمع ہو جائیں کہ اِس قرآن جیسا بنا لائیں تو اِس جیسا نہ لاسکیں اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی ہوں[2]۔''
- اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو جس طرح سے چاہا لفظ بہ لفظ اُسی طرح سے حضور سرو کائنات ﷺ تک اور پھر آج تک کے انسانوں تک پہنچایا اور قیامت تک بالکل اُسی طرح سے پہنچانے کا وعدہ ہے۔ قرآنِ کریم میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اِس (قرآن) کو امانت دار فرشتہ لے کر اُترا ہے[3]۔'' یعنی یہ مت سمجھنا ک جس فرشتے (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کے ذمّے اِس قرآن کا پہنچانا تھا اُس نے پہنچانے میں کسی قسم کی بھی کوئی غلطی کردی ہوگی' بلکہ وہ فرشتہ امانت دار تھا اور اُس نے جس طرح سے ہمارا حکم تھا بالکل ٹھیک اُسی طرح سے قرآن ک اُتارا۔ شروع شروع میں جب حضرت جبرائیل امین کوئی بھی وحی لاتے تو اما الانبیاء ﷺ اس فکر میں کہ کہیں وحی جمع کرنے میں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے جلدی جلدی وحی کے الفاظ کو دہرانے لگتے تاکہ اُنہیں یاد ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ک

طرف سے یہ ارشاد فرمایا گیا کہ "(اے پیغمبر!) وحی کے (یاد کرنے کے) لئے اپنی زبان نہ چلانے لگا کرو تا کہ تم کو وحی جلدی سے یاد ہو جائے' اس کا جمع کرنا اور (تمہیں) پڑھانا ہمارے ذمے ہے[۴]۔" پھر یہی نہیں بلکہ چونکہ قرآنِ کریم اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے ہدایت کی آخری کتاب ہے لہٰذا اللہ ربّ العالمین نے جو ہر چیز پر قدرت رکھنے والے رب ہیں قیامت تک کے انسانوں تک اس عظیم کتاب کو لفظ بہ لفظ پہنچانے کا وعدہ فرمایا ہے برعکس پچھلی آسمانی کتابوں کے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "بے شک یہ کتاب نصیحت ہمیں نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں[۵]۔" ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ "اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں[۶]۔"

- قرآنِ کریم کیا ہے اس بارے میں حق سبحانہٗ و تقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ "لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آچکی ہے[۷]۔ (یہ قرآن) لوگوں کا رہنما ہے اور (اس میں) ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور (یہ حق و باطل کو) الگ الگ کردینے والا ہے[۸]۔ (اور) یہ (قرآن) لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں[۹]' وہ راستہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے[۱۰]' تا کہ (اللہ تعالیٰ) تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے' بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے[۱۱]۔ یہ قرآن تو نصیحت ہے' تو جو چاہے اپنے پروردگار تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرلے[۱۲]۔"
- اور قرآنِ کریم کیسی ہدایت کی کتاب ہے اس بارے میں بالکل صاف اور واضح

طور پر یہ ارشاد فرمادیا ہے کہ "ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے[۱۳]؟ وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح (المطالب) آیتیں نازل کرتا ہے[۱۴]۔ ہم نے قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں[۱۵]' اور ہم نے قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے طرح طرح کی مثالیں (بھی) بیان فرمائی ہیں[۱۶]۔"

- یہ عظمت والی کتاب کس لئے نازل کی گئی اور اس کے بھیجے جانے کا کیا مقصد ہے اس بارے میں حق تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ کتاب جو (اے پیغمبر) ہم نے تم پر نازل کی ہے بڑی بابرکت ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تا کہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں[۱۷]۔" اور اسی لئے یہ حکم فرماتے ہیں کہ "اپنے پروردگار کی کتاب جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو' اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں' اور اس کے سوا تم کہیں پناہ بھی نہیں پاؤ گے[۱۸]۔" اور چونکہ قرآنِ کریم کے بھیجے جانے کا اصل مقصد ہی یہی ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور نصیحت پکڑیں اور اس طرح براہِ راست اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے ہدایت حاصل کریں اس لئے جو طبقہ قرآنِ کریم کو سمجھ کر نہیں پڑھتا اور اس کی باتوں میں غور نہیں کرتا اُس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "بھلا یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے؟[۱۹]"
- اور قرآنِ کریم پر ایمان رکھنے والا درحقیقت اُنہی لوگوں کو فرماتے ہیں جو قرآنِ کریم کو ہدایت کی نیت سے سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جن لوگوں کو ہم نے قرآن عنایت کیا ہے وہ اُس کو پڑھتے رہتے ہیں جیسا کہ اُس کے پڑھنے کا حق ہے' (اور) یہی اُس پر ایمان رکھنے والے ہیں[۲۰]۔" اور کیسا اُن کے

دلوں پر اس قرآن کی باتوں کا اثر ہوتا ہے اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور جب (یہ لوگ) اُس (قرآن) کو (پڑھتے یا) سنتے ہیں جو (سب سے آخری) رسول پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں' یہ اس لئے کہ اُنہوں نے حق بات پہچان لی' اور وہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ دے[۲۱]۔" ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "(اس کتاب کی تاثیر یہ ہے کہ) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اس (کے پڑھنے یا سننے) سے اُن کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں' پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف لگ جاتے ہیں' یہی اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے[۲۲]۔" اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ کریم کو ہدایت کی نیت سے سمجھ کر پڑھنے اور اُس کے ذریعے دنیا اور آخرت کی برکات کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثمہ آمین۔

([۱،۸،۲۰]البقرہ ۱۲۱، ۱۸۵، ۲ ؛ [۲،۱۰،۱۵]الاسراء ۸۹، ۹، ۸۸ ؛ [۳]الشعراء ۱۹۳ ؛ [۴]القیامہ ۱۷، ۱۶ ؛ [۵]الحجر ۹ ؛ [۶،۱۶،۱۸]الکھف ۲۷، ۵۴، ۲۷ ؛ [۷]یونس ۵۷ ؛ [۹]الجاثیہ ۲۰ ؛ [۱۱،۱۳]الحدید ۹ ؛ [۱۲]المزمل ۱۹ ؛ [۱۳]القمر ۱۷ ؛ [۷]ص ۲۹ ؛ [۱۹]النساء ۸۲ ؛ [۲۱]المائدہ ۸۳ ؛ [۲۲]الزمر ۲۳)

قرآنِ کریم کی فضیلت ---ارشاداتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:-

- "تم لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب اُس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود اللہ تعالیٰ ہی سے نکلی ہے یعنی قرآنِ کریم[۱]۔

- (حدیثِ قدسی میں ارشاد فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اُسے دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو سارے کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی خود اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر[۲]۔
- قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن شریف سے بڑھ کر کوئی بھی سفارش کرنے والا نہیں ہوگا' نہ کوئی نبی' نہ فرشتہ اور نہ ہی کوئی اور[۳]۔
- قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ' علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ' فرض احکام سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ[۴]۔
- تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھائے[۵]۔
- جو شخص قرآن شریف پڑھے' اُسے سیکھے اور اُس پر عمل کرے' اُس کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور کا بنا ہوا ہوگا' اُس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح ہوگی۔ اُس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یہ جوڑے ہمیں کس وجہ سے پہنائے گئے ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے بدلے میں[۶]۔
- قرآنِ کریم کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام کیا کرو' اس عمل سے آسمانوں میں تمہارا ذکر ہوگا اور یہ عمل زمین میں تمہارے لئے ہدایت کا نور ہوگا[۷]۔
- قرآنِ کریم کے معانی میں غور کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ[۸]۔
- قرآنِ کریم کو تم (حقیقت میں) اُس وقت تک پڑھنے والے (شمار) ہوگے جب تک وہ تمہیں (گناہوں اور برائیوں سے) روکتا رہے اور اگر وہ تمہیں نہ روکے تو تم اُس کو (حقیقت میں) پڑھنے والے ہی نہیں (اور قرآن تمہیں اُسی وقت

برائیوں سے روکے گا جب تم اُسے سمجھ کر پڑھو گے اور اُس کی باتوں میں غور کرو گے)[۹]۔

— جب تم قرآن کو پڑھو تو رویا کرو' اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل ہی بنالو[۱۰]۔

— اللہ تعالیٰ اس قرآن شریف کی وجہ سے بہت سے لوگوں کے مرتبے بلند فرماتے ہیں اور بہت سوں کے مرتبے گھٹاتے ہیں (یعنی جو لوگ اس پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرماتے ہیں اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ اُن کو ذلیل کرتے ہیں)"[۱۱]۔

— حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور یہ دعا دی: یا اللہ! اِسے قرآن کا علم عطا فرما دیجئے"[۱۲]۔

— دو واعظ (یعنی وعظ و نصیحت کرنے والے) چھوڑ کر جارہا ہوں' ایک بولتا ہوا اور دوسرا خاموش' بولتا ہوا واعظ قرآن ہے اور خاموش واعظ موت کی یاد[۱۳]۔

— میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں' جب تک تم اُنہیں تھامے رکھو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے' قرآن اور میری سنت (یعنی حدیث)"[۱۴]۔

— حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ (آنے والے زمانے میں) بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضور ﷺ نے پوچھا اُن سے بچنے کی کیا صورت ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ 'قرآن'[۱۵]۔

([۱۲-۹،۷-۴،۲،۱] منتخب احادیث ۳۳۵-۳۰۵ ، [۱۵،۸،۳] فضائل اعمال ۲۵۹،۲۴۶،۲۵۵، [۱۳] مکاشفۃ القلوب ۱۳۱ ، [۱۴] تنبیہ الغافلین ۴۷۸)

قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھنا ---اللہ تعالیٰ کی محبت کا تقاضہ

درحقیقت قرآنِ کریم ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ حق سبحانہٗ وتقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نعمتیں بخشی ہیں اور تم پر جو کتاب اور دانائی کی باتیں نازل کی ہیں جن سے وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے اُن کو یاد کرو[۱]۔" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں میں قرآنِ کریم کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا ہے کہ دیکھو ہماری نعمتوں میں قرآن کی نعمت سب سے بڑھ کر ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ ہم پر ہر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں جن کے بارے میں ہم کبھی سوچتے بھی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو شمار نہ کر سکو گے[۲]۔" ہمارا بالکل بھی کوئی وجود نہ تھا' اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں وجود بخشا' چلنے پھرنے بولنے سمجھنے کے قابل کیا' طرح طرح کی صلاحیتوں سے نوازا اور زندگی میں جو جس انداز سے بھی آج تک ہمیں حاصل ہوا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی نے ہمیں دیا۔ روزانہ اللہ تعالیٰ ہمیں کھلا رہے' پلا رہے' پہنا رہے اور بہت سی نعمتیں عطا فرما رہے ہیں۔ جب کوئی کسی پر احسان کرتا ہے تو احسان کرنے والے کی محبت خود بخود اُس کے دل میں آتی ہے جس پر احسان کیا گیا ہو۔ اِن تمام نعمتوں کا تو یہ تقاضہ تھا کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت شدید ہوتی۔ اللہ تعالیٰ خود یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو ایمان والے ہیں اُن کو تو سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے[۳]۔" اور جب کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو اُس کے خط یا تحریر سے بھی اُس کو ویسی ہی محبت ہوتی ہے اور جاننے والے یہ جانتے ہیں کہ محبوب کے خط یا تحریر کی محبت کرنے والے کے نزدیک جو کہ دل دے بیٹھا ہے کیا وقعت کیا قدر و قیمت ہوتی ہے اور اُس کے

ساتھ اُس کی فریفتگی کا کیا عالم ہوتا ہے۔ یہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا خط ہے ہمارے نام ۔ہاں ہمارے نام' جس میں اُنہوں نے ہم سے باتیں کی ہیں۔ حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ اُن کے کلام کی دل میں محبت ہو۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب قرآنِ پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تو زبان پر جاری ہوجاتا هٰذَا كَلَامُ رَبِّي ' هٰذَا كَلَامُ رَبِّي یہ میرے رب کا کلام ہے' یہ میرے رب کا کلام ہے اور بے ہوش ہو کر گر جاتے[۴]۔

محبوب تو پھر محبوب ہے' ایک اچھے اور چاہنے والے دوست ہی کے خط کی انسان کے نزدیک بڑی وقعت بڑی قدر و قیمت ہوا کرتی ہے۔ تورات سے احیاء میں نقل کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اے میرے بندے! تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی۔ تیرے پاس راستے میں کسی دوست کا خط آجاتا ہے' تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے' الگ کو بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے' ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ تک پہنچی ہے' میں نے اس میں (تیری ہی رہنمائی کے لئے) سب کچھ بیان کر دیا ہے' بعض اہم باتوں کو طرح طرح سے بار بار بیان کیا ہے تاکہ تو اُن پر غور کرے اور تو میری اس کتاب سے یوں بے پرواہی اختیار کرتا ہے۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی کمتر ہوں؟ اے میرے بندے! تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن اُن کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے' کان لگاتا ہے' غور کرتا ہے' کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے تو تو اشارے سے اُسے روکتا ہے' منع کرتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں تو تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا' کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی حقیر ہوں؟[۵]''

([۱،۳] البقرہ۱۶۵، ۲۳۱ ' ۱۳ابراہیم ۳۴) ([۴،۵] فضائل اعمال ۲۳۷،۲۱۲-۲۰۹)

قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھنا --- دنیا اور آخرت کی کامیابی کیلئے ضروری

دوسری طرف چونکہ قرآنِ کریم کے بھیجے جانے کا اصل مقصد ہی اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بیان فرما دیا ہے کہ ہم لوگ اُسے سمجھ کر پڑھیں اور اُس کی باتوں پر غور کریں تاکہ نصیحت پکڑیں اور اس ہدایت کی کتاب سے ہدایت حاصل کریں تاکہ دونوں جہان کی ناکامی سے بچیں اور دونوں جہان میں کامیاب ہوں' جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ پہلے گزر چکا ہے کہ ''یہ کتاب جو (اے پیغمبر) ہم نے تم پر نازل کی ہے بڑی بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت پکڑیں'' اس لئے بھی ہمارے لئے یہ بات لازم ہے' نہایت ضروری ہے اور اس کے سوا ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں کہ قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھیں اور اُس کی باتوں پر غور کریں تاکہ اُس سے ہدایت حاصل کر سکیں۔ اِسی لئے آنحضور سرورِ کائنات ﷺ نے بھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہمیں یہ حکم فرمایا ہے کہ ''قرآنِ کریم کے معانی میں غور کیا کرو تاکہ فلاح پاؤ'' (اور فلاح کا لفظ دونوں جہان کی کامیابی کے لئے استعمال ہوتا ہے)۔ قرآنِ پاک کے سیکھنے میں بھی ادنیٰ درجہ اُس کے الفاظ کا سیکھنا ہے اور اعلیٰ اور حقیقی درجہ اُس کے معانی کا سیکھنا ہے[۱]۔ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''اگر علم چاہتے ہو تو قرآنِ پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اِس میں اولین و آخرین کا علم ہے[۲]۔'' حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تبلیغِ دین (صفحہ ۳۰) میں لکھتے ہیں کہ ـــ

''اگر قرآن شریف کے معانی سمجھ سکتے ہو تو کوئی بھی آیت بغیر سمجھے تلاوت نہ

کرو۔ ختمِ قرآن کی تعداد بڑھانے کا خیال مت کرو کہ چاہے سمجھو یا نہ سمجھو مگر تمام ہو جائے کہ اتنے قرآن شریف ختم کر لئے۔ یادرکھو! کہ اگر تم سوچ سمجھ کر ایک ہی آیت کو رات بھر پڑھتے جاؤ گے تو یہ پچاس قرآن شریف ختم کرنے سے بہتر ہے"۔

ثابت ہو گیا کہ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھنا' اگر عربی زبان نہ آتی ہو' تو نہایت ضروری ہے' تا کہ آدمی قرآن کی باتوں کو سمجھ کر اور اُن پر غور کر کے قرآن سے ہدایت حاصل کر سکے اور زندگی میں اُس کو اپنا رہنما بنا سکے۔ سوچنے کی بات ہے' کیا ترجمہ کرنے والوں نے اپنی زندگیوں کی زندگیاں اِس مقدس کتاب کا ترجمہ کرنے پر اسی لئے کھپا دیں کہ ہم اسی طرح قرآن کو سمجھ کر پڑھنے اور اُس سے ہدایت لینے سے بالکل بے نیازی کی حالت میں رہیں؟ کس قدر دکھ کی بات ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "تم سب مل کر اللہ تعالیٰ کی (ہدایت کی) رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا [3]۔" اور اللہ کے نبی ﷺ نے بھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہمیں یہ فرما دیا ہے کہ "میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں' جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے' قرآن اور میری سنت"۔ آج' اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کریں' ہم نے اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات کا کوئی پاس لحاظ نہیں کیا اور ہم نے قرآن کو بُری طرح سے چھوڑ رکھا ہے۔ ہمارا پوری امت کا آج قرآن سے رشتہ صدیوں سے ٹوٹا ہوا ہے۔ ہم دل میں یہ ایمان رکھنے کے باوجود کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے' اُسے سمجھ کر پڑھنے اور اُس سے ہدایت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ نہایت دکھ کے ساتھ میرا اس بارے میں یہ شعر ہے کہ ـــــ

ہمارا یقیں ہے' اور کتابِ ہدایت گو ہم اِس کو کہتے ہیں
تا حیات ہدایت قرآں سے لینے سے' مگر ہم غافل رہتے ہیں

ہمارا یقین بھی ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے اور ہم یہی کہا بھی کرتے ہیں کہ یہ ہدایت کی کتاب ہے لیکن ہماری پوری پوری زندگیاں گزر جاتی ہیں مگر ہم قرآن سے ہدایت لینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے حتیٰ کہ قبروں تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اِس جرمِ عظیم کو معاف فرمائیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا بھی تھا جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ دیکھو "تم قرآنِ کریم کو (حقیقت میں) اُس وقت تک پڑھنے والے (شمار) ہو گے جب تک وہ قرآن تمہیں (گناہوں اور برائیوں سے) روکتا رہے اور اگر وہ تمہیں نہ روکے تو تم اُس کو (حقیقت میں) پڑھنے والے ہی نہیں"۔ اور ہم سب یہ بات اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم ہمیں برائیوں سے اُسی وقت روک سکے گا جب ہم اُس کو ہدایت کی نیت سے سمجھ کر پڑھیں گے اور اُس کی باتوں پر غور کریں گے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "(قیامت کے دن) پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار! میری امت نے اِس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا [4]۔" تو بھلا ہم قرآن کو اِس طرح سے چھوڑ دینے والوں کے بارے میں جب نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے خود یہ شکایت کریں گے تو ہمارا کیا جواب ہو گا؟ اِس قرآن کو چھوڑنے ہی کا نتیجہ جو نکلنا تھا وہ نکلا کہ ہمارے ایمان بھی خوب اچھی طرح سے بگڑ چکے اور ہمارے اعمال بھی بُری طرح سے برباد ہو چکے۔ مادہ پرستی' دنیا پرستی' روپے سے محبت' خدا سے بے خوفی کا زہر ہماری رگوں میں خون کی طرح سے دوڑ رہا ہے۔ روپے کے پیچھے' اپنے مادی فائدوں کے پیچھے اندھے ہو کر بھاگ رہے ہیں۔ حلال حرام کی تمیز کے بالکل بغیر چل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو وہ جن کے ہاتھ میں ہمارا سب کچھ ہے' ناراض کر رکھا ہے۔ جب خدا ہی ناراض تو بندہ بھلا کہاں سے خوش رہ سکتا ہے۔ نتیجتاً سخت بے سکونی و پریشانی اور اضطراب کا شکار ہیں۔ اِس طرح

سے قرآن کو چھوڑ کر ہم قرآن پر ظلم نہیں کر رہے بلکہ سراسر اپنے ہی اوپر سخت ظلم کر رہے ہیں۔ اِن تمام دکھوں اور تکلیفوں سے نکلنے کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ قرآنِ کریم کو ہدایت کی نیت سے پابندی سے پڑھا جائے۔ یہ عمل کیا جائے گا اور ہمارے حالات رفتہ رفتہ بدلیں گے۔ رفتہ رفتہ انشاءاللہ سب کچھ درست ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری پوری اُمت کا ایک بار پھر قرآنِ کریم کے ساتھ مضبوطی سے رشتہ جوڑ دیں اور ہمیں پابندی کے ساتھ قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھنے، اُس کی باتوں پر غور کرنے اور اُس سے ہدایت لینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ خدا کی قسم! صرف اور صرف اِسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی کامیابی پوشیدہ ہے۔

([۳]آلِ عمران ۱۰۳ ، [۴]الفرقان ۳۰) ([۱،۲]فضائلِ اعمال ۲۲۰،۲۱۲)

علم کے لئے اپنا ایک معمول بنائیے

اب تک یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ میں آہی چکی ہوگی کہ دنیا اور آخرت کی حقیقی کامیابی کے حصول اور ہماری تمام پریشانیوں سے نجات کا راستہ صرف اور صرف یہی ہے کہ دین کا علم حاصل کیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی صحیح طور پر فرمانبرداری کی جا سکے۔ علم حاصل کرنے میں قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور اُس کی باتوں پر غور کرنے کو مقدم کیا جائے اور دوسرے نمبر پر سب سے مقدم احادیثِ نبوی ﷺ کے مطالعہ کو رکھا جائے کیونکہ قرآنِ کریم میں کئی جگہ پر یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔" یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ دنیا میں آج تک کسی بھی شخصیت کے اِتنے زیادہ صحیح، مکمل ترین اور تفصیلی اقوال اور حالاتِ زندگی محفوظ نہیں کئے گئے ہیں اور نہ آئندہ کبھی

محفوظ کئے جائیں گے جیسا کہ آنحضور سرورِ کائنات رحمت اللعالمین ﷺ کے ارشادات اور مبارک زندگی کے حالات محفوظ کئے جا چکے ہیں، اور اِس بات کو بڑے بڑے عیسائی تاریخ لکھنے والوں نے بھی باوجود اپنے عقائد کے اختلاف اور مذہبی تعصب رکھنے کے کھلے دل اور صاف الفاظ میں تسلیم کیا ہے[۲]۔ یہ سب انتظام اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے۔ اب جبکہ بات یہاں تک سمجھ میں آگئی تو اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ منزل کا راستہ معلوم ہو جانا بلاشبہ بہت بڑے فائدے کی بات ہے لیکن انسان اپنی منزل تک اُس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ عمل کا قدم نہ اُٹھائے۔ اِس لئے علم حاصل کرنے کے لئے فوراً قدم اُٹھایئے اور علم کے لئے اپنا ایک معمول بنایئے اور پابندی سے روزانہ کچھ وقت نکالئے اور سختی سے اپنے اِس معمول پر عمل کیجئے۔ علم حاصل کرنے کے لئے پڑھنا انسان کے لئے اِتنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ اِتنا پسندیدہ عمل ہے کہ قرآنِ کریم جو کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ترین کتاب ہے اُس کے لئے جب وحی نازل ہونا شروع ہوئی تو اُس کی ابتدا ہی اِسی حکم اور اِسی لفظ کے ساتھ ہوئی کہ "اِقْرَاء" یعنی "پڑھو"۔ روزانہ کے مطالعہ میں یہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک دن قرآنِ کریم کے ترجمہ اور تفسیر کا مطالعہ کیا جائے اور ایک دن کسی مستند کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ تنبیہ الغافلین اور مکاشفۃ القلوب بہترین اصلاحی کتب ہیں جو ہر گھر میں موجود ہونی چاہیں۔ مطالعہ میں خصوصاً قرآنِ کریم کے ترجمہ کے مطالعہ میں اِس بات کا خیال رکھیں کہ اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، مبہم ہو تو اُس کے بارے میں خود سے کوئی رائے نہ قائم کر لیں بلکہ کسی عالم سے اُس کے بارے میں پوچھ لیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو علمِ نافع عطا فرمائیں جس سے خود آپ کو بھی بڑا نفع ہو اور آپ کے ذریعے سے اوروں کو بھی نفع پہنچے۔ آمین ثمہ آمین۔

([۱]التغابن ۱۲) ([۲]مخزنِ اخلاق ۵۸)

علم پر عمل بھی کیجئے

اب جبکہ آپ نے علم کے لئے اپنا ایک معمول بنالیا تو آپ کو یہ بات بھی اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے کہ چونکہ علم حاصل کرنے کا مقصد ہی عمل ہے اس لئے علم حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ آدمی جو بھی علم حاصل کرتا جائے اُس پر جہاں تک ہو سکے عمل کا قدم بھی اُٹھاتا جائے کیونکہ انسان کے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا وعدہ تو بہر حال عمل ہی پر ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "جو شخص نیک اعمال کرے گا' مرد ہو یا عورت' اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو' تو ہم (دنیا میں بھی) اُس کی زندگی پاکیزہ (اور بالطف) طریقے پر بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) اُن کے اعمال کا بہت اچھا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے[1]۔" اور علم کی اِس قدر اہمیت اِس وجہ سے ہے کہ صحیح عمل کے لئے علم کا حصول ضروری ہے۔ اِس کی مثال ایسے ہے جیسے درخت اور پھل' علم اِس طرح ہے جیسے درخت اور عمل اُس کا پھل ہے۔ عظمت تو درخت ہی کو حاصل ہے کیونکہ پھل حاصل ہونے کے لئے درخت کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن ایسے درخت کا کیا فائدہ جو پھل ہی نہ دے؟ بالکل اِسی طرح ایسے علم کا کیا فائدہ جس پر عمل نہ کیا جائے؟ اِس لئے علم حاصل کرتے وقت جہاں تک ہو سکے عمل کا قدم بھی اُٹھاتے جانا چاہئے اور ایسا شخص ہر گز نہیں بننا چاہئے جو علم تو حاصل کرتا جاتا ہے لیکن اُس کی روشنی میں اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لاتا یعنی اُس علم پر عمل ہی نہیں کرتا۔ قرآنِ کریم کے شروع ہی میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بات سمجھا دی ہے کہ "(یہ کتاب اللہ تعالیٰ سے) ڈرنے والوں کی رہنما ہے[2]" یعنی دیکھو یہ کتاب اُن لوگوں کے لئے تو ہدایت کا باعث ضرور بنے گی جو اِس کتاب کی روشنی میں پھر عملاً مجھ سے ڈر کر چلنے کی

کوشش بھی کریں گے' لیکن اُن کے لئے ہدایت کا باعث نہیں بنے گی جو میری کتاب تو پڑھتے جائیں لیکن پھر اُس کی روشنی میں مجھ سے ڈر کر چلنے کی کوشش ہی نہ کریں یعنی اِس پر عمل نہ کریں۔ اِسی لئے حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جن باتوں کا تمہیں علم ہے اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو[3]" یعنی اپنے علم پر عمل بھی کرو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان جب اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے علم میں اضافہ فرماتے ہیں جیسا کہ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جب بندہ اُس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو وہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا[4]۔" "ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے دنیا اور آخرت کے بارے میں کچھ بہت اہم سوالات کئے۔ اُن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ "میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو' سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے' اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کے حکموں پر عمل کرنے سے انسان پر علم و حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں[5]۔" "ایک حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن آدمی کے قدم (حساب کی جگہ سے) اُس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اُس سے پانچ سوال نہ پوچھ لئے جائیں (اور وہ اُن کا معقول جواب نہ دے لے)۔ اُن میں سے ایک سوال یہ بھی ہوگا کہ اپنے علم پر اُس نے کیا عمل کیا؟[6]" لیکن یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ محض اِس خوف سے علم حاصل کرنے کو چھوڑ دینا اور اُس سے پیچھے ہٹنا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اُس علم پر عمل نہ کرسکوں' ہر گز درست نہیں ہے۔ یہ خیال شیطانی وسوسہ ہے اور اِس پر عمل کرنا یعنی علم حاصل کرنے سے پیچھے ہٹنا کھلی گمراہی ہے۔ بلکہ اپنی نیت کو درست رکھتے ہوئے علم ضرور حاصل کرنا چاہئے کیونکہ اِسی میں آدمی کی

نجات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اکثر اوقات علم پر عمل نہ ہونے کی اصل وجہ علم حاصل کرنے والے کی نیت کی خرابی ہوتی ہے۔ اللہ والا علم صحیح عمل کے ذریعے اللہ تک ضرور لے جاتا ہے بشرطیکہ اللہ کے لئے حاصل بھی کیا جائے۔ لیکن ایک ایسا شخص جس نے علم اللہ کے لئے حاصل ہی نہیں کیا بلکہ کسی غلط نیت مثلاً محض اپنا ذریعۂ معاش بنانے ہی کی خاطر یا لوگوں میں عزت اور بڑائی حاصل کرنے کے جذبے سے یا کسی اور دنیاوی نیت ہی سے حاصل کیا ہے بھلا اب اُس علم کی مدد سے صحیح عمل کے ذریعے اللہ کو راضی کرنے میں لگے ہی کیوں؟ بلکہ ایسا شخص علم حاصل کرنے کے بعد علم کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اُسی مقصد یعنی حقیر دنیا کو حاصل کرنے میں لگتا ہے جس کے لئے اُس نے اُس علم کو حاصل کیا تھا۔ چونکہ ایسے شخص نے اللہ والے مقدس علم کو نہایت حقیر چیز یعنی دنیا کے حاصل کرنے کے لئے اختیار کرکے اُس علم کی تحقیر کی' اور یہ کہ ایسے شخص کے عمل کا بگاڑ اور تکبر اکثر اوقات حد سے بڑھ جاتا ہے اور یہ کہ ایسا شخص لوگوں کو علم سے متنفر اور بدظن کرنے ہی کا ذریعہ بنتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایسے شخص کے لئے بڑی سخت وعید احادیث میں آئی ہے۔ آنحضور ﷺ نے جیسا کہ پہلے گزر چکا فرمایا ہے کہ ''جس شخص نے علم اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی اور مقصد (مثلاً عزت' شہرت' مال وغیرہ) کے لئے حاصل کیا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (یعنی اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے)[۷]۔'' بڑے دُکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک ایسے شخص کو جس نے قرآن مجید کی گیارہ تفاسیر پڑھی تھیں' کھڑے ہوکر اور اُلٹے ہاتھ سے پانی پیتے دیکھا۔ اے کاش! اِن تفاسیر کے مطالعہ میں اگر ایک اُس شخص کی نیت بھی درست ہوتی تو اِس علم کی کتنی بڑی برکات دنیا اور آخرت میں پاجاتا؟ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں دین کا علم صحیح نیت کے ساتھ حاصل کرنے اور اُس پر پوری طرح سے عمل کرنے کی

توفیق عطا فرمائیں اور محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں ہدایت کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔ آمین ثمہ آمین۔

([۱] النحل ۹۷ ' [۲] البقرہ ۲) ([۳،۷] منتخب احادیث ۶۷۹، ۳۲۵ ' [۴] فضائل اعمال ۲۲۱ '
[۵] مخزنِ اخلاق ۴۶ ' [۶] فضائل صدقات ۳۵۹)

حقیقی کامیابی کے لئے

۱) توبہ کیجئے :

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم سب سے کثیر تعداد میں گناہ ہو چکے اور ہوتے رہتے ہیں لیکن ہم اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں۔ اور گناہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہیں اس لئے انسان پر اُن کا وبال دنیا اور آخرت دونوں میں پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے بندہ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''اپنے کو گناہ کرنے سے بہت بچاؤ کیونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے[۱]۔'' اور چونکہ ہم سب سے کثیر تعداد میں گناہ ہو چکے ہیں اسی لئے آج ہم اُن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کے سائے تلے زندگی گزار رہے ہیں' اور اس طرح سے بندہ کبھی بھی خوش' مطمئن اور پرسکون نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم سخت پریشانی' بے سکونی اور اضطراب کا شکار ہیں اور آخرت کے وبال اور عذاب کا خطرہ ہر وقت الگ سر پہ منڈلا رہا ہے۔ دنیا اور آخرت کے اِن تمام وبالوں سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے زندگی گزار سکیں اور آخرت کے

عذاب سے بھی محفوظ رہ سکیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حکم فرماتے ہیں کہ ''مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو تاکہ فلاح پاؤ [۲]''۔ فلاح کا لفظ دنیا اور آخرت دونوں کی کامیابی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب اس آیت شریفہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرو تاکہ تم دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال اور عذاب کے مستحق ٹھہرنے کے بجائے اُس کی رحمتوں کے سائے تلے آجاؤ۔ اس لئے اپنے تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کے آگے پکی سچی توبہ کیجئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگئے اور اُنہیں منایئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سچے دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ کو بہت قبول کرنے والے ہیں۔ توبہ کے بارے میں تفصیلی بیان کتاب کے تیسرے حصے میں آئے گا۔ ([۲] النور ۳۱) ([۱] اُسوہ رسول اکرم ﷺ ۵۷۶)

۲) اپنی صحبت اچھی رکھئے :

اپنے کو بُری صحبت سے بہت بچایئے اور جہاں تک ہو سکے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کیجئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو [۱]''۔ اس آیتِ شریفہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تقویٰ یعنی گناہوں سے پرہیز اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ ہی تقویٰ والی زندگی اختیار کرنے کا ایک طریقہ بھی بتادیا ہے کہ دیکھو سچوں کے ساتھ رہو اور اُن کی صحبت اختیار کرو۔ سچوں سے مراد یہ ہے کہ جو قول کے بھی سچے ہوں اور عمل کے بھی سچے ہوں یا بہ الفاظ دیگر نیک ہوں۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسان کے اوپر صحبت کے بہت بڑے اثرات مرتب ہوتے ہیں ـــ

صحبتِ صالح تُرا صالح کند
صحبتِ طالح تُرا طالح کند

یعنی نیک کی صحبت نیک بناتی ہے اور بُرے کی صحبت بُرا بناتی ہے۔ آدمی جس کے ساتھ جتنا رہے گا اُس کے اُتنے اثرات اُس پر ضرور پڑیں گے۔ بُرے شخص کا عمل دیکھ کر اور اُس کی باتیں سُن کر انسان گمراہ ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگ اِتنے زیادہ بُرائی میں آگے ہوتے ہیں کہ اُن کا تھوڑا سا ساتھ بھی انسان کے بُرا بن جانے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے تو بہت ہی سخت پرہیز کرنا چاہئے اور اپنے لئے اُن کی صحبت کو مہلک یعنی ہلاک کردینے والی سمجھنا چاہئے۔ دوسری طرف جو لوگ نیک ہوں، گو ایسے لوگ تعداد میں کم ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کی زیادہ سے زیادہ صحبت اختیار کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ نیک شخص کا عمل دیکھ کر اور اُس کی باتیں سُن کر انسان ہدایت پاتا ہے۔ صحبت کے لئے نیک یا بد جانچنے کے لئے کسی شخص کی شکل وصورت، لباس، تعلیمی معیار، مالی حالت یا لوگوں میں اُس کی عزت ومقبولیت کو ہرگز نہ دیکھئے بلکہ صرف اور صرف اُس کے اعمال کو دیکھئے کہ وہ کتنا احکامِ خداوندی کے مطابق ہیں یا خلاف ہیں یا بہ الفاظ دیگر اچھے ہیں یا برے۔ بعض لوگ آپ کو زندگی میں ایسے ملیں گے جو ظاہری وضع قطع کے اعتبار سے تو آپ کو نیک معلوم ہوں گے لیکن اندر سے وہ عام دنیاداروں سے بھی زیادہ دنیادار ہوں گے۔ ایسے شخص کے اگر کچھ عرصے قریب رہا جائے تو آدمی اُس کو آخرت سے سخت غافل اور سخت دنیا طلبی میں پائے اور اُس کے اعمال کو احکامِ خداوندی کے طرح طرح سے خلاف پائے گا۔ تو ایسے شخص کی صحبت پھر آپ کو اُس کی محض ظاہری وضع قطع کی وجہ سے فائدہ نہیں دے گی بلکہ نقصان ہی پہنچائے گی۔ ([۱] التوبہ ۱۱۹)

۳) تقویٰ اختیار کیجئے :

تقویٰ یعنی گناہوں سے پرہیز والی زندگی اختیار کیجئے۔ یہ بات خوب اچھی

طرح سے سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لئے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا وعدہ صرف اُسی وقت ہے جب ہم تقویٰ والی زندگی اختیار کریں' جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو[1]۔" تقویٰ ہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں مشکلات سے نکالنے اور آسانیاں پیدا کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں (اور تقویٰ والی زندگی گزاریں) تو اللہ تعالیٰ اُن کے لئے مشکلات سے نکلنے کے راستے پیدا فرما دیتا ہے اور اُن کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اُنہیں گمان بھی نہیں ہوتا[2]۔" اور تقویٰ ہی کی وجہ سے آخرت میں ہمارے لئے جنت کا وعدہ فرماتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "جو پرہیزگار ہیں وہ (جنت کے) باغات اور نہروں میں رہیں گے (یعنی) ایک عمدہ مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے (کائنات کے حقیقی) بادشاہ کے قریب[3]۔"

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج ہم لوگ امت کا کچھ طبقہ اگر دینداری اختیار کرتا بھی ہے تو وہ دینداری محض یہیں تک محدود ہوتی ہے کہ کچھ نیک اعمال اختیار کر لئے جائیں اور گناہوں سے پرہیز کرنے کو ہم لوگ کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔ ایسے لوگ تو بہت ملیں گے جو نماز روزہ فرض عبادات کے ساتھ ساتھ کچھ نفلی عبادات مثلاً ذکر' تلاوت' نفل نمازوں کا بھی معمول رکھنے والے ہوں گے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو گناہوں سے بچنے والے ہوں۔ اس طرح ہم نے جھوٹ' غیبت' بدنظری' ٹی وی' وی سی آر' کیبل' ڈش' بے پردگی اور دوسرے قسم قسم کے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کو سخت ناراض کر رکھا ہے۔ نتیجتاً ان گناہوں کی نحوست سے طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ جبکہ عبادات کا اصل مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اُن کے ذریعے

انسان کے اندر گناہوں سے بچنے کی استعداد اور صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ حکم فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ[4]۔" اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ والی زندگی گزارنے اور ہر قسم کے گناہوں سے پوری طرح سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ تقویٰ کے بارے میں تفصیلی بیان کتاب کے تیسرے حصے میں آئے گا انشاء اللہ۔

([1] آلِ عمران ۲۰۰ ' [2] الطلاق ۲-۳ ' [3] القمر ۵۴-۵۵ ' [4] البقرہ ۲۰۸)

۴) دینی درس میں شرکت کیجئے :

وقتاً فوقتاً جہاں تک آپ سے ہو سکے اردگرد میں کسی ایسی دینی مجلس یا مجالس میں شرکت کیجئے جہاں دین کی باتیں اچھی طرح سے بیان کی جاتی ہوں۔ اس عمل کی برکت سے انشاء اللہ آپ کے اندر رفتہ رفتہ تقویٰ پیدا ہوگا اور آپ کی زندگی احکامِ خداوندی کے مطابق ڈھلتی چلی جائے گی۔ آنحضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اُس جماعت کو گھیر لیتے ہیں' رحمت اُن کو ڈھانپ لیتی ہے' سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کا تذکرہ فرشتوں کی مجلس میں فرماتے ہیں[1]۔" ([1] منتخب احادیث ۳۸۸)

۵) گھر میں تعلیم کیجئے :

اپنے گھر میں بھی روزانہ کا ایک تعلیم کا سلسلہ شروع کیجئے جس میں گھر کے تمام افراد بڑے چھوٹے روزانہ ایک وقتِ مقررہ پر جمع ہو جائیں اور ایک دن قرآن مجید کا ترجمہ اور ایک دن کوئی بہت اچھی اور مستند کتاب مثلاً تنبیہ الغافلین یا فضائل اعمال آدھے گھنٹے کے لئے گھر کا کوئی بھی فرد چاہے بڑا ہو یا چھوٹا پڑھ کر سنائے۔ گھر کے دوسرے افراد سے

مشورہ کر کے اس کے لئے وقت کا تعین کیجئے۔ اگر آدھے گھنٹے کا وقت نہ دے سکیں تو کم سے کم دس پندرہ منٹ کا وقت تو اس مبارک کام کے لئے ضرور ہی نکالئے۔ کئی گھروں میں تعلیم کا یہ سلسلہ ذوق وشوق سے جاری ہے' آپ بھی اپنائیے۔ اس مبارک عمل کی برکت سے انشاء اللہ گھر کے افراد میں دین آئے گا' بے نمازی نمازی بنیں گے' گھر کے افراد اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق چلنے والے بنیں گے' گھریلو ناچاقیاں نااتفاقیاں اور پریشانیاں ختم ہوں گی اور گھر کے افراد میں باہم محبت و یگانگت اور الفت قائم ہو جائے گی۔ اس طرح گھر کے افراد کی انشاء اللہ دنیا بھی بنے گی اور آخرت بھی۔

۶) دنیا کی چال کو نہ دیکھئے :

اگر آپ حقیقی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی اُس سیدھے راستے پر چلنا چاہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کا راستہ فرمایا ہے اور جو دنیا اور آخرت میں انسان کو ہر قسم کی تکالیف اور پریشانیوں سے بچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا مستحق ٹھہراتا بلکہ اُسے رحمتوں سے ڈھانپ لیتا ہے تو آپ کے لئے لازم ہے کہ آپ دنیا کے لوگوں کی چال کو' اُن کے اعمال کو اور اُن کے رُخ کو نہ دیکھئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ "اس میں کچھ شک نہیں کہ لوگوں میں سے اکثر تو نافرمان ہی ہیں!۔" اگر آپ لوگوں کو دیکھیں گے تو اُن میں سے اکثر لوگ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرح طرح کی نافرمانیوں میں مبتلا ہی ملیں گے' آخرت سے غافل اور دنیا ہی کی زندگی کو سب کچھ سمجھنے والے ہی ملیں گے۔ دنیا کے لوگوں کی چال اکثر معاملات میں جیسا کہ ہونی چاہئے اُس سے بالکل اُلٹ ہی ہوا کرتی ہے۔ اسی حقیقت کو جب حقیقت شناسی کی نگاہ سے ایک شاعر نے جن کا تخلص 'کبیرا' تھا بغور دیکھا تو یہ شعر کہا کہ ـــــ

رنگیں کو نارنگی بولیں' بنے دودھ کو کھویا
چلتی کا یاں نام ہے گاڑی' دیکھ کبیرا رویا

یعنی نارنگی گو کہ رنگین ہوتی ہے مگر لوگ اُسے نارنگی کہتے ہیں یعنی جس کا رنگ نہ ہو اور دودھ جب بن جاتا ہے تو اُسے کھویا کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ کھو دیا اور گاڑی چلتی ہوئی ہوتی ہے لیکن لوگ اُسے گاڑی کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ گاڑ دی۔ یہ بیان کر کے وہ شاعر کہتے ہیں کہ اس طرح سے لوگوں کی چال جب اکثر معاملات میں مَیں نے اُلٹی ہی پائی تو یہ سب دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ بار بار پڑھا جانے والا بلکہ ہمیشہ یاد رکھا جانے والا شعر ہے۔ تو اس طرح حاصلِ کلام یہ کہ لوگوں کی چال کو اگر آپ دیکھیں گے تو گمراہ ہی ہوں گے اور اگر لوگوں کی چال سے اور اُن کے طرزِ عمل سے اپنی نظر کو بچائیں گے تو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا' نیک زندگی بسر کرنا یا بہ الفاظِ دیگر حقیقی کامیابی حاصل کرنا انشاء اللہ آسان ہوگا۔ (المائدہ ۴۹)

۷) اللہ تعالیٰ سے ہدایت و رہنمائی مانگئے :

وقتاً فوقتاً جہاں تک بھی آپ سے ہو سکے اللہ تعالیٰ سے ہدایت و رہنمائی مانگنے کو اپنی عادت بنا لیجئے اور یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر لحہ آپ کی رہنمائی کرنے کے لئے آپ کے بالکل قریب موجود ہیں۔ دیر صرف آپ کے اُن کو پکارنے میں ہے۔ میرا شعر ہے ـــــ

در ہمارے ہیں دینے کو ہر وقت کھلے
لپٹ کر مگر ہم سے کوئی مانگتا ہی نہیں

ہم تو دینا چاہتے ہی ہیں' مگر ہم سے کوئی لگ کر مانگتا ہی نہیں۔ اقبال فرماتے ہیں ـــــ

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے کوئی رہ رو منزل ہی نہیں

ہم راہ کسے دکھائیں؟ کوئی منزل کی طرف چلنے والا راستہ پوچھنے والا ہی نہیں۔

بس اللہ تعالیٰ سے تھوڑا سا لگ کر سچے دل سے مانگنے کی دیر ہوتی ہے پھر وہ ضرور عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "(اے پیغمبر!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں تو قریب ہوں، جب کوئی مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اُس کی دعا کو قبول کرتا ہوں[1]۔" اور فرماتے ہیں کہ "تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا[2]۔" ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اُس کے دل میں گزرتے ہیں ہم اُن کو (بھی) جانتے ہیں اور ہم تو اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں[3]۔"

عرب میں ظہار کا رواج تھا۔ ظہار اِس کو کہتے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی سے اِس طرح کے الفاظ کہہ دے کہ تُو میری ماں کی جگہ ہے یا تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ کی جگہ ہے۔ اِس طرح کے الفاظ کہہ دینا دورِ جاہلیت میں طلاق سمجھا جاتا تھا۔ ایک عورت خولہ بنتِ ثعلبہ کا شوہر غصے کی حالت میں اُس سے ظہار کر بیٹھا۔ بعد میں یہ دونوں میاں بیوی نادم ہوئے اور یہ عورت اِس بارے میں حکم پوچھنے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی کیونکہ اب تک اِس بارے میں کوئی آسمانی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تُو اپنے شوہر پر حرام ہوگئی۔ اُس نے کہا کہ اُس نے طلاق تو نہیں دی۔ غرض آپ تو یہ فرماتے کہ تُو اُس پر حرام ہو چکی اور وہ کہتی کہ اُس نے طلاق کا نام تو نہیں لیا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے کہتی کہ ربّ العالمین! میری بے کسی کا حال تجھ کو معلوم ہے۔ میرے ننھے ننھے بچے ہیں۔ اگر میں اِن کو اپنے شوہر کے حوالے

کر دوں تو اچھی طرح پرورش نہ ہونے کے سبب ضائع ہو جائیں گے اور اپنے پاس رکھوں تو بھوکے مریں گے۔ اور آسمان کی طرف سر اُٹھا کر کہتی کہ بار الٰہا! میری فریاد تجھی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی فریاد اور زاری کو قبول فرمایا اور اُس کے لئے باقاعدہ قرآن کی آیات نازل فرمائیں جن میں ظہار کو طلاق نہیں بلکہ ایک غیر معقول بات قرار دے کر اُس کا کفارہ مقرر فرمایا گیا[4]۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کہنا ہے کہ وہ عورت یہ تمام گفتگو آنحضور ﷺ کے ساتھ اتنی آہستہ آواز میں کر رہی تھی کہ باوجودیکہ میں بالکل قریب میں تھی مگر مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کیسے سننے والے اور کیسے دیکھنے والے ہیں کہ اُنہوں نے ساتوں آسمانوں کے اوپر اور عرش کے اوپر اُس عورت کی گفتگو اور اپنے سے فریاد سُنی اور ابھی وہ عورت گھر سے باہر بھی نہیں نکلی تھی کہ جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اُترے کہ[5]:-

"(اے پیغمبر!) اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں جھگڑتی اور اللہ تعالیٰ کے آگے فریاد کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سُن رہا تھا، بے شک اللہ تعالیٰ (سب کچھ) سننے والا (اور) دیکھنے والا ہے[6]۔"

اور پھر اِس کے بعد کی تین آیات میں ظہار کے متعلق حکم نازل کیا گیا۔

کیا آپ نے کبھی سوچا کہ دنیا میں اِتنے مذاہب ہیں اور ہر مذہب میں کئی کئی فرقے ہیں، خود ہمارے سچے مذہب اسلام میں بڑی بدقسمتی سے ہم نے کئی کئی فرقے اور مسالک بنا لئے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس سے سختی سے منع بھی کیا تھا اور واضح طور پر یہ فرما بھی دیا تھا کہ "تم سب مِل کر اللہ تعالیٰ کی (ہدایت کی) رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور فرقے فرقے نہ ہو جانا[7] (اور) اُن لوگوں میں (نہ ہو

جاتا) جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے ہو گئے' ہر فرقہ اُسی سے خوش ہے جو اُس کے پاس ہے [۸]۔" تو آخر کون درست ہے؟ سب تو درست ہو نہیں سکتے' عقائد میں بڑا اختلاف ہے' لامحالہ کوئی ایک ہی درست ہو گا کیونکہ حضور اقدس ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ "میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے' اکہتر دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا [۹]۔" دوسری طرف اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ انسانوں میں سے اکثر کی فطرت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ وہ صحیح راستے کی تحقیق کئے بغیر آنکھیں بند کر کے اُسی راستے پر چل دیتے ہیں جس پر وہ اپنے باپ دادا کو دیکھتے چلے آئے ہیں چاہے وہ راستہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "اور جب اُن لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (قرآن) اللہ تعالیٰ نے اُتارا ہے اُس کی اور رسولؐ (اللہ) کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ جس راستے پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمارے لئے کافی ہے۔ بھلا اگر اُن کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں (کیا تب بھی یہ اُنہی کے راستے پر چلتے رہیں گے؟) [۱۰]۔" تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا ایسا طریقہ ہے جس کو اپنانے والے ہر شخص کے لئے یہ بات یقینی ہو جائے کہ اگر وہ خدانخواستہ صحیح راستے پر نہ ہو تو صحیح راستے پر آ جائے؟ وہ طریقہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن مجید کے شروع ہی میں سکھا دیا ہے' اور وہ طریقہ ہے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی مانگنا۔ قرآن مجید کے شروع حصے ہی میں ہے 'اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ' 'ہمیں سیدھے راستے پر چلا'۔ لیکن ہم اس آیت کو نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی یونہی غفلت کی حالت میں پڑھ لیا کرتے ہیں' کبھی دل سے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی نہیں مانگتے۔ جبکہ آج تک جس نے بھی سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی مانگی ہے اللہ تعالیٰ نے ضرور اُس کی رہنمائی فرما دی ہے۔ اس لئے اس کتاب کا مطالعہ

کرنے والے ہر ہر شخص سے یہ درخواست ہے کہ وہ یا تو رات کو سونے سے قبل روشنی بجھا کر' یا کسی اور وقت تنہائی میں' یا نمازوں کے بعد' جو بھی مناسب وقت سمجھ میں آئے' سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے اس بارے میں رہنمائی مانگے اور یوں دعا کرے کہ:-

"اے اللہ! اے اللہ! اے اللہ! آپ سب کچھ جاننے والے ہیں' میرا علم آپ کے آگے نہ ہونے کے برابر ہے۔ آپ یہ بات خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ میں صحیح راستے پر ہوں یا نہیں ہوں۔ اے اللہ! اگر میں صحیح راستے پر ہوں تو مجھے اُس راستے پر اور بھی بہت مضبوط کر دیجئے۔ اور اگر میں صحیح راستے پر نہیں ہوں تو اے اللہ! مجھے کسی کا راستہ نہیں چلنا سوائے آپ کے راستے کے۔ اے اللہ! آپ میری رہنمائی کر دیجئے اور اپنے فضل سے مجھے صحیح راستے پر کر دیجئے۔ اے اللہ! میں کمزور ہوں' آپ خود ہی مجھے اُس صحیح راستے پر چلا بھی دیجئے۔"

آپ یہ دعا مانگتے جائیں گے اور خود بخود آپ کا دل اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحیح بات کی طرف مائل ہوتا چلا جائے گا۔ آپ یہ دعا مانگتے رہیں حتیٰ کہ مضبوطی سے آپ کا دل صحیح بات کی طرف مائل ہو جائے۔ زیادہ وقت نہیں گزرے گا اور محض چند مرتبہ اس طرح دعا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ کی پوری طرح سے رہنمائی فرما دیں گے' انشاء اللہ۔ جب پوری طرح سے رہنمائی ہو جائے تو پھر (اگر ایسا کرنا چاہئے تو) اُس کے مطابق قدم اُٹھا لیجئے' اور اُس وقت قدم اُٹھانے میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف مت کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف سب خوفوں پر غالب رہے اور اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ کرتے ہوئے قدم اُٹھائیے' بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے پر بھروسہ کرنے والے کی ضرور مدد فرماتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہو گئے [۱۱]۔"

بلاشبہ ہمارے اللہ تعالیٰ ایسے کریم ہیں کہ ایک شخص جو کسی خدا پر یقین نہیں رکھتا اگر یہ سوچ کر کہ دنیا میں اِتنے سارے خدا کو ماننے والے ہیں' کیا معلوم کہ یہ سچے ہوں اور سچ مچ خدا کا وجود ہو' تو میں ایسی صورت میں خدا کو نہ مان کر مشکل میں پھنس جاؤں گا۔ تو لاؤ میں آزمانے کے لئے خدا کو مدد و رہنمائی کے لئے پکارتا ہوں' اگر خدا ہوگا تو ضرور میری مدد کردے گا۔ تو اگر ایسا شخص یوں بھی خدا کو پکارے کہ: "اے! اگر کوئی خدا ہے! تو تُو میری رہنمائی کردے"۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اُس کی رہنمائی کردیں گے اور پوری طرح سے رہنمائی کردیں گے۔ ایک شخص بتوں کو پوجتا پوجتا بوڑھا ۹۰ سال کا ہوگیا۔ ایک دن حسبِ معمول اپنے بت کے سامنے بیٹھا صنم! صنم! کر رہا تھا (صنم کے معنی ہیں بت)۔ اُونگھ آگئی اور غلطی سے منہ سے نکل گیا صمد! صمد! فوراً آواز آئی 'لبیک یا عبدی!' "میرے بندے میں حاضر ہوں!" یہ شخص پہلے تو بہت حیران ہوا۔ پھر ڈنڈا اُٹھا کر لایا اور اپنے بتوں سے کہا کہ تمہیں پکارتے پکارتے میں بوڑھا ۹۰ سال کا ہوگیا۔ آج تک تم نے جواب نہ دیا۔ اور ایک مرتبہ مسلمانوں کے خدا کو غلطی سے اُونگھنے میں پکار لیا تو اُس نے مجھے فوراً جواب دیا۔ میری تو عمر ہی تم پہ برباد ہوگئی۔ یہ کہتا جاتا تھا اور ڈنڈے مارتا جاتا تھا حتیٰ کہ اپنے بتوں کو چورا چورا کردیا[۱۲]۔

([۱]البقرہ ۱۸۶ ، [۲]المؤمن ۶۰ ، [۳]ق ۱۶ ، [۶]المجادلہ ۱ ، [۴-۷]آل عمران ۱۰۳ ، [۸]الزمر ۳۲ ، [۱۰]المائدہ ۱۰۳ ، [۱۱]الطلاق ۳) ([۳]تفسیر مولانا فتح محمد جالندھری ۴۸۶ ، [۵]تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۴۷۷ ، [۹]تنبیہ الغافلین ۴۷۹ ، [۱۲]السلسلہ مواعظ حسنہ مولانا حکیم محمد اختر۔ نمبر ۱۱ حصہ سوم ص ۱۱)

نوٹ : کتاب کے آنے والے تیسرے اور چوتھے حصے بعنوان "اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نافرمانی کی بڑی بڑی شکلیں" دراصل کتاب کے دوسرے حصے "حقیقی کامیابی کیسے حاصل کی جائے؟" ہی کی وضاحت ہیں۔

تیسرا حصہ

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی بڑی بڑی شکلیں

اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

''مسلمانو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ[1]' اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو[2]' اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس نے رسول کی اطاعت کی تو اُس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی[3]۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے[4]۔ جن لوگوں نے ہمارے راستے میں کوشش کی' ہم اُنہیں ضرور اپنے راستے دکھائیں گے اور اللہ تعالیٰ تو نیک عمل کرنے والوں کے ساتھ ہے[5]' تو دوڑو اللہ کی طرف[6]۔ جو نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی فائدے کے لئے اور جو بُرے (عمل) کرے گا تو اُن کا نقصان اُسی کو ہوگا' اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا (ہرگز) نہیں[7]۔ جو شخص نیک اعمال کرے گا' مرد ہو یا عورت' اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو' تو ہم (دنیا میں بھی) اُس کی زندگی پاکیزہ (اور بالطف) طریقے پر بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) اُن کے اعمال کا بہت اچھا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے[8]۔ اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اُس میں (عیش کرتے) رہیں گے[9]۔''

کتاب کے اس حصے میں قرآنِ کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی بڑی بڑی شکلیں بیان کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں اپنے نیک بندوں کی ایک صفت یہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کے حکم کو دل و جان سے مان لینے والے ہوتے ہیں' جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اُن کا قول یہ ہوتا ہے کہ ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' یعنی ''ہم نے (حکم) سُن لیا اور مان لیا'' (یعنی اب انشاء اللہ اس کے مطابق ہی عمل کریں گے)۔ تو ایسے لوگوں کے بارے میں پھر اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''ایسے ہی لوگ مراد کو پہنچنے والے ہیں[10]۔'' چنانچہ اِن تمام اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی مختلف شکلوں کا بغور اس نیت کے ساتھ مطالعہ کیجئے کہ اِن کے تحت جو جو بھی اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کے احکام سامنے آئیں گے اُن میں سے جن جن حکموں پر بھی میں اب تک عمل نہیں کرتا تھا اب انشاء اللہ ضرور اُن کے مطابق عمل کرنا شروع کر دوں گا اور اس کے علاوہ بھی جو جو فرمانبرداری کی مختلف شکلیں سامنے آئیں گی اُن پر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ دوبارہ یہ گزارش ہے کہ ہرگز ہرگز اِن صفحات کو سرسری طور پر تیزی کے ساتھ نہ پڑھ لیا جائے بلکہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ عمل کی نیت سے پڑھا جائے اور پھر حتی الامکان عمل بھی کیا جائے' کیونکہ علم کا مقصد تو درحقیقت عمل ہی ہے۔

([1،9] البقرہ ۸۲،۲۰۸ ، [2] الانفال ۱ ، [3] الاحزاب ۷۱ ، [4] النساء ۱۳ ، [5] العنکبوت ۶۹ ، [6] الذٰریٰت ۵۰ ، [7] حٰمٓ السجدہ ۴۶ ، [8] النحل ۹۷ ، [10] النور ۵۱،۵۲)

۱۔ ایمان

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے ایسے جیسے کہ ایمان لانے کا حکم ہے۔ اور ایمان اِس طرح سے لانے کا حکم ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کو بلا شرکتِ غیرے اپنا معبود اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول مانے اور دل سے یقین کرے۔ اور یہ فطری بات ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ پر ایمان لے آیا تو پھر اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ نے جن جن باتوں پر یقین کرنے کو کہا ہے اُن پر یقین کرنا بھی لازم ہو گیا' جیسے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر اور اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر یقین۔ اِس طرح دوسرے الفاظ میں ایمان دراصل اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ پر اور اُن کی فرمائی ہوئی باتوں پر دل کے یقین کا نام ہے۔ یہ یقین جتنا زیادہ ہوگا ایمان اُتنا زیادہ ہے اور یہ یقین جتنا کم ہوگا ایمان دراصل اُتنا کم ہے۔

ایمان لانے اور پھر نیک اعمال کرنے کا ثمرہ اور انعام درحقیقت بہت بڑا ہے یعنی جنت جس میں انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داخل کر دیا جائے گا اور اُس کی بے مثل اور عمدہ ترین نعمتوں کا سلسلہ اُس سے کبھی بھی منقطع نہیں کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ " جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ بہشتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ اُن میں رہیں گے[۱]۔" ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ " جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اُس میں (عیش کرتے) رہیں گے[۲]۔"

یہاں یہ بات ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص جو کہ مسلمان نہیں

ہے جب نیک نیتی کے ساتھ یعنی مسلمان ہونے ہی کے لئے اسلام کا کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اسلام لے آتا ہے یعنی مسلمان ہو جاتا ہے۔ اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسے شخص کے دل میں یا کسی اور شخص کے دل میں جو پہلے ہی سے مسلمان ہے پختہ ایمان بھی ہو۔ جیسے کچھ دیہاتی لوگوں نے جب نبی کریم ﷺ سے یوں کہا کہ 'ہم ایمان لائے' تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس قول کی اصلاح کی اور ارشاد فرمایا کہ " دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے' (اے پیغمبر ان سے) کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے (بلکہ یوں) کہو کہ 'ہم مسلمان ہو گئے' اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا[۳]۔"

یہاں اِس حقیقت کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ ایمان اعمال کے لئے بنیاد کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح کسی عمارت کی بنیاد جس قدر طاقتور ہوگی اُسی قدر وہ عمارت مضبوط ہوگی اور جس قدر بنیاد کمزور ہوگی عمارت بھی اُسی قدر کمزور ہوگی بالکل اِسی طرح جس قدر دل میں ایمان زیادہ ہوگا' قوی ہوگا اُسی قدر اعمال بہتر ہوں گے' اخلاص کے ساتھ ہوں گے اور جس قدر دل میں ایمان کم ہوگا' کمزور ہوگا اُسی قدر اعمال خراب ہوں گے' بغیر اخلاص کے ہوں گے' کیونکہ قوی ایمان کے ساتھ اعمال کا صحیح رکھنا آسان ہے جبکہ کمزور ایمان کے ساتھ اعمال کا صحیح رکھنا مشکل ہے۔ اِس لئے ہر شخص پر اِتنا ایمان سیکھنا اور بنانا فرض ہے جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل پیرا ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم کا بیشتر حصہ ایمان ہی کے بنانے اور سکھانے پر مشتمل ہے اور احکام سے متعلق حصہ تھوڑا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نبوت کے اعلان کے بعد ۱۳ سال تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے صرف اور صرف ایمان ہی کے بنانے اور سکھانے کی محنت ہوتی رہی اور پھر ۱۳ سال بعد جب نماز کے حکم کے ساتھ احکام اُترنے لگے تو صحابہ کے لئے ہر حکم پر عمل کرنا آسان تھا۔

([۱] ابراہیم ۲۳ ' [۲] البقرہ ۸۲ ' [۳] الحجرات ۱۴)

۲۔ نماز

اسلام کے پانچ بنیادی ارکان ہیں ـــ ایمان' نماز' روزہ' زکوۃ اور حج ۔ ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ہر مسلمان پر دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنا فرض ہے۔

انسان کے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ضروری اور اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ راضی کرنے والا اور انسان کی آخرت کو سب سے زیادہ بنانے والا عمل پانچ وقت کی فرض نماز کا جماعت کے ساتھ اور اہتمام کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ نماز درحقیقت انسان کے تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا حکم ہے کہ قرآنِ کریم میں نماز کا حکم اور اُس کی تاکید سات سو (۷۰۰) سے بھی زائد بار آئی ہے۔ محض چند آیات قرآنی کا ترجمہ نمونے کے طور پر ذیل میں دیا جاتا ہے:-

- "بے شک وقت پر نماز کا ادا کرنا مسلمانوں پر فرض ہے[1]۔
- اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور خود بھی اُس پر قائم رہو۔ ہم تم سے روزی کموانا نہیں چاہتے بلکہ روزی تو ہم ہی تم کو دیتے ہیں[2]۔
- (مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً بیچ کی نماز (یعنی نماز عصر) پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کے آگے ادب سے کھڑے رہا کرو[3]۔
- اور نماز کے پابند رہو' کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائیوں اور بُرے کاموں سے روکتی ہے[4]۔
- بے شک (اپنی) مراد کو پہنچ گئے وہ مومن جو نماز میں عاجزی کرتے ہیں[5]۔
- اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں' یہی لوگ ہیں جو عزت و اکرام سے

(جنت کے) باغوں میں ہوں گے[6]۔"

نماز کی اہمیت وفضیلت اس بات سے بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن آدمی کے تمام اعمال میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا[7]۔" اور نماز وہ عمل ہے جس پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے کے لئے جنت میں داخلے کا وعدہ فرماتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور اس بات کا میں نے اپنے اوپر ذمہ لے لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے گا اُس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اُس کی کوئی ذمہ داری نہیں[8]۔" نیز رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "جو نماز مسواک کرکے پڑھی جائے وہ اُس نماز سے جو بغیر مسواک پڑھی جائے ۷۰ گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے[9]۔"

یہاں ایک اہم بات کا سمجھ لینا نہایت ضروری ہے۔ اسلام میں نماز کی اس اہمیت وفضیلت کی اصل وجہ یہ ہے کہ نماز ہی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دین کا ستون[10] (یعنی پلر) بنتی ہے اور پورے دین کی عمارت اسی پر کھڑی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے کہ نماز بے حیائیوں اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ اب یہ دین کا ستون اُسی وقت بنے گی اور اس پر صحیح دین کی عمارت اُسی وقت کھڑی ہوسکے گی اور بُرے کاموں سے یہ اُسی وقت روکے گی جبکہ نماز اُس طریقے کے مطابق پڑھی جائے جو کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تعلیم کیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اُسی طریقے پر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے جس طریقے پر آپ ﷺ خود نماز پڑھا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں جہاں قرآن کریم میں نماز کا حکم ہے وہاں

وہاں نماز محض پڑھنے کا نہیں بلکہ قائم کرنے کا حکم ہے۔ قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز پابندی سے' جماعت کے ساتھ اور سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق پڑھی جائے جس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اطمینان و آرام سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھی جائے' جلدی جلدی نہ پڑھی جائے اور نماز کے ہر رکن کے دوران جسم بالکل پرسکون ہو ذرا بھی ہلتا جُلتا نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ بھی اور صحابہ بھی اس طریقے سے نماز پڑھا کرتے تھے کہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا لکڑی زمین میں گاڑ دی گئی ہو' بالکل ہی بے حس و حرکت ہوتے تھے۔ جتنی زیادہ نماز رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق پڑھی جائے گی اُتنی زیادہ وہ نماز دین کا ستون بنے گی اور اُتنا زیادہ وہ برائیوں سے روکے گی اور اُتنا زیادہ اُس کا ثواب ملے گا' اور جتنی زیادہ نماز رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے خلاف پڑھی جائے گی اُتنی ہی اُس میں دین کا ستون بننے کی صلاحیت نہیں ہوگی اور اُتنا ہی زیادہ وہ برائیوں سے نہ روک سکے گی اور اُتنا ہی اُس کا ثواب کم ملے گا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم نہ صرف نماز پابندی سے جماعت کے ساتھ پڑھیں بلکہ سیکھ کر سنت کے مطابق پڑھیں تا کہ کل کو قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے آگے پیشی ہو تو یہ عرض کر سکیں کہ ـــــ

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

([1] النساء ۱۰۳ ، [2] طٰہٰ ۱۳۲ ، [3] البقرہ ۲۳۸ ، [4] العنکبوت ۴۵ ، [5] المومنون ۲-۱ ، [6] المعارج ۳۵-۳۴) ([۷،۸،۱۰] فضائل اعمال ۳۱۰، ۳۰۸، ۳۱۱ ، [9] نماز کا منظر ۱۰۱)

۳۔ روزہ

حق سبحانہٗ و تقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ ''مسلمانو! تم پر (رمضان کے مہینے کے)

روزے فرض کئے گئے ہیں' جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم پرہیزگار بنو[1]۔ (روزوں کا مہینہ) رمضان کا مہینہ (ہے) جس میں قرآن (اوّل اوّل) نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور (جس میں) ہدایت کی کُھلی نشانیاں ہیں اور (جو حق و باطل کو) الگ الگ کردینے والا ہے۔ تو جو کوئی اِس مہینے میں (زندہ) موجود ہو تو (اُسے) چاہئے کہ پورے مہینے کے روزے رکھے[2]۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس شخص نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے مہینے کے روزے رکھے اور تراویح کا قیام کیا اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔ نیز فرمایا کہ ''حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان جو بھی نیکی کرتا ہے اُس کا ۱۰ سے ۷۰۰ گنا بڑھا کر بدلہ دیا جاتا ہے لیکن روزے کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں اس لئے کہ وہ خالص میرے لئے ہے' روزہ دار اپنے کھانے پینے اور خواہشات کو محض میری ہی خاطر چھوڑتا ہے[3]۔'' حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''روزہ دار کی دعا افطار کے وقت رد نہیں کی جاتی[4]۔''

یہاں یہ بات ذکر کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ روزہ کا اصل مقصد جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے'' تا کہ تم پرہیزگار بنو'' یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں یعنی گناہوں سے پرہیز کرنے والا بن جائے اور رمضان کے مہینے کے روزوں کے اثر سے پھر پورے سال اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والی زندگی پر رہ سکے اِس لئے یہ بات لازم ہے کہ:-

(۱) انسان روزہ رکھ کر ہر قسم کی نافرمانیوں مثلاً نماز کا چھوڑنا' جھوٹ' غیبت' گالی دینا' بدزبانی' بدنظری اور ہر قسم کے دوسرے گناہوں سے پوری طرح سے بچے۔

اگر روزہ رکھ کر بھی اُس کی نافرمانیاں ویسے ہی جاری رہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو ایسے

روزے کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے ہی روزے داروں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمادیا ہے کہ "بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ اُن کو روزے کے ثمرات میں سوائے بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا[۵]۔"

(۲) رمضان کے بعد پھر پورے سال اللہ تعالٰی کی نافرمانیوں سے بچے کیونکہ یہ مشق اِسی مقصد سے کروائی گئی تھی۔ اگر بندہ رمضان میں تو اللہ تعالٰی کی نافرمانیوں سے بچے اور رمضان ختم ہونے کے بعد پھر دوبارہ سے اُنہی نافرمانیوں میں مبتلا ہوجائے تو روزے کا تو اصل مقصد ہی فوت ہوگیا۔ بڑے غم کی بات ہے، بڑے ہی دکھ کی بات ہے کہ رمضان المبارک میں تو ہماری مساجد بھری رہتی ہیں اور جیسے ہی رمضان کا مہینہ ختم ہوتا ہے مساجد پھر دوبارہ سے ویران ہوجاتی ہیں اور نمازیوں کی تعداد اچانک پھر سے بہت کم رہ جاتی ہے۔ سوچنے کی بات ہے، کیا ہم اللہ تعالٰی کا دیا ہوا رزق صرف رمضان ہی میں کھاتے ہیں جو اُن کی عبادت صرف رمضان ہی میں کریں، کیا ہم اللہ تعالٰی کے دیئے ہوئے کپڑے صرف رمضان ہی میں پہنتے ہیں جو اُن کی بندگی صرف رمضان ہی میں کریں، کیا ہم اللہ تعالٰی کی دی ہوئی دوسری نعمتوں کو صرف رمضان ہی میں برتتے ہیں جو اُن کے حکموں پر صرف رمضان ہی میں چلیں۔ اور اگر اللہ تعالٰی کی دی ہوئی یہ نعمتیں ہم پورے سال برتتے ہیں جیسا کہ ہم حقیقتاً برتتے ہیں تو ہمیں لازم ہے کہ پھر پورے سال اُن کی فرمانبرداری بھی کریں۔ اور اگر پورے سال اُن کی فرمانبرداری نہیں کرسکتے تو پھر ہمیں چاہیے کہ اُن کی دی ہوئی نعمتوں کو برتنا بھی چھوڑ دیں۔

([۱،۲]البقرہ ۱۸۳،۱۸۵) ([۳]تنبیہ الغافلین ۲۸۶ ، [۴،۵]فضائل اعمال ۶۵۹، ۶۵۳)

۴۔ زکوٰۃ

اسلام کا چوتھا بنیادی رکن زکوٰۃ ہے۔ ارشادِ باری تعالٰی ہے کہ "نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو[۱]۔"

ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر سال میں ایک بار اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ صاحبِ نصاب وہ لوگ ہیں جن کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا اُس کی قیمت کے برابر قابلِ زکوٰۃ مال ہو (سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت قابلِ زکوٰۃ مال ہیں)۔ اگر اُس مال پر ایک قمری سال گزر جائے تو اُن پر سال میں ایک بار اُس مال کا صرف چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فی صد زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے[۲]۔

اللہ تعالٰی ارشاد فرماتے ہیں کہ "شیطان (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں) تمہیں تنگدستی کا خوف دلاتا ہے[۳]۔" انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے درحقیقت اللہ تعالٰی ہی کا دیا ہوا ہے اور اُس کے حقیقی مالک وہی ہیں۔ لہٰذا جب اللہ تعالٰی خرچ کرنے کا حکم دیں تو پھر انسان کو پس وپیش نہیں کرنا چاہیے اور اس غلط فہمی میں نہیں پڑنا چاہیے کہ یہ تو میرا مال ہے اور میں نے اپنی محنت سے کمایا ہے، کیونکہ جو کچھ اُس کے ہاتھ میں ہے اللہ تعالٰی ہی کے حکم سے اُسے حاصل ہوا ہے۔ اگر اللہ تعالٰی اُسے محروم رکھنا چاہتے تو لاکھ کوششوں کے باوجود وہ کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا تھا[۲]۔

قرآنِ کریم کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان پاک ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالٰی نبی کریم ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "(اے نبی!) اِن کے مال کی زکوٰۃ لے لیا کرو کہ زکوٰۃ قبول کرنے سے تم اِن کو (گناہوں سے) پاک کرتے ہو[۳]۔" ایک

صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اپنی آخرت بنانا ہو کیونکہ یہی اعمال کی بنیاد ہے اور اسی کی وجہ سے اعمال قبول ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ "کہو کہ میری نماز اور میری تمام عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے ربّ العالمین ہی کے لئے ہے[۱]۔" اور فرماتے ہیں کہ "خالص اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو[۲]۔" اور ہمیں دل میں یہ جذبہ رکھنے کی ہدایت کرتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں سے کہہ دیا کہ "میں نے تو سب طرف سے یکسو ہو کر اپنا رُخ اُس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں[۳]۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "سارے اعمال کا دارومدار اُن کی نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملے گا جس کی اُس نے نیت کی ہوگی"۔ نیز فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ اعمال میں صرف اُسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہو اور اُس میں صرف اُنہی کی رضا مقصود ہو[۴]۔"

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کا ہر نفع ہر نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے کچھ بھی خود بخود نہیں ہوتا۔ ہر تکلیف ہر آسانی، ہر بیماری ہر شفا، ہر تنگی ہر فراخی اُنہی کے حکم سے آتی ہے۔ پس جب ہمارا ہر نفع ہر نقصان اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے، ہمارا سب کچھ اُنہی کے ہاتھ میں ہے جو اُدھر سے ہمارے لئے حکم ہوتا ہے وہی ہوتا ہے تو لازم ہے کہ ہماری ہر کوشش کا رُخ بھی اُنہی کو راضی کرنے اور اُن کی ناراضگی سے بچنے کی طرف ہو، ہمارا ہر عمل خالص اُنہی کے لئے ہو۔ اسی میں ہمارا فائدہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس لئے اعمال کے اندر ہمیشہ اپنی نیت کو خالص اور درست رکھنا چاہئے۔ جتنا اخلاص اعمال میں ہوگا قیامت کے دن اعمال اُتنے ہی زیادہ وزن دار ہوں گے۔

([۱،۳] الانعام ۷۹،۱۶۲ ، [۲] الاعراف ۲۹) ([۴] منتخب احادیث ۶۳۹،۶۵۸)

۸۔ دنیا سے بے رغبتی اور موت کی یاد

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"(لوگو!) جان رکھو کہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا اور زینت (و آرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (و ستائش) اور ایک دوسرے سے زیادہ مال و اولاد کی طلب (وخواہش) ہے۔ (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے بارش کہ (اُس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگنے لگتی ہے، پھر وہ خوب زور پر آتی ہے، پھر (اے دیکھنے والے) تم اُس کو دیکھتے ہو کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے، پھر چورا چورا ہو جاتی ہے" اور دنیا کی زندگی تو محض دھوکے کا سامان ہے[۱]۔ جس دن لوگ (قیامت کو) جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے دیکھ لیں گے تو (اُن کو یوں معلوم ہوگا کہ) گویا (دنیا میں) رہے ہی نہ تھے سوائے (سارے) دن میں سے ایک گھڑی بھر[۲]۔ لوگوں کو اُن کی خواہشوں کی چیزیں جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے بڑے بڑے ڈھیر اور عمدہ عمدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بڑی زینت دار معلوم ہوتی ہیں، (مگر) یہ سب (فقط) دنیا ہی کی زندگی کے سامان ہیں اور (ہمیشہ کا) بہت اچھا ٹھکانہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو کہ کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جو ان چیزوں سے کہیں زیادہ اچھی ہو؟ (تو سنو) جو لوگ پرہیزگار ہیں اُن کے لئے اللہ کے یہاں (جنت کے) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ عورتیں ہیں اور (سب سے بڑھ کر) اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی ہے، اور اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں کو دیکھ رہا ہے[۳]۔ مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی ہی کو ترجیح

دیتے ہو حالانکہ آخرت (دنیا سے) بہت بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے[۵]۔ اور جو کچھ (مال و متاع لوگ) جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اُس سے کہیں زیادہ بہتر ہے[۶]۔ تو جو ہماری یاد سے روگردانی کرے اور فقط دنیاوی زندگی ہی کا چاہنے والا ہو تم اُس سے منہ پھیر لو[۷]۔ اور یہ دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشہ ہے اور (ہمیشہ کی زندگی (کا مقام) تو آخرت ہی کا گھر ہے' کاش یہ (لوگ) سمجھتے[۸]۔ جس دن لوگ اُس (قیامت) کو دیکھیں گے (تو اُن کو یوں معلوم ہوگا کہ) گویا وہ (دنیا میں محض) ایک شام رہے تھے یا ایک صبح[۹]۔"

جاننا چاہئے کہ دنیا کی زندگی کی آخرت کی زندگی کے مقابلے میں کوئی حیثیت و حقیقت نہیں اور یہ کہ آنحضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ہے کہ "دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے" اور فرمایا کہ "جس نے اپنی دنیا کو پسند کیا اُس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا[۱]۔" آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "بے شک دنیا تمہارے واسطے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے واسطے"۔ اور فرمایا کہ "جو شخص آخرت (کے بنانے) کی نیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی پریشانیوں کو دور فرماتے ہیں' اُس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں اور دنیا اُس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے' اور جو شخص دنیا (کو بنانے) کی نیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی پریشانیوں کو بڑھاتے ہیں' اُس کا فقر اُس کی نگاہوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور دنیا اُس کو اُتنی ہی ملتی ہے جو اُس کے لئے لکھ دی گئی ہے[۱۱]۔"

تو اس لئے عقلمند کو چاہئے کہ دنیا کو بقدرِ ضرورت تو اختیار کرے مگر اُس کے لالچ میں نہ پڑے اور اُس کے جمع کرنے میں نہ لگے اور اپنے کو اعمالِ آخرت میں لگائے جن کا نفع محض عارضی اور تھوڑے سے وقت کا نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ اُسے حاصل ہوگا۔ یہی وجہ

ہے کہ موت کو یاد کرنے کی بڑی فضیلت احادیثِ شریفہ میں آئی ہے کہ موت کو یاد کرنے سے انسان دنیا سے جو کہ دھوکے کا گھر ہے بے رغبت ہوتا ہے اور آخرت سے جو کہ حقیقی اور کبھی نہ ختم ہونے والی نعمتوں کا گھر ہے رغبت کرنے میں لگتا ہے۔ موت کی یاد کی فضیلت کے بارے میں کتاب کے پہلے حصے میں وضاحت کے ساتھ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے۔

(۱،۲ الحدید ۲۰ ، ۳ الاحقاف ۳۵ ، ۴ آلِ عمران ۱۵-۱۴ ، ۵ الاعلیٰ ۱۷-۱۶ ، ۶ الزخرف ۳۲ ، ۷ النجم ۲۹ ، ۸ العنکبوت ۶۴ ، ۹ النزعٰت ۴۶) (۱۰ مکاشفۃ القلوب ۱۵۴ ، ۱۱ تنبیہ الغافلین ۲۱۲)

۹۔ تقویٰ

تقویٰ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا' یعنی اپنے اعمال میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر چلنا کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسا عمل نہ ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مجھ پہ ناراضگی ہو اور اُس کا مجھے خمیازہ بھگتنا پڑے۔ دوسرے معنوں میں اس کا مطلب ہے پرہیزگاری یعنی گناہوں سے بچ کر چلنا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ :-

"مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہے[۱]' جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور ہم نے اُن لوگوں کو بھی یہی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور تم کو بھی یہی حکم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو[۲]' جان رکھو کہ جو اعمال تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُن کو دیکھ رہا ہے[۳]۔ اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ وہ دلوں کی باتوں (تک) سے واقف ہے[۴]' جلد حساب لینے والا ہے[۵]' سخت عذاب دینے والا ہے[۶]۔ اور اللہ تعالیٰ سے جس کے پاس تم سب جمع کئے

جاؤ گے ڈرتے رہو۔ تا کہ تم پر رحمت کی جائے [8]۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرو (اور) اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے [9]۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب یمن کے لئے قاضی یا عامل بنا کر روانہ فرمایا تو اُن کو رخصت کرتے وقت (ایک طویل حدیث میں) آپ نے چند نصیحتیں اور وصیتیں اُن کو فرمائیں اور ارشاد فرمایا "اے معاذ! شاید میری زندگی کے اس سال کے بعد میری تمہاری ملاقات اب نہ ہو......" یہ سُن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے فراق کے صدمہ سے رونے لگے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کی طرف سے منہ پھیر کر اور مدینے کی طرف رخ کر کے فرمایا (غالباً آپ خود بھی آبدیدہ ہو گئے تھے اور بہت متاثر تھے): "مجھ سے بہت زیادہ قریب اور مجھ سے تعلق رکھنے والے وہ سب بندے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں (اور تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں) وہ جو بھی ہوں اور جہاں کہیں بھی ہوں [10]۔"

قیامت کے دن فرشتے' آسمان' زمین' رات اور دن حتیٰ کہ انسان کے اپنے جسم کے اعضاء اُس کے نیک اور بُرے کاموں کی گواہی دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "آج (یعنی قیامت کے دن) ہم اُن کے مُونہوں پر مُہر لگا دیں گے اور جو کچھ یہ کرتے رہے تھے اُن کے ہاتھ ہم سے بیان کر دیں گے اور اُن کے پاؤں (اُس کی) گواہی دیں گے [11]۔" بلکہ آج اور اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اِس بات پر قادر ہیں کہ عین گناہ کی حالت میں جسم پر فالج گرا دیں یا زمین میں دھنسا دیں یا آسمان سے پتھر برسا دیں یا اور جس طرح سے چاہیں پکڑ لیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بعض نافرمان لوگوں کے بارے میں جن کی اللہ تعالیٰ نے سخت پکڑ کی قرآن مجید میں ارشاد فرماتے

ہیں کہ "پس ہم نے سب کو اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا' سو اُن میں کچھ تو ایسے تھے جن پر ہم نے پتھروں کی بارش برسائی (جیسے قومِ عاد)' اور کچھ ایسے تھے جن کو (فرشتے کی) چنگھاڑ نے آ پکڑا (جیسے ثمود)' اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا (جیسے قارون)' اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے غرق کر دیا (جیسے فرعون و ہامان)۔ اور اللہ ایسا ہرگز نہ تھا کہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ وہی (لوگ نافرمانیوں سے) آپ اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے [12]۔" اور کچھ اور لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "سو اُن کو زلزلے نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے [13]" اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ کسی بستی کو ہلاک کر دے جبکہ اُس بستی کے لوگ نیک کام کرنے والے ہوں [14]۔"

لہٰذا انسان کو چاہئے کہ اپنے تمام اعضاء مثلاً زبان' آنکھ' کان' ہاتھ' پیر' پیٹ' شرمگاہ اور دل وغیرہ سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور انہیں غلط اور منع کردہ استعمال میں نہ لائے یعنی گناہ نہ کرے کیونکہ وہ تمام اعضاء اُس کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں۔ مثلاً زبان کو جھوٹ' غیبت و چغلی' تہمت' بدزبانی' گالی وغیرہ میں نہ لگائے' آنکھ کو نامحرم کو دیکھنے' ٹی وی' وی سی آر' کیبل' ڈش' فلم وغیرہ خرافات میں نہ لگائے' کانوں کو غیبت' گانا وغیرہ سننے میں نہ لگائے وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ ان تمام اعضاء کو نیک کاموں میں لگائے تا کہ یہ اعضاء قیامت کے دن اُس کے گناہوں کی گواہی دینے کے بجائے اُس کے نیک کاموں کی گواہی دیں اور انسان دنیا اور آخرت دونوں جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھے بدلے اور رحمتوں کا مستحق ٹھہرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو شخص نیک اعمال کرے گا' مرد ہو یا عورت' اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو' تو ہم (دنیا میں بھی) اُس کی زندگی پاکیزہ (اور بالطف)

طریقے پر بسر کرائیں گے اور (آخرت میں بھی) اُن کے اعمال کا بہت اچھا صلہ ضرور عطا فرمائیں گے[15]" کچھ شک نہیں کہ پرہیزگار (جنت) کے باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے[16]۔"

(۱ آلِ عمران ۱۰۲ ، ۲ النساء ۱۳۱ ، ۳ البقرہ ۲۳۳ ، ۴،۵،۷ المائدہ ۹۶،۴،۷ ، ۶ الحشر ۷ ، ۸،۹ الحجرات ۱۳،۱۰ ، ۱۱ یٰسٓ ۶۵ ، ۱۲ العنکبوت ۴۰ ، ۱۳ الاعراف ۹۱ ، ۱۴ الھود ۱۱۷ ، ۱۵ النحل ۹۷ ، ۱۶ الطور ۱۷) (۱۰ اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ ۱۹۵)

۱۰۔ توبہ

توبہ گناہوں کو' حتیٰ کہ کفر اور شرک تک کو مٹا دینے والا عمل ہے۔ آدمی کے لئے لازم ہے کہ اپنے سابقہ گناہوں سے چاہے جتنے بھی ہوں پکی سچی توبہ کرے۔ اگر وہ سچی توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! اللہ تعالیٰ کے آگے سچے دل سے توبہ کرو" بے شک اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے[1]۔" حقیقت تو یہ ہے کہ ہم سبھی سے کثیر تعداد میں گناہ ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور ڈرنے والے بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ" اور وہ (ڈرنے والے بندے ایسے ہوتے ہیں) کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی اور کون سکتا ہے؟ اور وہ جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کا صلہ اُن کے پروردگار کی طرف سے بخشش اور (ایسے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں' وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (نیک) کام کرنے والوں کا

(کیا ہی) اچھا بدلہ ہے[2]۔"

آدمی سے جتنے بھی گناہ ہو چکے ہوں اُسے یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ میرے تو گناہ بہت ہیں' کیسے معاف ہوں گے؟ یہ شیطان کا دھوکا ہے کہ شیطان بندوں کو اپنے رب سے مایوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے سے فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے تُو جس حال میں بھی ہو جتنے بھی گناہ کر چکا ہو میری طرف توبہ کے لئے ہاتھ اُٹھا میں تیرے ہاتھ بخشش سے بھر دوں گا' اگر تُو سچی توبہ کرے گا تو میں تیرے تمام گناہ معاف کر دوں گا چاہے جتنے بھی ہوں' میں تیرے گناہوں سے بہت بڑا ہوں۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ" (اے نبی میری طرف سے بندوں کو) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتیاں کی ہیں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہونا' یقیناً اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے' وہ تو بڑا بخشنے والا (اور) بہت مہربان ہے[3]۔"

البتہ یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ جن گناہوں کا تعلق دوسرے انسانوں سے ہے مثلاً غیبت' ظلم' چوری' دوسرے کا حق مارنا وغیرہ' ایسے گناہ صرف اُسی وقت معاف ہوتے ہیں جب کہ توبہ کے ساتھ ساتھ حق دار کا حق بھی واپس کیا جائے یا اُس سے معافی مانگی جائے اور وہ اِسے معاف کر دے[5]۔

توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ" یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک صاف رہنے والوں سے[6]۔" اس لئے انسان کو چاہئے کہ اگر توبہ کرنے کے بعد پھر گناہ ہو جائے تو پھر توبہ کر لے۔ محمد بن مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ابن آدم پر تعجب ہے کہ گناہ کرتا ہے اور پھر مجھ سے بخشش چاہتا ہے تو میں اُسے بخش دیتا ہوں' پھر گناہ کرتا ہے اور معافی چاہتا ہے تو میں معاف کر دیتا ہوں' کیسا عجیب ہے کہ نہ

گناہ چھوڑتا ہے اور نہ ہی میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے' میرے فرشتو! گواہ رہو کہ میں نے اسے بخش دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص سانس اُکھڑنے سے پہلے بھی توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کرلیتے ہیں[7]۔" ([1] التحریم ۸ ، [2] الحجرات ۱۲ ، [3،4] آل عمران ۱۳۶-۱۳۵ ، [5] الزمر ۵۳ ، [6] البقرہ ۲۲۲) ([7،8] تنبیہ الغافلین ۹۳، ۹۸)

۱۱۔ والدین سے حسنِ سلوک

قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ میں انسان کے لئے اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی بہت زیادہ تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا کرو۔ اگر وہ تیرے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں (یعنی بڑھاپے کی عمر کو پالیں) ' اُن میں سے ایک یا دونوں کے دونوں' تو اُن کے آگے کبھی 'اُف' بھی نہ کرنا' اور نہ اُن کو جھڑکنا (یعنی سخت انداز سے بات مت کرنا) ' اور اُن سے خوب ادب سے بات کرنا (یعنی نرم اور بہتر انداز سے کلام کرنا) ' اور اُن کے سامنے شفقت اور انکساری کے ساتھ جھکے رہنا (یعنی اُن کے سامنے پستی دکھانا) ' اور اُن پر مہربانی کرنا' اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! اِن دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا[1]۔" اور فرماتے ہیں کہ "ہم نے انسان کو جسے اُس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر پیٹ میں اُٹھائے رکھتی ہے (پھر اُس کو دودھ پلاتی ہے) اور (آخرکار) دو برس میں اُس کا دودھ چھوٹتا ہے اُس کے ماں باپ کے بارے میں حکم دیا ہے کہ میرا بھی شکر کرتے رہنا اور اپنے ماں باپ کا بھی[2]۔"

اگر اللہ تعالیٰ والدین کے احترام اور اُن کے حقوق کی ادائیگی کی تاکید نہ بھی فرماتے تو عقلاً بھی ہر انسان پر یہ بات لازم تھی کہ وہ اپنے والدین کا احترام اور اُن کے حقوق کی اچھی طرح سے ادائیگی کرتا رہتا لیکن اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اِس کی سختی سے تاکید فرمادی تو یہ بات اب اور بھی زیادہ ضروری ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ والدین کا نافرمان جو چاہے عمل کرتا رہے جنت میں نہ جائے گا اور والدین کا فرمانبردار جو بھی عمل کرتا رہے دوزخ میں نہ جائے گا۔ ایک آدمی نے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری والدہ بوڑھی ہوچکی ہے' میں اُسے اپنے ہاتھ سے کھلاتا ہوں' وضو کراتا ہوں' اپنے کندھوں پر اُٹھاتا ہوں' کیا میں نے اُس کا بدلہ چکا دیا ہے؟ ارشاد فرمایا نہیں! سوواں حصہ بھی نہیں! البتہ تُو نے نیک کام کیا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھے اِس قلیل پر بھی اجرِ کثیر عطا فرمائیں گے[3]۔

([1] الاسراء ۲۳-۲۴ ، [2] لقمٰن ۱۴) ([3] تنبیہ الغافلین ۱۱۳-۱۱۴)

۱۲۔ طلبِ حلال

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "طلبِ حلال ہر مسلمان کے اوپر فرض ہے"۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو حلال پاکیزہ روزی اللہ نے تم کو دی ہے اُسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو!۔" حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص حلال کمائی اِس لئے کرتا ہے کہ سوال کرنے سے بچے' اہل و عیال کے لئے روزی حاصل کرے اور پڑوسی سے حسنِ سلوک کرے' وہ قیامت کے دن یوں اُٹھے گا کہ اُس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا[2]۔" نیز فرمایا کہ "عبادت کے دس

اجزاء ہیں' تو اُن میں سے طلبِ حلال میں ہیں[۳]۔"

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک طاقتور دیہاتی نوجوان قریب سے گزرا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسے دیکھ کر کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا ہو اگر اس کی جوانی اور توانائی اللہ کی راہ میں لگے اور یہ کس قدر اجرِ عظیم پائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر یہ شخص اپنے بوڑھے والدین کی خدمت میں اور اُن کے تعاون میں مصروف ہے تو اللہ کی راہ میں ہی شمار ہوگا' اسی طرح اگر اپنی نابالغ اولاد کے لئے کمانے میں لگا ہوا ہے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے' اور اگر اپنے لئے کماتا ہے کہ لوگوں کا محتاج نہ بنے تو بھی اللہ کی راہ میں ہے' اور اگر یہ سب محنتیں شہرت اور دکھاوے کے لئے ہیں تو شیطان کی راہ میں ہے"۔[۴]

([۱]المائدہ ۸۸) ([۲]کیمیائے سعادت ۱۷۲ ، [۳]مخزن اخلاق ۱۸ ، [۴]تنبیہ الغافلین ۳۸۸)

۱۳۔ دعوت اِلَی اللہ

دعوت اِلَی اللہ یعنی اللہ کی طرف بلانے سے مراد ہے لوگوں کو ایمان و اعمال کی طرف دعوت دینا یا بہ الفاظِ دیگر نیک راستے کی طرف ترغیب دینا۔ درحقیقت یہ کام اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ترین ہستیوں یعنی انبیائے کرام کا کام ہے اور بہت افضل عمل ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت ہی پسندیدہ عمل ہے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی خیر خواہی بہت پسند ہے' اور ایک انسان کی سب سے بڑی خیر خواہی یہی ہے کہ اُسے ایمان و اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی دعوت دی جائے تا کہ دونوں جہان میں ناکامی سے بچ جائے اور کامیاب ہو جائے۔ چنانچہ حق تعالیٰ

شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اُس سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بُلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں؟[۱]"

اس آیتِ شریفہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف بُلانے والے کی بات بہت پسند آتی ہے۔ لیکن یہ بات بھی خوب سمجھ لینی چاہئے کہ اس آیت کا صرف یہی ایک جزو نہیں کہ 'اللہ کی طرف بُلائے' بلکہ اس کے علاوہ دو اور اجزاء بھی ہیں۔ دوسرا لازمی جزو یہ ہے کہ وہ خود بھی 'نیک عمل کرے'۔ اگر ایک شخص دوسروں کو تو اللہ کی طرف یعنی نیک اعمال کی طرف بُلائے اور بذاتِ خود بُرے اعمال اختیار کرے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی اس پسندیدگی میں ہرگز شامل نہیں ہے۔ تیسرا لازمی جزو اس آیتِ شریفہ کا یہ ہے کہ وہ 'کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں'۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کے اس افضل عمل کو کرنے کی وجہ سے وہ اپنے کو بڑا بھی نہ سمجھے یعنی تکبر اور بڑائی کا شکار بھی نہ ہو بلکہ اپنے آپ کو عام مسلمانوں ہی میں سے ایک مسلمان سمجھے۔

یہاں یہ بات ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں میں سے ہر شخص پر دعوت الی اللہ کا کام لازم نہیں کیا گیا تھا' کیونکہ ہر مرتبہ جب بگاڑ زیادہ بڑھ جاتا تھا تو اصلاح کے لئے ایک نئے نبی کو بھیج دیا جاتا تھا۔ لیکن چونکہ اب حضور اکرم ﷺ پر سلسلہِ نبوت کو ختم کر دیا گیا ہے اور کسی نئے نبی کو نہیں بھیجا جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ناکامی کی راہ سے بچانے اور کامیابی کی راہ پہ رکھنے کا یہ انتظام کر دیا ہے کہ ہر مسلمان پر دعوت الی اللہ کی ذمہ داری عائد کر دی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "(اے نبی) کہہ دو کہ میرا تو راستہ یہی ہے کہ میں (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلاتا ہوں (ازروئے یقین و برہان) سمجھ بُوجھ کر' میں بھی (لوگوں کو اللہ کی

طرف بلاتا ہوں) اور میری اِتباع کرنے والے بھی[۲]۔" حضور اکرم ﷺ کی اِتباع کا حکم قرآنِ کریم میں ہمیں کئی جگہ پر دیا گیا ہے اور اِتباع کے اندر اِس آیت میں یہ بات بالکل واضح طور پر بتا دی گئی ہے کہ دیکھو تمہیں بھی اپنا راستہ ہی یہ بنا لینا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاؤ تاکہ فلاح پائیں۔

یہاں اِس بات کا تذکرہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اِس وقت پوری دنیا میں اُمتِ مسلمہ ایمان و اعمال کی جس انتہائی گراوٹ کا شکار ہے اُس کا واحد حل یہی ہے کہ اپنے عمل کو درست رکھتے ہوئے اور تکبر و خود بینی سے بہت ہی بچتے ہوئے نہایت سنجیدگی کے ساتھ دعوت الی اللہ کا کام اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

دعوت اور تبلیغ کے ذیل میں اِس بہت اہم حقیقت کا سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ جس قدر ہمارے اپنے اعمال احکامِ الٰہی کے مطابق ہوں گے اُسی قدر دعوت و تبلیغ کی استعداد و صلاحیت اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائیں گے، اُسی قدر دانائی و سمجھداری اللہ تعالیٰ ہمیں عطا فرمائیں گے، اُسی قدر ہماری باتوں میں اثر ہوگا اور اُسی قدر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے ہم سے کام لیں گے۔ اگر خود ہمارے اپنے اعمال ہی احکامِ الٰہی کے طرح طرح سے خلاف ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ بھی دعوت و تبلیغ کی حقیقی استعداد و صلاحیت نہیں عطا فرمائیں گے، نہ ہمارے اندر کچھ بھی دانائی و سمجھداری ہوگی، نہ ہماری باتوں میں اثر ہوگا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ہم سے اپنے بندوں کے لئے حقیقتاً کام لیں گے۔ جس کا نتیجہ پھر یہ ہوگا کہ بظاہر بہت زیادہ تبلیغ ہونے کے حقیقت میں کچھ بھی نہ ہو رہا ہوگا یعنی نہ ہماری تبلیغ سے لوگوں کا ایمان بن رہا ہوگا اور نہ وہ عمل پر آرہے ہوں گے۔

(۱ حٰم السجدہ ۳۳ ، ۲ یوسف ۱۰۸)

۱۴۔ جہاد فی سبیلِ اللہ

اللہ تعالیٰ جہاد فی سبیلِ اللہ اور مجاہدین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"(مسلمانو!) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اور جان رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے[۱]۔ تمہیں کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تم (کاہلی کے سبب) زمین پر گرے جاتے ہو (یعنی گھروں سے نکلنا نہیں چاہتے)؟ کیا تم آخرت (کی نعمتوں) کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو؟ دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں[۲]۔ مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک میں نہ پڑے، اور اللہ کی راہ میں جان اور مال سے لڑے، یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں[۳]۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے اُن کو مرے ہوئے مت سمجھنا (وہ مرے ہوئے نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں اور اُن کو رزق مل رہا ہے، جو کچھ اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے بخش رکھا ہے اُس میں خوش ہیں، اور جو لوگ اُن کے پیچھے رہ گئے اور (شہید ہو کر) اُن میں شامل نہیں ہو سکے (اور جہاد میں مصروف ہیں) اُن کی نسبت خوشیاں منا رہے ہیں کہ (قیامت کے دن) اُن کو بھی نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے[۴]۔"

حضور اقدس ﷺ سے کسی نے پوچھا کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا، والدین سے حسنِ سلوک کرنا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"۔ ایک حدیث پاک کے مطابق جو شخص مجاہدین کی مالی امداد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو بھی جہاد فی سبیل اللہ کا اجر و ثواب عطا فرماتے ہیں[۵]۔

(۱ البقرہ ۲۴۴ ، ۲ التوبہ ۳۸ ، ۳ الحجرات ۱۵ ، ۴ آل عمران ۱۷۰-۱۶۹) (۵ تحفۃ الطالبین ۳۲۵)

۱۵۔ صدقہ

صدقہ اللہ تعالیٰ کو بہت راضی کرنے والا عمل ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں بڑے نفع کی چیز ہے۔ کم ہو یا زیادہ' جو ہو سکے صدقہ ضرور کرتے رہنا چاہئے کہ قرآنِ کریم میں اس کی بہت کثرت سے ترغیب اور تاکید آئی ہے۔ محض چند آیاتِ قرآنی کا ترجمہ نمونے کے طور پر ذیل میں دیا جاتا ہے:۔

''مسلمانو! جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اُس میں سے خرچ کرلو اُس دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ (اعمال کی) خرید و فروخت ہو سکے گی اور نہ دوستی (کام آئے گی) اور نہ سفارش[۱]۔ جو لوگ اپنا مال رات اور دن اور پوشیدہ اور ظاہر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے پاس ہے اور اُن کو (قیامت کے دن) نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ غم[۲]۔ کوئی ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے قرض کو کئی گنا بڑھا چڑھا کر واپس کرے گا[۳]۔ اور جو (مال) ہم نے تم کو دیا ہے اُس میں سے اُس (وقت) سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آجائے تو (پھر اُس وقت) وہ کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تُو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا' اور جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اُس کو ہرگز مہلت نہیں دیتا[۴]۔''

نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو' اس لئے کہ بلا صدقہ کو پھاند نہیں سکتی''۔ نیز فرمایا کہ ''اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کیا کرو'' (اور تجربہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ صدقہ کی کثرت بیماری سے شفا ہے)۔

ایک حدیث میں ہے کہ ''صدقہ کرنا ستر بلاؤں کو روکتا ہے' جن میں سے کم سے کم درجہ کی بلا جذام کی اور برص کی بیماری ہے''۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''اپنے تفکرات اور غموں کی تلافی صدقہ سے کیا کرو' اس سے اللہ تعالیٰ تمہاری مضرت کو بھی دفع کریں گے اور دشمن پر تمہاری مدد بھی کریں گے''۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''صدقہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دور کرتا اور بُری موت کو ہٹاتا ہے''۔ نیز آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''صدقہ قبر کی گرمی کو ختم کرتا ہے اور آدمی قیامت کے دن اپنے صدقہ کے سائے میں ہوگا'' (یعنی جتنا زیادہ صدقہ کرے گا' اتنا ہی زیادہ سایہ ہوگا)۔ ایک حدیث میں ہے کہ ''صدقہ گناہوں کو اس طرح بُجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بُجھا دیتا ہے[۵]۔''

([۱،۲،۳] البقرہ ۲۵۴،۲۷۴،۲۴۵ ' [۴] المنافقون ۱۰،۱۱) ([۵] فضائل صدقات ۸۱)

۱۶۔ اعتکاف

کسی ایسی مسجد میں جہاں پابندی سے پانچ وقت کی فرض نماز باجماعت ہوتی ہو اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں[۱]۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''اور (ہم نے) ابراہیم اور اسماعیل کو حکم دیا کہ ہمارے (اس) گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) کے لئے پاک صاف رکھو[۲]۔''

اعتکاف عموماً دو قسم کا کیا جاتا ہے' ایک سنت اور دوسرا نفل۔ سنت اعتکاف رمضان المبارک کے آخری عشرہ (یعنی دس دن) کا ہوتا ہے اور نفل کے لئے کوئی قید نہیں جتنے دن یا جتنی دیر کے لئے بھی چاہے کیا جا سکتا ہے[۱]۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جس شخص نے رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا تو اُس کو دو حج اور دو عمرے کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے“۔ نیز فرمایا کہ ”جس شخص نے محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لئے صرف ایک دن کا اعتکاف کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور دوزخ کے درمیان تین خندقیں ایسی حائل فرما دیتے ہیں جن میں سے ہر خندق کی چوڑائی زمین اور آسمان کے درمیانی فاصلے سے بھی زیادہ ہے“۔ [۱]

نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، جس کا بڑا مقصد شبِ قدر کی تلاش ہوتا، جس کے بارے میں قرآنِ کریم میں ارشادِ پاک ہے کہ شبِ قدر کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔ اعتکاف ایسا عمل ہے جس میں یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے اور اللہ سے لَو لگانے کا موقع ملتا ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے بڑھ کر دنیا میں کوئی بھی شے لذیذ تر نہیں ہے۔ جس کسی کو بھی یہ مزہ لگ گیا تو وہ دنیا جہان اور جو کچھ بھی اُس میں ہے اُس سے بے نیاز ہو گیا۔

تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دلنشیں ہوتی

اور

نہیں کوئی نعمت ہے دونوں جہاں میں لذیذ اپنے مولیٰ سے ملنے سے بڑھ کر
یہی شغل ملتا ہمیں اس جہاں میں ملاقاتِ رب کی دعا کرتے رہتے

تو اس طرح اعتکاف بہت افضل عمل ہے۔ تاہم آج کل عمومی طور پر لوگ جس انداز سے اعتکاف کیا کرتے ہیں وہ سنتِ نبوی ﷺ کے بالکل خلاف ہے۔ اکثر

معتکفین دورانِ اعتکاف یکسوئی کے ساتھ مختلف عبادات میں لگنے کے بجائے اعتکاف کے وقت کو آپس کی فضول گفتگو، ٹھٹھے بازی، محفلیں جمانے، اخبار کے مطالعے، ضرورت سے زیادہ سونے اور دوسری لغویات وغیرہ میں گزار دیتے ہیں جس کی وجہ سے اعتکاف کی افادیت عملاً ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے یہ لازم ہے کہ اعتکاف کرنے والا دوسرے معتکفین کے طور طریقوں سے بالکل قطع نظر کر کے اپنے اعتکاف کو پوری یکسوئی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ عبادات خصوصاً قرآن مجید کے ترجمہ و تفسیر اور مستند دینی کتب کے مطالعہ میں گزارے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”دین میں بصیرت حاصل کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں [۳]“۔

([۱] مسائل اعتکاف ۱۰-۶ ، [۳] تنبیہ الغافلین ۳۷۰) ([۲] البقرہ ۱۲۵)

۱۷۔ نفلی حج و عمرہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ”حج اور عمرے کو (خالص) اللہ کے لئے پورا کرو [۱]“۔ حج کے بارے میں تو پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے۔ پہلا حج جو انسان کرے وہ فرض حج ہے اور اُس سے حج کے فریضہ کی ادائیگی ہو جاتی ہے، پھر اُس کے بعد جو بھی حج کئے جائیں وہ نفلی حج ہیں۔

حج تو سال میں ایک ہی بار ہو سکتا ہے، کیونکہ شرعاً اُس کے لئے تاریخ مقرر ہے، لیکن عمرہ سال میں کسی بھی وقت ہو سکتا ہے اور چونکہ اس میں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا اس لئے بہت سے لوگ ایک دن میں ایک سے زیادہ عمرے کر لیتے ہیں [۲]۔

حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جو لوگ حج و عمرہ کے لئے جائیں وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے افراد ہیں (جو بطور مہمان کے شمار ہوتے ہیں)،

یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو قبول فرمائیں اور مغفرت طلب کریں تو ان کی مغفرت فرمائیں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "رمضان میں عمرہ کرنا حج کرنے کے برابر ہے"۔[۲]

([۱]البقرہ ۱۹۶) ([۲]طریقہ حج وعمرہ ۸۲-۸۰)

۱۸۔ سنت پر عمل

سنت سے مراد ہے نبی کریم ﷺ کا طریقہ۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "(مسلمانو!) تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ (کی زندگی) میں ایک بہترین نمونہ ہے[۱]۔" اور ارشاد فرماتے ہیں کہ "(اے نبی لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ (بھی) تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا[۲]۔" نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "بے شک آپ کے اخلاق بڑے (اعلیٰ درجے کے) ہیں[۳]۔" نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، جب تک تم انہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری سنت[۴]۔"

اللہ تعالیٰ ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی کے طور طریقوں کو اپنائیں، اس لئے کہ آپ ﷺ کو زندگی گزارنے کے وہ اعلیٰ ترین طور طریقے دیئے گئے ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کے ضامن ہیں۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اُن کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کو راضی کریں اور دونوں جہان میں فلاح پائیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب بھی درحقیقت اللہ تعالیٰ کے احکام پر نبی کریم ﷺ کے طریقوں ہی پر عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے روزمرّہ زندگی کے معمولات (مثلاً کھانا پینا، سونا

جاگنا، لینا دینا، گھر اور مسجد میں داخل ہونا نکلنا وغیرہ وغیرہ) کو رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کے مطابق بنالیں گے تو وہی معمولات ہمارے لئے بڑے اجر وثواب کے حصول کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہتمام کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو سیکھنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص فسادِ امت کے دور میں میری سنت کو سینے سے لگائے اور اپنائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے سو (۱۰۰) شہیدوں کا ثواب عطا فرمائیں گے[۴]۔"

([۱]الاحزاب ۲۱ ، [۲]آلِ عمران ۳۱ ، [۳]القلم ۴) ([۴]تنبیہ الغافلین ۴۲۸)

۱۹۔ صبر

آدمی کو چاہئے کہ جس قسم کی بھی تکلیف اُس پر پڑے اُس پر صبر کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُس پر اجر وثواب کی امید رکھے کہ وہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے[۱]۔" اور فرماتے ہیں کہ "صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب ملے گا[۲]۔" اور ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جان اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے، تو صبر کرنے والوں کو (اللہ تعالیٰ کی رضا کی) خوشخبری سنادو کہ جب اُن لوگوں پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہی کہتے ہیں کہ 'اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ' یعنی ہم سب اللہ ہی کا مال ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں[۳]۔"

([۱]آلِ عمران ۱۴۶ ، [۲]الزمر ۱۰ ، [۳]البقرہ ۱۵۶،۱۵۵)

۲۰۔ شکر

آدمی کے لئے لازم ہے کہ جو نعمت بھی اُسے حاصل ہو اور جو نعمتیں اللہ تعالیٰ کی

اُس کے اوپر ہوں اُن پر اللہ تعالیٰ کا تہہِ دل سے شکر گزار و احسان مند ہو کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ "میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا[۱]۔" اور شکر کرنے پر نعمتوں میں اضافے کا وعدہ فرماتے ہیں' جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا[۲]۔" لیکن فرماتے ہیں کہ "کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا مہربان ہے مگر اکثر لوگ (اُس کا) شکر نہیں کرتے[۳]۔" حقیقت تو یہ ہے کہ گرے سے گرے حال میں بھی ہم پر اللہ کی بے شمار نعمتیں ہیں اس لئے ہر ہر حال میں ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کا بہت شکر لازم ہے۔ (۱،۳ البقرہ ۱۵۲، ۲۴۳ ' ۲ ابراہیم ۷)

۲۱۔ توکل

انسان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے اور اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے کیونکہ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اگر تم اُس پر ایمان رکھتے ہو[۱]۔" اور فرماتے ہیں کہ "اُس (خدائے) زندہ پر بھروسہ رکھو جسے کبھی موت نہیں آئے گی[۲]۔" جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کی کفایت فرماتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "جس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرلیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے کافی ہو گئے[۳]۔" پھر اگر انسان کے ساتھ اُس کی مرضی اور اُس کی پسند کے خلاف پیش آئے تو اُسے یہ بات سمجھنی چاہئے کہ اُسے یہ نہیں معلوم کہ اُس کا نفع کس چیز میں ہے اور نقصان کس چیز میں' بلکہ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ "میں یہ دھیان ہی نہیں کرتا کہ میری صبح کس حال میں ہو رہی ہے' میری پسندیدہ حالت میں یا ناپسندیدہ حالت میں کیونکہ مجھے یہی معلوم نہیں کہ میرا فائدہ میری پسندیدہ چیز میں ہے یا ناپسندیدہ چیز میں[۴]۔"

حضور سرورِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو جیسا کہ اُس کا حق ہے تو تمہیں اس طرح رزق پہنچے جس طرح پرندوں کو رزق پہنچتا ہے کہ وہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور سیر ہو کر شام کو واپس اپنے گھونسلوں کو لوٹتے ہیں[۵]۔" اور فرمایا کہ "جسے یہ پسند ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ طاقتور ہو تو اُسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے[۶]۔"

البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ انسان کو تدبیر کرنے اور اسباب کو اختیار کرنے سے منع نہیں کیا گیا بلکہ تدبیر کرتے اور اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اُسے ذرا بھی بھروسہ اپنی تدبیر اور اُن اسباب پر نہیں کرنا چاہئے بلکہ اُس کا بھروسہ پورے کا پورا اللہ تعالیٰ ہی کی ذاتِ عالی پر ہونا چاہئے۔ ایک شخص حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ اللہ کے توکل پر یوں ہی اُونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں یا اُس کا گھٹنا باندھوں اور پھر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا "گھٹنا باندھ کر توکل کرو[۷]۔" (۱ المائدہ ۲۳ ' ۲ الفرقان ۵۸ ' ۳ الطلاق ۳) (۴،۶،۷ تنبیہ الغافلین ۴۰۱، ۳۹۸، ۳۹۷ ' ۵ مکاشفۃ القلوب ۳۸۵)

۲۲۔ اچھے اخلاق

اللہ تعالیٰ نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں خود ارشاد فرماتے ہیں کہ "بے شک آپ کے اخلاق بڑے (اعلیٰ درجے کے) ہیں[۱]۔" اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میں اچھے اخلاق کو مکمل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں[۲]۔" ذیل میں آپ ﷺ کے چند ارشادات نقل کئے جاتے ہیں جن سے اچھے اخلاق کی اہمیت و فضیلت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:-

- ''قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں کوئی بھی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی[۳]۔
- کسی مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے والا ایسا ہے کہ گویا تمام عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گزار دی[۳]۔
- اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں کہ تُو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کر دے[۳]۔
- صاحبِ ایمان بندہ اپنے اچھے اخلاق سے اُن لوگوں کا درجہ پالیتا ہے جو رات بھر نفل نماز پڑھتے ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہوں[۴]۔
- تم سب میں مجھے زیادہ محبوب اور آخرت میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں[۴]۔
- ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں[۴]۔
- کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ وہ شخص کون ہے جو آگ پر حرام ہوگا اور جس پر آگ حرام ہوگی؟ (سُن لو) دوزخ کی آگ حرام ہے ہر ایسے شخص پر جو لوگوں سے قریب ہونے والا (یعنی خوب ملنے جلنے والا) نہایت نرم مزاج اور نرم طبیعت ہو[۵]۔
- تمہارا اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے مسکرا دینا صدقہ ہے' تمہارا کسی کو نیکی کا حکم کرنا اور بُرائی سے روکنا صدقہ ہے' کسی بھولے ہوئے کو راستہ بتا دینا صدقہ ہے' کمزور نگاہ والے کو راستہ دکھا دینا صدقہ ہے' پتھر' کانٹا' ہڈی (وغیرہ) کا راستے سے ہٹا دینا صدقہ ہے اور تمہارا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا صدقہ ہے[۶]۔''

کھانا کھلانا اور سلام کو پھیلانا :

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اسی لئے بنایا تھا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے' سلام کو پھیلاتے تھے اور رات کو نماز پڑھا کرتے جبکہ لوگ سوئے ہوتے تھے''۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کھانا کھانے لگتے اور کوئی ساتھ کھانے والا نہ ہوتا تو میل دو میل تک اسی تلاش میں نکل جاتے تھے کہ کوئی ساتھ کھانے والا مل جائے[۷]۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''تم لوگ جنت میں نہیں جا سکتے جب تک کہ مومن نہ ہو جاؤ' اور تم اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو' اور کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جس سے تم آپس میں محبت کرو؟ آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ[۸]۔''

([۱] الفقہ ۴) ([۲] ۶،۸ ،۵ ،۳ منتخب احادیث ۵۲۲، ۵۲۸، ۵۰۶، ۵۰۵ ' [۳] مخزن اخلاق ۱۰،۱۴ '
[۴] اُسوہ رسول اکرم ﷺ ۵۴۲ ' [۷] منہاج الصالحین ۳۹۴)

۲۳۔ صلہ رحمی

صلہ رحمی سے مراد ہے رشتہ داروں سے تعلق جوڑے رکھنا' اُن سے ملنا جلنا' اچھا سلوک کرنا اور اُن کے ساتھ جو ہو سکے تعاون کرنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اُس کی عمر دراز کی جائے اور اُس کے رزق میں اضافہ کیا جائے تو اُس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے[۱]۔'' ایک حدیث کے مطابق صلہ رحمی جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دینے والا عمل ہے۔ آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ''کوئی بھی نیک

عمل صلہ رحمی سے زیادہ جلدی اجر و ثواب دلانے والا نہیں ۲۔"

(منتخب احادیث ۵۹۲ ' ۲ تنبیہ الغافلین ۱۳۲)

۲۴۔ مہمان کا اکرام اور مریض کی عیادت

رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے"۔ آپ ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ آپ ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ "جو شخص مریض کی عیادت کے لئے جاتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت اُس کو ڈھانپ لیتی ہے"۔ نیز فرمایا کہ "جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اُس سے کہو کہ وہ تمہارے لئے دعا کرے کیونکہ اُس کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (قبول ہوتی) ہے۔" (منتخب احادیث ۵۴۳-۵۴۱)

۲۵۔ ہمسائے کے حقوق

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "کوئی بندہ اُس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اُس کا ہمسایہ اُس کے ظلم سے محفوظ نہ ہوجائے"۔ نیز فرمایا کہ "ہمسائے کی عزت وحُرمت ماں کی عزت وحُرمت کی طرح ہے ۱۔" آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ہمسائے کا حق یہ ہے کہ وہ بیمار ہوجائے تو اُس کی عیادت کرے' اگر وہ مرجائے تو اُس کے جنازے کے ساتھ جائے' اگر وہ اُدھار مانگے تو اُس کو قرض دے' اگر وہ ننگا ہے تو اُس کو کپڑے پہنائے' اگر کوئی خوشی اُسے حاصل ہو تو اُسے مبارکباد دے' اگر کوئی

مصیبت اُس پر پڑے تو اُسے تسلی دے اور اپنے مکان کو اُس کے مکان سے اونچا نہ کرے تا کہ وہ ہوا سے محروم نہ رہے اور اپنے چولھے کے دھوئیں سے اُس کو ایذا نہ پہنچائے ۲۔" (۱ تنبیہ الغافلین ۱۲۸ ' ۲ اُسوہ رسول اکرم ﷺ ۳۶۷)

۲۶۔ یتیم سے حسنِ سلوک

حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے' اور محض اللہ ہی کے لئے پھیرے' تو جتنے بالوں پر سے اُس کا ہاتھ گزرا ہے اُتنی ہی نیکیاں اُس کو ملیں گی اور جو شخص کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ احسان کرے جو کہ اُس کے ساتھ رہتا ہو تو میں اور وہ جنت میں اِس طرح رہیں گے جیسے کہ شہادت کی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی ایک دوسرے کے قریب ہیں"۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو۔" (اُسوہ رسول اکرم ﷺ ۳۶۴)

۲۷۔ شوہر کے حقوق

فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ "اگر میں اِس بات کو جائز سمجھتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے تا کہ اُس کے حق کی تعظیم ہوسکے"۔ اور فرمایا کہ "بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اگر گھر سے نکلے تو رحمت کے فرشتے بھی اور عذاب کے فرشتے بھی اُس پر لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ لوٹ نہ آئے"۔ نیز فرمایا کہ "جب عورت نماز پڑھے مگر اپنے شوہر کے لئے دعا نہ کرے تو اُس کی دعا مردود ہوتی ہے

جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے لئے دعا نہ کرے"۔ اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر شوہر کے ایک نتھنے سے خون اور دوسرے نتھنے سے پیپ جاری ہو اور عورت زبان سے چاٹ کر اُسے صاف کر دے تب بھی وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہیں کر سکتی"۔ (تنبیہ الغافلین ۳۴۱)

۲۸۔ بیوی کے حقوق

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ "شوہر پر عورت کے پانچ طرح کے حقوق ہیں' ایک یہ کہ گھر سے باہر کے اُس کے کام کاج کر دے اور اُسے گھر سے باہر نہ جانے دے کہ وہ عورت ہے جسے بلا ضرورت باہر نکالنا گناہ ہے' دوسرا یہ کہ نماز روزہ وغیرہ احکام کے متعلق بقدرِ ضرورت مسائل اُسے سکھائے' تیسرا یہ کہ اُسے حلال کھانا کھلائے کیونکہ حرام غذا سے پیدا ہونے والا گوشت دوزخ میں پگھلایا جائے گا' چوتھا یہ کہ اُس پر کسی بھی طرح کا ظلم نہ کرے کہ وہ اُس کے پاس اللہ کی امانت ہے' پانچواں یہ کہ وہ اگر اُس پر کچھ زیادتی بھی کر بیٹھے تو محض اُس کی ہمدردی میں اُسے برداشت کر لے"۔

(تنبیہ الغافلین ۳۴۳)

۲۹۔ ذکرُ اللہ

ذکرُ اللہ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی یاد۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! اللہ تعالیٰ کو بہت کثرت سے یاد کیا کرو!" قرآنِ کریم میں بہت سے مقامات پر ذکرُ اللہ کا حکم اور اُس کی ترغیب دی گئی ہے۔ اسی طرح اس سلسلے میں بہت سی احادیثِ نبوی ﷺ بھی آئی ہیں۔ محض چند ارشاداتِ ربانی اور احادیثِ نبوی ﷺ یہاں

نمونے کے طور پر ذکر کئے جاتے ہیں جن سے ذکرُ اللہ کی اہمیت وفضیلت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے:-

ارشاداتِ ربانی :

- "تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا[۲]"۔
- خوب سمجھ لو کہ اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے[۳]۔
- اور اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے[۴]۔
- (عقلمند) وہ لوگ ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے' ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں[۵]۔
- تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو (خصوصاً) شام کے وقت اور صبح کے وقت[۶]۔
- بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں' مسلمانو! تم بھی اُن پر درود اور سلام بھیجا کرو[۷]"۔

احادیثِ نبوی ﷺ :

- حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور اُس کے ہونٹ میری یاد میں ہلتے رہتے ہیں تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں[۸]۔
- کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتادوں جو تمام اعمال میں بہترین ہو' تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ' اور تمہارے درجوں کو بہت ہی زیادہ بلند کرنے والا' اور سونے چاندی کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے بھی بہتر' اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھا ہوا؟ وہ عمل اللہ کا ذکر ہے[۹]۔

– جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اُن دونوں کی مثال زندہ اور مُردے کی سی ہے' ذکر کرنے والا زندہ اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے"۔[۱]

– اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُنہیں تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اللہ کا ذکر (کرنے والا) افضل ہے"۔

اس طرح ذکرُ اللہ بہت ہی افضل عمل ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اُس کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے' خصوصاً صبح و شام ایک ایک تسبیح تیسرا کلمہ' استغفار اور درود شریف کا معمول بنالینا چاہئے۔ چند اوراذکار جن کی بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:-

i) سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

ii) بازار میں چوتھا کلمہ۔

iii) ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی۔

iv) ہر فرض نماز کے بعد تسبیح فاطمی (یعنی ۳۳ بار سُبْحَانَ اللّٰہ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَر)۔

v) فجر اور مغرب کی نماز کے بعد ۷ بار اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ۔

([۱،۷]الاحزاب ۴۱،۵۶ ' [۲]البقرہ ۱۵۲ ' [۳]الرعد ۲۸ ' [۴]العنکبوت ۴۵ ' [۵]آل عمران ۱۹۱ ' [۶]الروم ۱۷) ([۸-۱۱] منتخب احادیث ۳۸۳-۳۷۸)

۳۰۔ تلاوت قرآن

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھے اُس

کے لئے ایک حرف کے بدلے میں ایک نیکی ہے' اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف' لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے (یعنی یہ تین حروف ہوئے اِن پر تیس نیکیاں ملیں گی)۔"

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو کیونکہ اچھی آواز قرآن شریف کے حسن کو زیادہ (ظاہر) کرتی ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ "قرآن شریف کو اچھی آواز سے پڑھو کیونکہ جو شخص اِسے اچھی آواز سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے (یعنی ہماری کامل اتباع کرنے والوں میں سے نہیں ہے)"۔ آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "(قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن شریف پڑھتا جا اور (جنت کے درجوں پر) چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تُو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرتا تھا' بس تیرا مقام وہی ہوگا جہاں تیری آخری آیت کی تلاوت ختم ہوگی"۔ (منتخب احادیث ۳۳۶-۳۳۱)

۳۱۔ نفل نمازیں

چونکہ نماز افضل ترین عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمام عبادتوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے اِس لئے جہاں تک ممکن ہو نفل نمازوں کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ جن نفل نمازوں کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے اُن میں تحیۃ الوضو' تحیۃ المسجد' نماز اشراق' نماز چاشت' نماز اوّابین' نماز تہجد' نماز حاجت' نماز توبہ' نماز شکرانہ' نماز سفر' نماز استخارہ اور صلوٰۃ التسبیح شامل ہیں۔ (نماز کا مظہر ۲۱۸)

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ جن لوگوں کی زندگی میں پہلے کوئی فرض نمازیں ادا ہونے سے رہ گئی ہوں اُن کو اُن فرض نمازوں کی قضائے عمری کی ادائیگی کرنی

چاہئے۔ایسا کرنے سے اُن کے سر سے وہ فرض نمازیں بھی اُتر جائیں گی اور ثواب بھی نوافل سے کہیں زیادہ ملے گا کیونکہ فرض کا ثواب نفل سے بہت بڑھ کر ہے' اور اگر ایسا نہ کیا تو انسان نوافل کی ادائیگی کے باوجود فرض کے چھوڑنے کا گنہگار رہے گا۔

دوسری نہایت اہم بات جو نماز کے متعلق سمجھنی چاہئے وہ یہ ہے کہ ممنوع اور مکروہ اوقات کا پورا لحاظ رکھا جائے۔

— ممنوع اوقات : ممنوع اوقات تین ہیں:-

i) طلوعِ آفتاب کا وقت (یعنی نقشوں میں دیئے گئے طلوعِ آفتاب کے وقت کے بعد سے ۱۰ منٹ تک)

ii) غروبِ آفتاب کا وقت (یعنی نقشوں میں دیئے گئے غروبِ آفتاب کے وقت سے پہلے ۱۵ منٹ تک)

iii) عین زوال کا وقت (یعنی نقشوں میں دیئے گئے زوال کے وقت سے ۵ منٹ پہلے اور ۵ منٹ بعد کا وقت)

اِن ممنوع اوقات میں فرض' واجب' سنت' نفل کوئی بھی نماز یا سجدہ جائز نہیں۔ البتہ اگر اُس دن کی عصر کی نماز رہتی ہو تو وہ عین غروبِ آفتاب کے وقت بھی پڑھی جا سکتی ہے اور پڑھی جانی چاہئے۔

— مکروہ اوقات : مکروہ اوقات دو ہیں:-

i) نمازِ فجر پڑھ لینے کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک کا وقت

ii) نمازِ عصر پڑھ لینے کے بعد سے غروبِ آفتاب تک کا وقت

اِن مکروہ اوقات میں فرض قضا نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں' سجدہ تلاوت بھی کیا جا سکتا ہے' البتہ کوئی نفل نماز یا سجدہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۳۲۔ نفل روزے

بعض نفل روزوں کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے خصوصاً :-

i) ایامِ بیض کے روزے۔ (یعنی ہر مہینے کے بیچ کے تین روزے یعنی چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے روزے)

ii) عاشورہ (یعنی ۱۰ محرم) کا روزہ۔ (اس کے ساتھ ۹ یا ۱۱ محرم کا روزہ بھی ملا لینا بہتر ہے)

iii) ۱۵ شعبان کا روزہ۔

iv) عرفہ (یعنی ۹ ذی الحجہ) کا روزہ۔ (تنبیہ الغافلین ۲۹۶-۲۹۳)

لیکن جیسا کہ نفل نمازوں کے بارے میں ذکر کیا گیا بالکل اُسی طرح جن لوگوں کی زندگی میں کچھ فرض روزے رہ گئے ہوں اُن کو اِن نفل روزوں کے موقعوں پر اُن فرض روزوں کی قضائے عمری کرنی چاہئے۔

۳۳۔ مبارک اوقات کی عبادات

بعض اوقات ایسے ہیں کہ جن میں عبادت یا کسی بھی نیک عمل کے کرنے کی قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے مثلاً :-

i) شبِ جمعہ اور جمعہ کا دن۔

ii) رمضان کا مہینہ خصوصاً شبِ قدر جس کی عبادت کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ عطا کیا جاتا ہے۔

کرنے کا معمول بنا لینا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "تقدیر کو بدل دینے والی کوئی چیز ہے تو وہ دعا ہے[۵]۔"

([۱]المؤمن ۶۰ ، [۲]البقرہ ۱۸۶ ، [۳]الاعراف ۵۵ ، [۴]النمل ۶۲) ([۵]صحیح الغافلین ۳۲۸-۳۳۳)

چوتھا حصہ

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بڑی بڑی شکلیں

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"اللہ تعالیٰ کے احکام کو ہنسی کھیل مت سمجھو[1]' جو شخص اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اُس کی حدوں سے نکل جائے گا اُس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اُس کو ذلّت کا عذاب ہوگا[2]۔ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تُند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں' جو حکم اللہ تعالیٰ اُن کو دیتا ہے اُس کی نافرمانی نہیں کرتے[3]۔ اُس روز (یعنی قیامت کے دن) کافر اور (اللہ تعالیٰ اور اُس کے) رسول کے نافرمان یہ تمنا کریں گے کہ اے کاش! اُنہیں زمین میں دفن کر کے مٹی برابر کر دی جاتی (تا کہ ایسی کڑی سزا نہ ملتی) اور کوئی بھی بات اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکیں گے[4]۔ اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا ہے اور جو خیالات اُس کے دل میں گزرتے ہیں ہم اُن کو (بھی) جانتے ہیں' اور ہم تو اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں[5]۔ کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا؟ وہ تو پوشیدہ باتوں (تک) کا جاننے والا اور (ہر چیز کی) خبر رکھنے والا ہے[6]۔ یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے' تو تم اِسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر مت چلنا کہ اُن پر چل کر تم اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے' اِن باتوں کا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ پرہیزگار بنو[7]۔ اور ظاہری اور

پوشیدہ (ہر طرح کا) گناہ چھوڑ دو[8]۔ اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے بچتے رہو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں مقامِ عزت (یعنی جنت) میں داخل کریں گے[9]۔ (اور) جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے[10]' ہاں جو بُرے کام کرے گا اور اُس کے گناہ (ہر طرف سے) اُس کو گھیر لیں گے تو ایسے لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں (اور) ہمیشہ اُس میں (جلتے) رہیں گے[11]۔"

نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ "یاد رکھو ہر بادشاہ کا کچھ ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے (جس میں کسی کو بغیر اجازت گھس جانے کی اجازت نہیں ہوتی)' اور (بادشاہوں کے بادشاہ) اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ اُس کے حرام کردہ کام ہیں[12]" اور فرمایا کہ "اپنے کو گناہ کرنے سے بہت بچاؤ کیونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے[13]۔"

کتاب کے اِس حصے میں قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی ﷺ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی بڑی بڑی شکلیں بیان کی جاتی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے' قرآنِ کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا طریقہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" ہوتا ہے یعنی وہ جیسے ہی اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کا حکم سنتے ہیں فوراً مان لیتے ہیں' پس و پیش نہیں کرتے۔ لہٰذا ذیل میں بیان کی گئی نافرمانی کی اِن بڑی بڑی شکلوں کا اِس نیت کے ساتھ بغور مطالعہ کریں کہ اِن میں سے جو جو بھی نافرمانی کی شکل مجھ میں پائی گئی میں ہر صورت میں اُس کی اصلاح کروں گا اور جن جن اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کے حکموں کے خلاف میں اب تک عمل کرتا تھا اب انشاء اللہ ضرور اُن کے مطابق عمل کرنا شروع کر دوں گا۔ دوبارہ یہ گزارش ہے کہ ہرگز ہرگز اِن باتوں کو

سرسری طور پر یونہی نہ پڑھ لیا جائے بلکہ ہر ہر نافرمانی کی شکل کے بارے میں خوب اچھی طرح سے یہ جائزہ لیجئے اور غور کریں کہ کہیں میرے اندر یہ موجود تو نہیں ہے؟ آپ اپنے اندر جو جو نافرمانی کی شکلیں پائیں اور اپنے کو جن جن اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کے حکموں کے خلاف عمل کرتا پائیں اُن کو ایک کاغذ پر نوٹ کرتے جائیں اور پھر کتاب کا مطالعہ ختم کرنے کے بعد اُن کا بغور جائزہ لے کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ اُن کی اصلاح کی ہر ممکن کوشش کریں۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ یہ بات یقینی ہو جائے گی کہ آپ اپنے مالکِ حقیقی اور اپنے رب کو جن کے ہاتھ میں آپ کا دنیا اور آخرت کا سب کچھ ہے، راضی کرلیں اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے اندر ناکامی سے بچ جائیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت کی بے مثل اور ابدی نعمتوں کے مستحق قرار دیئے جائیں اور اس فرمانبرداری کی وجہ سے انشاء اللہ آپ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کے حقدار بنیں گے کیونکہ دین کا نفع درحقیقت دنیا اور آخرت دونوں ہی کا نفع ہے اور دین کا نقصان درحقیقت دنیا اور آخرت دونوں ہی کا نقصان ہے، ہمیں یہ بات سمجھ میں آئے تب بھی اور نہ سمجھ میں آئے تب بھی اور اللہ تعالیٰ کی بات بدلا نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ کا قانون سب کے لئے ایک ہے۔

([1،11] البقرہ ۸۱، ۲۳۱ ، [۲،۴،۹] النساء ۱۳، ۳۱، ۳۲ ، [۳] التحریم ۶ ، [۵] ق ۱۶ ، [۶] الملک ۱۴ ، [۷] الانعام ۱۵۳ ، [۸،۱۰] الانعام ۱۲۰) ([۱۲] تنبیہ الغافلین ۲۰۳ ، [۱۳] اسوہ رسول اکرم ﷺ ۵۷۶)

۱۔ کفر

کفر کا مطلب ہے انکار۔ انسان کی حالت بھی عجیب ہے۔ اس کا کوئی وجود نہ تھا۔ اب یہ وجود پا کر اُسی ذات کا انکار کر بیٹھتا ہے، جس نے اِسے وجود بخشا، یا پھر اُس کے کسی حکم کا انکار کر بیٹھتا ہے، اور اِس طرح سے ایسے لوگ کافر بن کر اپنے پیدا کرنے والے اور اپنے پالنے والے کے سخت ناشکرے اور بڑے مجرم بن جاتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں جو کہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے ہدایت کی کتاب ہے اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "(کافرو!) تم اللہ تعالیٰ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو، جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اُس نے تم کو جان بخشی، پھر وہی تم کو مارتا ہے، پھر وہی تم کو زندہ کرے گا، پھر تم اُسی کی طرف لَوٹ کر جاؤ گے[1]" اور جس شخص نے ایمان (چھوڑ کر اُس) کے بدلے کفر اختیار کیا تو وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا[2]۔"

کفر درحقیقت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔ اسی لئے اُس کی سزا بھی سب سے سخت ہے، یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو لوگ (دینِ حق سے) انکار کرتے رہے اور انکار ہی کی حالت میں مر گئے ایسوں پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت، وہ ہمیشہ ہمیشہ اِسی لعنت میں گرفتار رہیں گے، نہ تو اُن (پر) سے عذاب ہلکا ہی کیا جائے گا اور نہ اُن کو (اس عذاب میں کچھ) مہلت ہی ملے گی"۔[3] اور فرماتے ہیں کہ "اے کاش! کافر اُس وقت کو جانیں جب وہ اپنے مُونہوں پر سے (دوزخ کی) آگ کو نہ روک سکیں گے اور نہ اپنی پیٹھوں پر سے اور نہ اُن کا کوئی مددگار ہوگا[4]۔ اور (لوگو!) تمہارا معبود (تو وہی) خدائے واحد ہے، اُس بڑے مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں[5]۔" اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ" (قیامت کے دن کافر) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہمیں (صحیح) رستے سے گمراہ کر دیا[6]۔"

منافق اُس شخص کو کہتے ہیں جو بظاہر تو مسلمان ہو لیکن دل میں ایمان بالکل نہ رکھتا ہو اور اُس کا دل ایمان سے انکاری ہو۔ منافق بھی درحقیقت کافر ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں "اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں' حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ (یہ لوگ اپنے خیال میں) اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں مگر (درحقیقت) اپنے سوا کسی کو دھوکا نہیں دیتے اور (اس بات کو) نہیں سمجھتے[7]۔" منافق لوگ بھی چونکہ کافر ہی ہیں اس لئے اُن کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کا وہی حکم ہے' فرماتے ہیں کہ" کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں اکٹھا کرنے والا ہے[8]۔"

اللہ تعالیٰ جو انسان کے خالق و مالک اور پالنے والے ہیں اُن کے نزدیک' جبکہ انہوں نے نبی کریم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو آخری نبی بنا کر اس دنیا میں بھیج دیا' اب درحقیقت قیامت تک کے انسانوں کے لئے قابلِ قبول مذہب صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ اپنی ہدایت کی کتاب قرآنِ کریم میں واضح طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور اہلِ کتاب (یعنی یہود و نصاریٰ) نے جو (اس دین کی) مخالفت کی تو (حق بات) معلوم ہو جانے کے بعد (محض) آپس کی ضد سے کی[9]۔ اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا وہ اُس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اُٹھانے والوں میں ہوگا[10]۔"

([1،2،3،5،7]البقرہ ۹-۸، ۱۶۳،۱۶۲-۱۶۱، ۱۰۸، ۲۸ ؛ [3]الانبیاء ۳۹ ؛ [6]الاحزاب ۶۷ ؛ [8]النساء ۱۴۰ ؛ [9،10]آل عمران ۱۹، ۸۵)

۲۔ شرک

شرک اللہ تعالیٰ کی دوسری سب سے بڑی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات یا کسی بھی صفات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی دوسرے کو اُس کا شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ بالکل واضح طور پر قرآن کریم میں یہ حکم فرما چکے ہیں کہ وہ اس گناہ کو ہرگز نہیں بخشیں گے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ" بے شک اللہ تعالیٰ اس گناہ کو (ہرگز) نہیں بخشے گا کہ کسی کو اُس کا شریک قرار دیا جائے' اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کو چاہے گا معاف کرے گا' اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک مقرر کیا تو اُس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا[1]۔" اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت لقمن علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو اس نصیحت کا ذکر فرماتے ہیں' جس کے ذریعے دراصل وہ ہمیں نصیحت فرماتے ہیں کہ" اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک (ہرگز) نہ کرنا' شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے[2]۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کا بہت واضح طور پر حکم فرما چکے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی دوسرے کو اپنا کارساز (یعنی کام بنانے والا) نہ سمجھیں۔ جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ" (کہہ دو کہ) اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہم کسی کی بھی عبادت نہیں کریں گے' اور اُس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائیں گے' اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو بھی اپنا کارساز نہ سمجھے گا[3]۔"

اس لئے انسان کو چاہیے کہ شرک سے بہت ہی زیادہ بچے' جو کچھ بھی مانگے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگے کیونکہ ہر تکلیف کو دور کرنے والے' ہر مصیبت کو ہٹانے والے' بیماری ختم کرنے والے' روزی دینے والے' اولاد دینے

والے' ہر نعمت دینے والے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں صاف طور پر یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ "اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کے سوا اُس کو کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر نعمت (وراحت) عطا کرے تو (کوئی اُس کو روکنے والا نہیں)' وہ ہر چیز پر قادر ہے[4]۔"

([1]النساء ۴۸ ' [2]القصص ۱۳ ' [3]آل عمران ۶۴ ' [4]الانعام ۱۷)

۳۔ نماز کا چھوڑنا

چونکہ ایمان کے بعد نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج ہی اسلام کے بنیادی ارکان ہیں جو اسلام کی عمارت کے لئے ستون (پلر) کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے ان میں سے کسی بھی رکن کا چھوڑ دینا اللہ تعالیٰ کی بڑی نافرمانی ہے۔ اِن میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا اور آخرت میں لائقِ جہنم ٹھہرانے والا عمل فرض نماز کا چھوڑنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ (جب جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل کردیئے جائیں گے تو جنتی لوگ پوچھیں گے دوزخیوں سے) "کہ بھلا تم دوزخ میں کیسے آگئے؟ (تو) وہ (دوزخی) جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے![1]" رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے"۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ "ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے ہی کا فرق ہے[2]۔" اللہ تعالیٰ ہمیں نماز چھوڑنے کے گناہِ عظیم سے محفوظ فرمائیں۔

([1]المدثر ۴۳-۴۲) ([2]فضائل اعمال ۳۱۶-۳۱۵)

۴۔ روزہ کا چھوڑنا

روزہ چونکہ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے اس لئے اس کا چھوڑ دینا بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نافرمانی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص (جان بوجھ کر) بغیر کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزے کو افطار کردے (یعنی روزہ نہ رکھے) تو رمضان کے علاوہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھ لے' رمضان کے روزے کا بدل نہیں ہوسکتا" (فضائل اعمال ۶۶۷)

۵۔ زکوٰۃ کا چھوڑنا

جو شخص صاحبِ نصاب ہونے (یعنی قابلِ زکوٰۃ مال رکھنے) کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ سخت گناہ گار ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ (یعنی زکوٰۃ) میں خرچ نہیں کرتے اُن کو (قیامت کے دن کے) دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو' جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا' پھر اُس سے اُن کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور اُن سے کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے (دنیا میں) جمع کیا تھا' سو جو تم جمع کرتے تھے (آج) اُس کا مزہ چکھو![1]" اللہ تعالیٰ جہنم سے اور ایسے اعمال سے بہت ہی بچنے کی توفیق دیں جو جہنم میں پہنچانے والے ہیں۔ ([1]التوبہ ۳۵-۳۴)

۶۔ حج کا چھوڑنا

جولوگ حج فرض ہوجانے کے باوجود حج نہ کریں اُن کے لئے احادیث مبارکہ میں سخت وعید آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ" جوشخص حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو اور اُس کے باوجود حج نہ کرے تو وہ چاہے یہودی ہوکر مرے چاہے نصرانی (یعنی عیسائی) ہوکر (مجھے اُس کی کوئی پرواہ نہیں)[1]۔" تو اس طرح حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے پر اللہ نہ کرے' اللہ نہ کرے' بغیر ایمان کے خاتمہ ہوجانے کا اندیشہ ہے۔

بہت سے لوگ اولاد کی شادی' یا مکان کی تعمیر' یا کاروبار کو عذر بنا کر حج کے لئے نہیں جاتے۔ ایسے لوگوں کو سمجھنا چاہئے کہ یہ ہرگز ہرگز شرعی عذر نہیں ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ" جسے حج کرنا ہو وہ جلدی کرے[2]۔" موت کی کیا خبر ہے کہ کب سرپہ آکھڑی ہو۔ اس لئے جن لوگوں پر حج فرض ہے وہ اسی سال حج کو روانہ ہوجائیں۔ ([1]کیمیائے سعادت ۱۶۶ ' [2]طریقہ حج وعمرہ ۹)

۷۔ قتل

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ" جس جاندار کو مارڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اُس کو قتل (ہرگز) مت کرنا[1]۔" قتل درحقیقت گناہِ عظیم ہے جس کی سزا اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی سخت ہے۔ واضح طور پر ارشاد فرمادیا کہ" جوشخص کسی مسلمان کو قصداً (یعنی جان

بوجھ کر) مارڈالے گا تو اُس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا' اور اللہ تعالیٰ اُس پر غضبناک ہوگا اور اُس پر لعنت کرے گا' اور ایسے شخص کے لئے اُس نے بڑا (سخت) عذاب تیار کررکھا ہے[2]۔" اللہ تعالیٰ سب کو اپنی پناہ میں رکھیں۔ ([1]الاسراء ۳۳ ' [2]النساء ۹۳)

۸۔ ظلم

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ" بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا[1]۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظلم کرنے والی تھیں ہلاک کرڈالا اور اُن کے بعد دوسرے لوگ پیدا کردیئے۔ جب اُنہوں نے ہمارے عذاب کو (آتے) دیکھا تو لگے اُس سے بھاگنے۔ مت بھاگو[2]! کہنے لگے ہائے شامت! بے شک ہم ظالم تھے۔ تو وہ برابر اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے اُن کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر (اور آگ کی طرح) بجھا کر ڈھیر کردیا[3]' ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں[4]۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ" قیامت کے دن ظالم کو لایا جائے گا اور جب وہ جہنم کے پُل (پل صراط) پر سے گزر رہا ہوگا تو اُس کی اپنے مظلوم سے ملاقات ہوگی اور پھر اُسے معلوم ہوگا کہ اس پر ظلم کرنے کی وجہ سے آج میری نجات مشکل ہے۔ پس مظلوم اپنے ظالموں کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے جب تک اُن کی تمام نیکیاں نہ لے لیں گے۔ اگر اُن کی نیکیاں نہیں بچیں گی تو اُن کے ظلم کے بدلے میں اُن پر مظلوموں کی بُرائیاں لاددی جائیں گی اور دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ڈال دیئے جائیں

گے[5]۔" ([1]المائدہ ۱۵، [2،3]الانبیاء ۱۵-۱۳،۱۴-۱۱، [4]الشعراء ۲۲۷) ([5]مکاشفۃ القلوب ۳۰۸)

۹۔ خودکشی

جس طرح کسی دوسرے انسان کو قتل کر دینا حرام ہے بالکل اُسی طرح اپنے آپ کو قصداً (یعنی جان بُوجھ کر) ہلاک کر لینا بھی حرام ہے اور سخت گناہ کا کام ہے' کیونکہ انسان اپنی جان کا مالک نہیں ہے بلکہ یہ جان اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے پاس ایک امانت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے اپنی جان کو ہلاک کیا تو قیامت میں اُس کو یہی عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنی جان کو ہلاک کرتا رہے گا اور جس طرح سے دنیا میں اپنی جان کو ہلاک کیا تھا اُسی طرح دوزخ میں ہلاک کرتا رہے گا' جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرایا ہوگا وہ پہاڑ پر سے گرایا جاتا رہے گا' جس نے زہر پیا ہوگا وہ زہر پلایا جاتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چھری سے قتل کیا ہوگا وہ چھری سے ذبح ہوتا رہے گا[1]۔" ([1]اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ ۵۷۵)

۱۰۔ والدین سے بدسلوکی

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کے بعد سب سے زیادہ والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا اور اُس کی تاکید فرمائی ہے۔ والدین کے ساتھ بُرا سلوک کرنا اور اُن کی نافرمانی کرنا کتنا بڑا گناہ ہے اور اُس کا کتنا بڑا وبال انسان پر پڑتا ہے درج ذیل احادیث سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ

ہے کہ:-

— "جو شخص اپنے والدین کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھول دیتے ہیں' اور اگر ایک کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے تو ایک دروازہ کھول دیتے ہیں[1]۔

— والدین کا نافرمان جو چاہے عمل کرتا رہے' جنت میں نہ جائے گا[2]۔

— تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے' اُن میں سے ایک ماں باپ کا نافرمان بھی ہے[3]۔

— جو شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دیتا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اُس کے فرائض اور نوافل کچھ بھی قبول نہیں ہوتے[4]۔

— ہر گناہ پر عذاب اور ہر جرم کی پکڑ میں دیر کی جا سکتی ہے لیکن ماں باپ کی نافرمانی کا گناہ ایسا سخت ہے کہ اُس کی پکڑ مرنے سے پہلے ہی کر لی جاتی ہے[5]۔"

اِس لئے اگر کوئی شخص والدین کے حقوق میں کوتاہی کر بیٹھا ہو تو اُسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے سچے دل سے توبہ کرے کہ وہ توبہ کرنے والوں کو بہت بخشنے والے ہیں۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اگر کوئی اللہ کا بندہ ماں باپ کا نافرمان رہا اور والدین میں سے کسی ایک کا یا دونوں کا اِسی حال میں انتقال ہو گیا تو اب اُس کو چاہئے کہ وہ اپنے والدین کے لئے برابر دعا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کی بخشش کی درخواست کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی رحمت سے نیک لوگوں میں لکھ دیں[6]۔" ([1،2،3]تحفۃ العاشقین ۱۱۲، [4،5،6]اُسوۂ رسولِ اکرم ﷺ ۳۵۳)

۱۱۔ جادو کرنا اور کروانا

جادو کرنا اور کروانا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اور گناہِ عظیم ہے۔ لیکن بڑی ہی بدقسمتی کی بات ہے کہ اس زمانے میں یہ عمل کثرت سے ہو رہا ہے اور اس کا مکروہ دھندا عروج پر ہے۔ جادو کے مختلف بُرے ہی بُرے مقاصد ہوتے ہیں مثلاً میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دینا' بیمار ہی رکھنا' روزی کی بندش لگانا' حتیٰ کہ قتل ہی کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ خود حضور سرورِ کائنات ﷺ پر بڑا شدید جادو کروایا گیا تھا جس کا مقصد قتل کر دینا ہی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آنحضور ﷺ کو محفوظ رکھا۔ جادو باقاعدہ ایک علم ہے جسے باقاعدہ طریقے سے سیکھا اور سکھایا جاتا ہے' لیکن چونکہ اس کے بڑے نقصانات ہیں اس لئے یہ حرام اور منع کردہ علم ہے۔ جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔ جادوگر کچھ ایسے بہت بڑے حرام اور شرکیہ کام کرتا ہے جس کی وجہ سے ہی وہ جادو کرنے کے قابل ہوتا ہے اور ہر سیکھنے والے کو وہ کرنا پڑتے ہیں۔ اسی لئے جادوگر کے بارے میں حکم ہے کہ وہ کافر ہے۔ اور جو لوگ کسی جادوگر یا کسی نجومی کے پاس جائیں اُن کے بارے میں بھی حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اُنہوں نے میری شریعت سے کفر کیا"۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو کوئی جادو خریدے وہ آخرت میں بدنصیب ہے' اگر وہ سمجھتے ہوتے تو جس (جادو) کے عوض اُنہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا' اُس کا (بہت) بُرا بدلہ ہے[1]۔" جو لوگ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کی غرض سے جادو کرواتے ہیں اگر وہ اس آیتِ شریفہ کو ذرا بھی پیشِ نظر رکھیں تو کچھ روپے دے کر بھی اپنے لئے اس طرح سے جہنم نہ خریدیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جادو کو ہلاک کر دینے والا گناہ قرار دیا ہے۔ فرمایا کہ "سات ہلاک کر دینے والے گناہوں سے بہت ہی بچو: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' جادو کرنا' قتل کرنا' سود کھانا' یتیم کا مال کھانا' جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن عورت پر تہمت لگانا"۔

لیکن یہاں یہ بات بھی بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ جس طرح جادو برحق ہے اور اُس کا کرنے یا کروانے والا گناہِ عظیم کا مرتکب ہے اُسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی پر ذرا بھی کوئی تکلیف نہیں آسکتی۔ جادو کرنے یا کروانے والا محض اُس تکلیف کے آنے کا ذریعہ بن جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور وہ (جادوگر) کسی کو جادو کے ذریعے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے' سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہو[2]"۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ قرآن مجید میں نہ صرف جادو کا علاج ہے بلکہ نظر' آسیب اور جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا جو کہ مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے[3]"۔

([1,2]البقرہ ۱۰۲' [3]الاسراء ۸۲) (جادو کا علاج' قرآن وسنت کی روشنی میں ۵۱-۱۳)

۱۲۔ شراب اور جوا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! شراب اور جوا اور بُت اور پانسے (یہ سب) ناپاک چیزیں اور شیطانی کام ہیں' سو ان سے بہت ہی بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ"۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "ہر

نشہ آور چیز شراب (کے زمرے میں) ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے"۔ اس لئے جہاں بھی لفظ 'شراب' آئے تو اُس کا مطلب ہے شراب اور ہر قسم کا دوسرا نشہ مثلاً ہیروئین' چرس' افیون' بھنگ وغیرہ وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس چیز کی کثیر مقدار نشہ آور ہے اُس کی قلیل مقدار بھی حرام ہے"۔ ایک روایت میں ہے کہ "جس چیز کا مشکیزہ نشہ لاتا ہے اُس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ایک دفعہ شراب پینے سے ۴۰ روز تک اُس شخص کے نماز' روزہ اور دیگر اعمال قبول نہیں ہوتے" اور فرمایا کہ "قیامت کے دن جب شرابی اپنی قبر سے نکلے گا تو مُردار (یعنی مری ہوئی چیز) سے بھی زیادہ بدبودار ہوگا' کوزہ اُس کی گردن میں لٹکتا ہوگا اور پیالہ ہاتھ میں ہوگا' اُس کے گوشت اور کھال کے درمیان سانپ اور بچھو بھرے ہوں گے' آگ کا جوتا پہنا ہوگا جس کے اثر سے اُس کا دماغ کھول رہا ہوگا' اپنی قبر کو آگ کا گڑھا پائے گا اور دوزخ میں فرعون اور ہامان وغیرہ کا ساتھی بنے گا[۲]"۔

([۱] المائدہ ۹۰) ([۲] تنبیہ الغافلین ۱۳۲)

۱۳۔ زناکاری وبدکاری

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "زنا کے قریب بھی مت جانا' کچھ شک نہیں کہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے[۱]" اور بے حیائی کے جتنے کام ہیں اُن کے قریب بھی مت جانا' خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ[۲]"۔

زنا اور ہر قسم کی دوسری بدکاریوں سے بہت ہی بچنا چاہئے کہ وہ بڑے گناہ کے کام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کو کھینچنے والی چیزیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے

عذاب کو سہنے کی تاب بھلا کس میں ہے؟ آنحضور سرورِ کائنات ﷺ کو جب معراج کی رات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے ذریعے جنت اور دوزخ کی سیر کروائی گئی تو آپ ﷺ نے ایک جگہ یہ منظر بھی دیکھا جس کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "ہم آگے چلے حتیٰ کہ ہم ایک ایسی عمارت پر پہنچے جو اوپر سے تنور کی طرح تنگ اور نیچے سے چوڑی تھی۔ میں نے اُس میں جھانکا تو اُس میں ننگے مرد اور عورتیں دکھائی دیئے۔ اُن کے نیچے سے آگ کی لپٹ اُٹھتی تھی۔ جب وہ لپٹ اُٹھتی تو وہ لوگ اوپر کی طرف آتے اور جب مدھم پڑ جاتی تو واپس نیچے پہنچ جاتے' اور جب بھی وہ آگ کی لپٹ اُٹھتی تھی تو وہ لوگ بہت چیخ و پکار کرتے تھے۔ میرے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ زانی مرد اور زانی عورتیں ہیں[۳]"۔ (اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں)

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اور (جب ہم نے) لوط کو (پیغمبر بنا کر بھیجا تو) اُس وقت اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کیوں کرتے ہو کہ تم سے پہلے اہلِ عالم میں سے کسی نے اس طرح کا کام نہیں کیا' یعنی عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لئے لڑکوں پر مائل ہوتے ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم لوگ حد سے نکل جانے والے ہو۔ تو اُن سے اس کا جواب کچھ بن نہ پڑا اور بولے تو یہ بولے کہ ان لوگوں (یعنی لوط اور اس کے گھر والوں) کو اپنے گاؤں سے نکال دو (کہ) یہ پاک بننا چاہتے ہیں۔ تو ہم نے اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو تو بچا لیا' مگر اُن کی بیوی (نہ بچی) کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں تھی[۴]۔ پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آپہنچا تو ہم نے اُس (بستی) کو (اُلٹ کر) نیچے اوپر کر دیا[۵]۔ اور ہم نے اُن پر (پتھروں کی) بارش برسائی[۶]۔ اُن (پتھروں) پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نشان کئے ہوئے تھے[۷]۔

سو دیکھ لو کہ گنہگاروں کا کیسا انجام ہوا[8]۔ اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑا کرتا ہے تو پھر اُس کی پکڑ اسی طرح کی ہوتی ہے۔ بے شک اُس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی (اور) سخت ہے[9]۔"

مکاشفۃ القلوب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادل کو حکم دیا کہ اُس قوم پر پانی کے بجائے پتھر برسائے۔ ہر ایک پتھر پر جس شخص کو وہ لگتا تھا اُس کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے اُس گاؤں کو بنیاد سے اُکھاڑ کر اُس کے باشندوں سمیت اپنے پروں پر اُٹھالیا اور آسمان کی طرف چڑھ گئے حتیٰ کہ آسمان کے فرشتوں نے اُن کے کتوں اور مرغوں تک کی آوازیں سُنیں۔ پھر اُن سب کو زمین پر اُلٹا دے مارا۔ اِس قوم جیسا عذاب کسی بھی قوم کو نہیں دیا گیا۔ اُس بستی میں قریباً ۴۰ لاکھ باشندے تھے[10]۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "(اے پیغمبر) مسلمان مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ اُن کے لئے زیادہ پاکیزگی کی بات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں[11]۔" اس آیت کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام قسم کے بے حیائی کے کاموں سے بچنے کا طریقہ بتا دیا ہے کہ دیکھو اپنی نگاہوں کی حفاظت کیا کرو اور نامحرم کے سامنے ہوتے ہوئے اپنی نگاہوں کو قدرے نیچی رکھا کرو۔ نامحرم یا کسی حسین لڑکے پر نگاہ اگر اتفاقاً پڑ جائے تو حکم ہے کہ ہٹا لے اور دوبارہ جان بُوجھ کر نہ دیکھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "بے ریش (یعنی بغیر داڑھی مُونچھ) خوبصورت

لڑکے کی طرف دیکھنا حرام ہے' اُس سے بولنا حرام ہے' اُس کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے زہر میں بُجھا ہوا"۔ تمام قسم کے بے حیائی کے کاموں کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے۔ اور فرمایا کہ "گانا زنا کا منتر ہے[13]۔"

ہم لوگ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائیں ٹی وی' وی سی آر' کیبل' ڈش' گانا سننے' نظر بازی اور بے پردگی وغیرہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے غضب و ناراضگی کو دعوت دے رہے ہیں کیونکہ یہی تمام چیزیں بگاڑ کے سرچشمے اور بنیادیں ہیں۔ آج ہی اِن تمام چیزوں سے چھٹکارا پائیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سامان کریں۔

([1]الاسراء ۳۲ ، [2]الانعام ۱۵۱ ، [3،6،8]الاعراف ۸۰–۸۴،۸۳،۸۴ ، [7،9]ھود ۸۲،۸۳،۱۰۲ ، [11]النور ۳۰–۳۱) ([13]تنبیہ الغافلین ۱۳۵ ، [10،12]مکاشفۃ القلوب ۱۱۳)

۱۴۔ چوری اور ڈاکہ زنی

چوری اور ڈاکہ زنی بھی کبیرہ یعنی بڑے گناہوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو چوری کرے' مرد ہو یا عورت' اُن کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ اُن کے کاموں کی سزا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عبرت ہے[1]۔" عبرت سے مراد اِس آیت میں یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کے لئے بھی پھر وہ عبرت بنے تا کہ وہ اللہ سے ڈریں اور چوری اور اسی طرح سے دوسری اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ ڈاکہ زنی (یعنی زبردستی مال چھیننے) کی سزا بروئے شریعت چوری سے بھی سخت ہے۔ یعنی یہ کہ اس فعل کے مرتکب شخص کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے[2]۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو نیک عمل کرے گا تو اپنے ہی (فائدے کے) لئے اور جو بُرے

کرے گا تو اُن کا نقصان اُسی کو ہوگا' اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا (ہرگز) نہیں [۳]۔" (۱ المائدہ ۳۸ ، ۲ تفسیر معارف القرآن ج ۳ ص ۱۲۱ ، ۳ حٰم السجدہ ۴۶)

۱۵۔ کسی کا مال ناحق کھانا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ [۱]۔ اور جو زور اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اُس کو جہنم میں داخل کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کو آسان ہے [۲]۔" کسی کا مال ناحق کھانے کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں مثلاً کسی سے قرض لے کر ادائیگی کی استطاعت رکھنے کے باوجود اُس قرض کی رقم کا نہ لوٹانا' کسی ادارے کے اندر غبن کرنا یا اِس کے علاوہ اور بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں۔ بہر حال شکل اِس کی کوئی بھی ہو' دوسرے کا مال ناحق کھانا بڑے سخت گناہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "امانتدار (یعنی قرض لینے والے) کو چاہئے کہ قرض دینے والے کی امانت (یعنی قرض) کو (پورا پورا) ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ سے جو اُس کا پروردگار ہے ڈرے [۳]۔" رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "اللہ تعالیٰ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے مگر قرض معاف نہیں کرتا [۴]۔" (۱،۲ النساء ۳۰،۲۹ ، ۳ البقرہ ۲۸۳)
(۴ مکاشفۃ القلوب ۶۸)

۱۶۔ حرام چیزوں کا کھانا یا پینا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو [۱]۔ (اللہ تعالیٰ نے)

تم پر مرا ہوا جانور اور خون☆ اور سؤر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے' البتہ جو کوئی (بھوک سے) بے تاب ہو جائے بشرطیکہ حد سے نہ نکل جائے تو اُس پر کچھ گناہ نہیں [۲]۔ اور جس چیز پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اُسے مت کھاؤ کہ اُس کا کھانا گناہ ہے [۳]۔ اور چوپایوں☆☆ میں سے کچھ بوجھ اُٹھانے والے (یعنی بڑے بڑے) ہیں اور کچھ زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے قد کے) ہیں (تو) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ [۴]۔ اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبان پر آجائے مت کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے' کہ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھنے لگو [۵]۔"

☆ مرے ہوئے جانوروں میں مچھلی اور ٹڈی بروئے حدیث حلال ہیں اور خون میں جگر اور تلی حلال ہیں۔

☆☆ چوپایوں میں بکرا' بکری' بھیڑ' بھیڑنی' گائے' بیل' اونٹ اور اونٹنی کا نام لیا گیا ہے۔ (۱،۲ البقرہ ۱۷۳،۱۶۸ ، ۳،۴ الانعام ۱۴۲،۱۲۱ ، ۵ النحل ۱۱۶)

۱۷۔ یتیم پر ظلم کرنا یا اُس کا مال کھانا

یتیم کے اوپر کسی بھی طرح کا ظلم کرنا یا اُس کا مال کھانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے سخت گناہ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ کی سخت ناراضگی کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "یتیم پر (کسی بھی طرح کا) ظلم نہ کرنا [۱] اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جانا' البتہ کسی ایسی صورت میں جو (اُس کے حق میں) بہتر ہو' حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائے [۲]۔ اور اُن کا مال مت کھانا اپنے مال کے ساتھ' بے شک یہ بہت بڑا گناہ

ہے[3]۔ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جہنم میں ڈالے جائیں گے[4]۔'' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اُس کے ساتھ بُرا سلوک کیا جاتا ہو''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یتیم کا مال کھانے والے اس حال میں قبروں سے اُٹھائے جائیں گے کہ اُن کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے[5]۔'' اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں۔

([1]الضحیٰ ۹ ، [2]الاسراء ۳۴ ، [3،4]النساء ۱۰،۲) ([5]اُسوہ رسول اکرم ﷺ ۳۶۴)

۱۸۔ ناپ اور تول میں کمی کرنا

ناپ اور تول کا ٹھیک ٹھیک رکھنا اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے ہے اور اس میں کمی کرنا کُھلی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''بڑی خرابی ہے ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لئے کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب اُن کو ناپ کر دیں یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔ کیا ان لوگوں کو اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے (سخت) دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے؟[1]'' ناپ اور تول میں کمی کرنا ایسا گناہ ہے جس کی وجہ سے ایک قوم پر اللہ کا عذاب آیا تھا' یعنی قومِ شعیب علیہ السلام جس کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جب اُن سے شعیب نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں؟[2]'' تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو[3]'' (دیکھو) پیمانہ پورا بھرا کرو اور نقصان پہنچانے والے مت بنو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو اور لوگوں کو اُن کی چیزیں

کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو اور اُس سے ڈرو جس نے تم کو اور پہلی خلقت کو پیدا کیا[4]۔ (شعیب نے) کہا کہ جو کام تم کرتے ہو میرا پروردگار اُسے خوب جانتا ہے۔ تو اُن لوگوں نے اُنہیں جھٹلایا' پس سائبان کے عذاب نے اُن کو آ پکڑا' بے شک وہ بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا[5]۔''

([1]المطففین ۶ ، [2،3،4،5]الشعراء ۱۸۸-۱۸۹، ۱۸۱-۱۸۳، ۱۷۹، ۱۷۷)

۱۹۔ سُود کھانا

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اُٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر پاگل کر دیا ہو۔ یہ اُن کے اس کہنے کی سزا ہے کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) اسی طرح ہے جیسے سُود (لینا)' حالانکہ سودے کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام۔ تو جس شخص کے پاس اُس کے پروردگار کی نصیحت پہنچی اور وہ (سُود لینے سے) باز آ گیا تو جو پہلے (لے چکا) ہے وہ اُس کا (ہو چکا)' اور (قیامت کے دن) اُس کا معاملہ اللہ کے حوالے' اور جو (منع کرنے کے باوجود) پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے[1]۔ مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو جو سُود لوگوں کے ذمہ باقی ہے اُس کو چھوڑ دو۔ اور اگر (ایسا) نہیں کرتے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کے لئے (تیار ہوتے ہو)' اور اگر توبہ کرتے ہو (اور سُود کو چھوڑ دیتے ہو) تو تم کو اپنی اصلی رقم لینے کا حق ہے (ہی) جس میں نہ اوروں کا نقصان ہے اور نہ تمہارا[2]۔''

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس رات مجھے معراج کا سفر کرایا گیا تو میں نے ساتویں آسمان پر اپنے سر کے اوپر کی طرف بجلی کی سی گرج اور چمک دیکھی اور کچھ لوگ دیکھے کہ اُن کے پیٹ اُن کے سامنے ایسی کوٹھریوں کی طرح ہیں جن میں سانپ چلتے پھرتے باہر ہی سے دکھائی دیتے ہیں۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا یہ سُود کھانے والے ہیں[۳]۔"

([۱،۲]البقرہ ۲۷۹-۲۷۸، ۲۷۵) ([۳]تنبیہ الغافلین ۳۱۲)

۲۰۔ رشوت لینا اور دینا

رشوت کا لینا اور رشوت کا دینا دونوں جہنمی اعمال میں سے ہیں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اُس کو (رشوۃ) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تا کہ لوگوں کے مال میں سے کچھ ناجائز طور پر کھا جاؤ جانتے بُوجھتے ہوئے بھی[۱]۔" اللہ تعالیٰ رشوت کے لینے اور دینے دونوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "رشوت کا لینے والا اور رشوت کا دینے والا دونوں دوزخ کی آگ میں جھونکے جائیں گے"۔ البتہ یہاں یہ بات ذکر کر دینا ضروری ہے کہ جہاں بغیر رشوت دیئے ظالم کے ظلم سے نہ بچ سکے وہاں (مجبوراً) دینا جائز ہے، مگر لینا وہاں بھی حرام ہے[۲]۔ ([۱]البقرہ ۱۸۸) ([۲]اُسوۂ رسول اکرم ﷺ ۴۸۶)

۲۱۔ حرام کمانا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "(مسلمانو!) جو حلال پاکیزہ روزی اللہ نے تم کو

دی ہے اُسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو[۱]۔" حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن آدمی کے قدم اُس وقت تک (حساب کی جگہ سے) نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اُس سے یہ پانچ سوال نہ پوچھ لئے جائیں (اور وہ اُن کا معقول جواب نہ دے لے): ۱) اپنی عمر کس کام میں لگائی؟ ۲) اپنی جوانی کس کام میں لگائی؟ ۳) مال کہاں سے کمایا؟ ۴) اور کہاں خرچ کیا؟ ۵) اپنے علم پر کیا عمل کیا؟[۲]" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیں کہ میں جو بھی دعا کروں وہ قبول ہو"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "حلال روزی کھاؤ، دعائیں قبول ہوں گی"۔ فرمایا کہ "بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اُن کا کھانا حرام پہننا حرام ہے، پھر وہ ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر دعائیں کرتے ہیں، تو ایسی دعا بھلا کب قبول ہوگی؟" رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس شخص کو یہ پرواہ نہ ہو کہ میرا مال کہاں سے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اِس کی پرواہ نہیں کریں گے کہ اُسے کس رُخ سے دوزخ میں ڈالیں" اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص حرام سے پرہیز کرتا ہے اُس سے حساب لیتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے[۳]۔" آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "بندہ جو بھی مالِ حرام کماتا ہے اُسے صدقہ کرے تو اجر نہیں ملتا، خرچ کرے تو برکت نہیں ہوتی اور اگر میراث میں چھوڑ جائے تو دوزخ کے لئے زادِ راہ ہی بنتا ہے"۔ حضرت ابی شبرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اُس شخص پر تعجب ہے جو بیماری کے ڈر سے حلال چیز سے تو پرہیز کرتا ہے مگر دوزخ کی آگ سے ڈر کر حرام سے نہیں بچتا[۴]۔" ([۱]المائدہ ۸۸) ([۲]فضائل صدقات ۴۵۹، [۳]کیمیائے سعادت ۲۷۱، [۴]تنبیہ الغافلین ۳۹۳-۳۹۱)

۲۲۔ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا

پیشاب کے چھینٹوں سے بہت احتیاط کے ساتھ بچنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "پیشاب کے چھینٹوں سے بہت بچو کہ اکثر عذابِ قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے[1]۔" جو شخص یا تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا یا قضائے حاجت کے بعد نجاست باقی رہ جاتی ہے وہ ہر وقت ناپاک رہتا ہے' اس لئے اُس کا نہ وضو ہوتا ہے اور نہ نماز۔ ([1] تنبیہ الغافلین ۳۹)

۲۳۔ قطع رحمی

قطع رحمی کا مطلب ہے رشتہ داری کا تعلق توڑ دینا اور ختم کر دینا۔ قطع رحمی بہت بڑا گناہ ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ "ایک مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں کہ اچانک ملاقات ہو جائے تو ایک کا منہ اِدھر کو ہو تو دوسرے کا اُدھر کو' اور اُن میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے"۔ ارشاد فرمایا کہ "ایک دوسرے سے قطع تعلق ہرگز نہ کرو' اگر ایسا کرنا ضروری ہی ہو جائے تو تین دن سے زیادہ نہ ہو"۔ اور فرمایا کہ "جو شخص قطع تعلق کی وجہ سے اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بات نہیں کرتا اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی[1]۔" درحقیقت قطع رحمی یعنی قطع تعلقی گناہِ عظیم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو (لوگ) اللہ تعالیٰ کے اقرار کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ

دیتے ہیں اور جس چیز (یعنی رشتۂ قرابت) کو جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اُسے قطع کئے ڈالتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں' یہی لوگ ہیں جو نقصان اُٹھانے والے ہیں[2]۔" ([1] تنبیہ الغافلین ۳۳۳) ([2] البقرہ ۲۷)

۲۴۔ جھوٹ

جھوٹ بولنا کبیرہ یعنی بڑے گناہوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی (سچی) بات کہا کرو' وہ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا[1]" اور جھوٹی بات کے کہنے سے بہت بچو[2]۔ کیا میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کس پر آتے ہیں؟ (شیطان) آتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر[3]۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُس شخص کو جو جھوٹا (اور) ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیا کرتا[4]۔"

نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سچ کو لازم پکڑ لو کہ وہ نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے' اور ایک آدمی ہمیشہ سچ بولتا ہے اور سچائی ہی کی کوشش میں رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صدیق☆ لکھ دیا جاتا ہے' اور اپنے آپ کو جھوٹ سے بہت ہی بچاؤ کیونکہ وہ برائی کی طرف لے جاتا ہے اور برائی دوزخ میں لے جاتی ہے' اور ایک آدمی ہمیشہ جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ ہی کی کوشش میں رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے[5]۔" (☆صدیق کا درجہ شہید سے بھی بڑھ کر ہے' انبیاء کے بعد صدیقین ہی کا درجہ ہے)۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اُس کے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے ایک

میل دور چلا جاتا ہے"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ سُنی ہوئی بات کو (بلا تحقیق) آگے بیان کردے"۔ یہاں یہ بات ذکر کردینا ضروری ہے کہ آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے کہ "وہ آدمی جھوٹا اور گنہگار نہیں ہے جو باہم لڑنے والوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس سلسلے میں (ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچانے کے لئے اپنی طرف سے جھوٹ بھی بول دے اور اِس طرح) اچھی باتیں کرے[۶]"۔ آنحضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا مومن بزدل بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا "ہاں ہوسکتا ہے"۔ پھر پوچھا گیا کیا مومن بخیل (یعنی کنجوس) بھی ہوسکتا ہے؟ فرمایا "ہاں ہوسکتا ہے"۔ پوچھا گیا کیا مومن جھوٹا بھی ہوسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا "نہیں!"[۷]

اللہ تعالیٰ جھوٹ سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ قیامت کے دن منافقین کو داخلِ جہنم کیا جائے گا۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ "منافق کی تین علامتیں (یعنی پہچانیں) ہیں: بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف کرے، امانت رکھے تو خیانت کرے[۸]"۔

([۱] الاحزاب ۷۰-۷۱ ، [۲] الحج ۳۰ ، [۳] الشعراء ۲۲۱-۲۲۲ ، [۴] الزمر ۳)

([۵] تنبیہ الغافلین ۱۴۲ ، [۶] اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ ۵۶۷ ، [۸] مکاشفۃ القلوب ۲۶)

۲۵۔ وعدہ خلافی

ایک مسلمان کو چاہئے کہ جس طرح وعدہ کرے پھر اُس کے مطابق عمل بھی کرے کہ ایفائے عہد مسلمان کی نشانی ہے اور وعدہ خلافی منافق کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! اپنے اقراروں کو پورا کرو[۱]۔ اور عہد کو پورا کرو کیونکہ عہد کے

بارے میں (قیامت کے دن تم سے) ضرور پُرسش (یعنی پُوچھ) ہوگی[۲]"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایفائے عہد کا حکم دیتے اور ایسی بات کا وعدہ کرنے ہی سے منع فرماتے ہیں جس کو پورا کرنے کا ہمارا ارادہ نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! تم ایسی بات کیوں کہا کرتے ہو جو (پھر) کرتے نہیں؟ اللہ تعالیٰ کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ تم ایسی بات کہو جو (پھر) کرو نہیں[۳]"۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم کریں کہ وعدے کے خلاف کرنا ہمارا روزانہ کا معمول بن چکا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے سختی سے منع بھی فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ آخرت میں اِس بارے میں تم سے ضرور پُرسش ہوگی اور پوچھا جائے گا۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پرواہ کم ہی ہے۔ جنگِ بدر کے موقع پر جبکہ مسلمانوں کی تعداد کافروں کے مقابلے میں بہت ہی کم تھی اور سامانِ جنگ اِتنا کم کہ نہ ہونے کے برابر، دو صحابہ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ہم مکّہ سے آرہے ہیں، ہمیں راستے میں کافروں نے گرفتار کرلیا تھا مگر اِس شرط پر چھوڑا ہے کہ تم لڑائی میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہیں ہوگے، ہم مان گئے، لیکن یارسول اللہ ﷺ یہ عہد تو مجبوری میں کرلیا تھا ہم ضرور کافروں کے خلاف جنگ میں شریک ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! ہرگز نہیں! اپنا وعدہ پورا کرو اور لڑائی کے میدان سے واپس چلے جاؤ ہم مسلمان ہر صورت میں وعدہ پورا کرنے والے ہیں، ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی مدد کی ضرورت ہے"۔

([۱] المائدہ ۱ ، [۲] الاسراء ۳۴ ، [۳] الصف ۲،۳)

۲۶۔ امانت میں خیانت

کسی دوسرے شخص کی ملکیت کی کوئی بھی چیز اگر ہمارے پاس ہو تو وہ ہمارے پاس اُس شخص کی امانت ہے جس کا واپس کر دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم کیا گیا ہے اور نہ ادا کرنا امانت میں خیانت ہے جو بڑے گناہ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اُن کے مالکوں کے حوالے کر دیا کرو[1]۔“ اور فرماتے ہیں کہ ”مسلمانو! اللہ اور اُس کے رسول کے حق میں خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو جانتے بوجھتے ہوئے بھی[2]۔“

قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس سے پوچھیں گے کیا تُو نے فلاں شخص کی امانت ادا کر دی تھی؟ وہ عرض کرے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دیں گے، وہ اُس کا ہاتھ پکڑ کر جہنم کی طرف لے جائے گا اور اُس امانت کو جہنم کی تہہ میں پڑا ہوا دکھلائے گا، پھر اُس شخص کو جہنم میں دھکا دے دے گا۔ وہ ستر سال میں اُس کی تہہ تک پہنچے گا۔ پھر اُس امانت کو لے کر اوپر چڑھے گا۔ جب جہنم کے کنارے پر پہنچے گا تو اُس کا پاؤں پھسل جائے گا، پھر اُس میں ستر سال تک گرتا چلا جائے گا۔ پھر دوبارہ اوپر چڑھے گا اور کنارے پر پہنچ کر پھر اُس کا وہی حال ہوگا۔ غرض یہ کہ جب تک رسول اللہ ﷺ اُس کی شفاعت نہیں کریں گے اور امانت کا مالک اُس سے راضی نہیں ہو جائے گا وہ اسی طرح گرتا اور چڑھتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں[3]۔

([1] النساء ۵۸، [2] الانفال ۲۷) ([3] مکاشفۃ القلوب ۶۷)

۲۷۔ بُرے اخلاق

حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”مسلمانو! (تم میں سے) کوئی جماعت کسی جماعت پر نہ ہنسے، ممکن ہے کہ وہ لوگ (اللہ کے نزدیک) اُن سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں عورتوں پر (ہنسیں)، ممکن ہے کہ وہ (اللہ کے نزدیک) اُن سے بہتر ہوں، اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو (یعنی طنز نہ کرو)، اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو، ایمان لانے کے بعد بُرا نام (رکھنا) گناہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔ مسلمانو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان (یعنی بُرے گمان) گناہ ہیں، اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو[1]۔“

حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”کسی مومن کو ایذا پہنچانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کعبہ اور بیت المعمور (فرشتوں کا قبلہ) گرا دینے سے بھی پندرہ گنا زیادہ بُرا ہے[2]۔“ اور فرمایا کہ ”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرتے[3]۔“ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”تم میں مجھ کو زیادہ محبوب اور آخرت میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور تم سب میں مجھ کو زیادہ ناپسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہے جس کے اخلاق بُرے ہوں[4]۔“ آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ”مسلمان بندوں کو ستانے سے اور اُن کو عار دلانے سے اور شرمندہ کرنے سے اور اُن کے چُھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رہو کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے چُھپے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اُس کو رُسوا کرنا چاہے گا تو اللہ اُس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب

کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑے گا تو وہ اُس کو ضرور رسوا کرے گا (اور وہ رسوا ہو کر رہے گا) اگرچہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو[۵]۔"

اللہ تعالیٰ ہی ہماری اصلاح فرمائیں کہ مختلف انداز سے بداخلاقیاں کرتے کرتے بد اخلاقی پہلے ہماری عادت اور پھر فطرت بن چکی ہے۔ ہم بڑی بڑی بداخلاقیاں کر جاتے ہیں اور اپنے کو خوش اخلاقوں میں شمار کرتے ہیں۔ یہاں اُس حدیث کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جو ہمیں پوری زندگی یاد رکھنی چاہئے اور لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں خوب اچھی طرح سے پیشِ نظر رکھنی چاہئے۔ امام الانبیاء ﷺ نے صحابہ سے پوچھا "جانتے ہو مفلس کسے کہتے ہیں؟" صحابہ نے عرض کیا کہ ہم تو مفلس اُسی کو کہتے ہیں جس کے پاس درہم و دینا اور سامان وغیرہ کچھ نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ بڑی عبادات لے کر آئے گا (جو اُس نے کی ہوں گی) لیکن ساتھ ہی ساتھ اُس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پہ تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا اور کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا (الغرض وہ گناہ بہت سے کئے ہوں گے جو دوسروں سے متعلق تھے) تو اُس کی وہ نیکیاں لے کر اُن لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ اگر حق ادا ہونے سے پہلے اُس کی وہ نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر اُن لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال کر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا[۶]۔"

اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں، ہماری بھی آج کی جانے والی طرح طرح کی بداخلاقیاں کہیں کل قیامت کے دن یہ رنگ نہ لے آئیں کہ ہماری اپنی کی ہوئی عبادات اور نیک اعمال ان بداخلاقیوں اور اُن دوسرے گناہوں کے عوض میں جو

دوسروں سے متعلق تھے ہم سے لے کر اُن لوگوں میں تقسیم کر دیئے جائیں ورنہ پھر خدانہ کرے، خدانہ کرے، ہمیشہ ہمیشہ کی بربادی کا سامنا ہوگا۔ ([۱] الحجرات ۱۲-۱۱)

(مخزن اخلاق ۱۸، [۲،۶] تنبیہ الغافلین ۳۲۳، ۳۳۰، [۴،۵] اُسوۂ رسول اکرم ﷺ ۵۷۹، ۵۴۲)

۲۸۔ تکبر

تکبر کا مطلب ہے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر سمجھنا اور ساتھ ہی ساتھ دوسروں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنا اور یہ اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ انسان اپنی کسی بھی ظاہری یا باطنی چیز کو اللہ تعالیٰ کی عطا کے بجائے اپنا کمال سمجھ بیٹھتا ہے۔ بُری خصلتیں بہت سی ہیں، اکثر نے اُن کو دس میں جمع کیا ہے، اور اُن دس کا خلاصہ تکبر کو بتلایا ہے۔ اگر یہ ختم ہو جائے تو باقی خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ اور یہ جتنا زیادہ ہوگا اُتنی ہی دوسری بُری صفات بھی زیادہ ہوں گی۔ اِسی وجہ سے تکبر کو 'اُمّ الامراض' یعنی 'امراض کی ماں' کہا جاتا ہے کہ جتنا زیادہ تکبر ہوگا اُتنی ہی زیادہ دوسری بُرائیاں بھی تکبر سے پیدا ہوں گی مثلاً کینہ رکھنا، حسد کرنا، غیبت کرنا اور سننا، چغلی کرنا، تہمت لگانا، دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، مذاق اُڑانا، طعنہ دینا، گالی دینا، ستانا اور دل دُکھانا وغیرہ وغیرہ۔

تکبر در حقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑائی ہے کیونکہ بڑائی کے حقیقی مستحق دراصل وہی ہیں اور یہ اُنہی کو زیب دیتی ہے۔ چونکہ تکبر بہت سی دوسری خرابیوں کو جنم دیتا ہے اور بگاڑ کی بنیاد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بہت سے مقامات پر شیطان اور مختلف متکبر افراد اور اقوام کے واقعات بیان کر کے تکبر کی بُرائی بیان کی

ہے اور اُس سے بہت بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا[1]۔ اور زمین پر اکڑ کر (اور تن کر) مت چل' کہ تُو زمین کو پھاڑ تو نہیں ڈالے گا اور نہ لمبا ہو کر پہاڑوں (کی چوٹی) تک پہنچ جائے گا' اِن سب (عادتوں) کی برائی تیرے پروردگار کے نزدیک بہت ہی ناپسند ہے[2]۔'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن متکبر لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ ''جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے' متکبرین کا وہ (بہت) برا ٹھکانہ ہے[3]۔'' اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی تعریف میں فرمایا ہے کہ ''اور رحمان کے (خاص) بندے تو وہ ہیں جو زمین پر چلتے ہیں عاجزی کے ساتھ[4]۔''

نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تکبر یہ ہے کہ حق کا انکار کرے اور مخلوق کو حقیر جانے[5]۔'' اور فرمایا کہ ''جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو (لوگوں کی نگاہوں میں) عزت عطا فرماتے ہیں' اور جو تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو (لوگوں کی نگاہوں میں) حقیر بنا دیتے ہیں[6]۔'' آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''قیامت کے دن تکبر کرنے والے لوگ چیونٹیوں کی شکل میں لوگوں کے پیروں تلے روندے جائیں گے[7]۔''

تکبر درحقیقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے' اپنی آخرت کو سنوارنے اور حقیقی کامیابی کے حصول کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور انسان کی اصلاح کے راستے میں سب سے بڑی چٹان ہے' کیونکہ اس بدترین خصلت کی وجہ سے انسان حق بات کے قبول کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور احکام کو پہچاننے اور قبول کرنے سے دل اندھا اور انکاری ہو جاتا ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے پھیرے ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا انہیں کوئی حق حاصل نہیں[8]۔'' اس لئے نہایت ضروری ہے' نہایت ضروری ہے کہ انسان اس بدترین خصلت کا علاج کرے' اور حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اس سے پوری طرح سے محفوظ نہیں ہے۔ جو بھی شخص اپنے اندر کے تکبر کو ختم کرنا چاہے اور اپنے اندر تواضع کی صفت جو کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفت ہے پیدا کرنا چاہے تو اُس کو چاہئے کہ نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ کی سیرتِ طیبہ کو معلوم کر کے اُن کی پیروی کرے اور اُن کے طرزِ زندگی کو اپنائے' خواہ وہ اُس کے اپنے نظریات اور طرزِ زندگی سے کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کے بارے میں خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''بے شک آپ کے اخلاق بڑے (اعلیٰ درجے کے) ہیں[9]۔'' نیز تکبر کے بارے میں ایک بہترین رسالہ 'اُمّ الامراض' کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ کے اخلاقِ عالیہ کی ہلکی سی جھلک ذیل میں پیش کی جاتی ہے :-

حضورِ اقدس ﷺ جانوروں کو چارہ ڈالتے' اونٹ کو باندھتے' گھر میں خود جھاڑو دے لیتے' بکری کا دودھ خود دوہ لیتے' اپنے جوتوں میں خود ٹانکا لگا لیتے' کپڑوں میں بوقتِ ضرورت پیوند لگا لیتے' خادم کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے' چکی پیسنے میں اُس کا ہاتھ بٹاتے' بازار سے چادر میں سودا سلف باندھ کر لے آتے' الغرض بالکل ایک عام آدمی کی طرح سے رہتے اور عام زندگی کے کام خواہ وہ کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ سمجھے جاتے ہوں کرنے میں کبھی عار محسوس نہ فرماتے۔ امیر فقیر سبھی کو سلام کرنے میں ہمیشہ پہل فرماتے' دین کے معاملات میں کسی میں فرق نہ فرماتے۔ آپ کا دن رات کا لباس ایک ہی تھا۔ جو غریب مسکین آپ کی دعوت کرتا اُسے قبول کر لیتے۔ جو بھی کھانا چاہے جس قسم کا بھی ہو آپ کے سامنے رکھ دیا جاتا اُسے تناول فرما لیتے۔ آپ بہت

نیک طبیعت اور ملنسار تھے' بہت زیادہ مسکرانے والے تھے لیکن قہقہہ نہ لگا لیتے' بہت متواضع تھے لیکن مذلت کا رویہ نہ اختیار فرماتے' خداداد ہیبت کے مالک تھے لیکن طبیعت میں سختی بالکل نہ تھی' نہایت سخی اور کریم تھے' سب لوگوں کے ساتھ رحم کا معاملہ فرماتے۔ آپ کا دل بہت نرم تھا۔ سر جھکا کر رکھنا آپ کی عادت مبارکہ تھی اور اُس کی وجہ شرم وحیا کا غلبہ تھی۔

(۱ النحل ۲۳ ' ۲ الاسراء ۳۸-۳۷ ' ۳ الزمر ۷۲ ' ۴ الفرقان ۶۳
۸ الاعراف ۱۴۶ ' ۹ القلم ۴) (۵ تنبیہ الغافلین ۱۶۸ ' ۶،۷ کیمیائے سعادت ۵۶۴)

۲۹۔ حسد اور کینہ

اگر کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر کسی شخص کو بُری لگے اور وہ یہ چاہے کہ یہ نعمت اُس سے چھن جائے تو یہ حسد ہے جو کہ حرام ہے اور سخت بُری چیز ہے۔ حسد کی بنیادی وجہ بھی دراصل تکبر ہی ہوتی ہے اور یہ تکبر ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے کی نعمت چھن جانے اور بگاڑ کی خواہش حاسد کو اُس شخص کا دشمن بنا دیتی ہے اور اس طرح اکثر اوقات حاسد کا شر حد سے بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہمیں حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرنے میں لگ جائے اپنی پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ سورہ فلق میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''(کہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں) حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے''۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''تم حسد کے مرض سے بہت بچو' حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح سے کھا جاتا ہے جس طرح سے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے[1]''۔

کینہ دوسرے کے لئے دل میں میل رکھنے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد

ہے کہ ''مومن کینہ رکھنے والا نہیں ہوتا'' اور فرمایا کہ ''کوئی رات اور صبح ایسی حالت میں مت گزار کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کے لئے بغض و کینہ موجود ہو۔ یہ میری سنت ہے' جس نے میری سنت کو اپنایا اُس نے مجھ سے محبت کی اور وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا[2]''۔ کینہ رکھنے اور حسد کرنے کی وجہ سے آدمی کا دین بہت خراب ہوتا ہے اور طرح طرح سے اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف اعمال ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''کینہ اور حسد مونڈ دینے والی بیماری ہے' سر کے بالوں کو نہیں بلکہ دین وایمان کو[3]''۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''مسلمان تو آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں[4]''۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ''آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو نہ ہی بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو[5]''

(۴ الحجرات ۱۰) (۳ کیمیائے سعادت ۴۸۵ ' ۱،۲،۵ اسوہ رسول اکرم ﷺ ۵۷۱)

۳۰۔ غیبت اور چغلی

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ ''اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے' کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو تم ضرور نفرت کرو گے (تو غیبت ہرگز نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو[1]''۔ یعنی غیبت کرنا اس طرح ہے جس طرح اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا' تو جس طرح تم اس فعل کو ناپسند کرتے ہو اُسی طرح کسی کے پیٹھ پیچھے اُس کا بُرا تذکرہ کرنے کو بھی ناپسند کرو اور اُس سے بچو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ

"غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت اور بُری چیز ہے"۔ صحابہ نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا کہ "(اس کی وجہ یہ ہے کہ) آدمی اگر بدبختی سے زنا کرلیتا ہے تو صرف توبہ کرلینے سے اُس کی معافی اور مغفرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوسکتی ہے' مگر غیبت کرنے والے کو جب تک خود وہ شخص معاف نہ کردے جس کی اُس نے غیبت کی ہے اُس کی معافی اور بخشش اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوگی[۲]۔"

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ سے پوچھا "کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کسے کہتے ہیں؟" صحابہ نے عرض کیا کہ "اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ہی خوب جاننے والے ہیں"۔ ارشاد فرمایا کہ "جب تم اپنے مسلمان بھائی کا اس انداز سے تذکرہ کرو جو اُسے ناپسند آئے تو یہ غیبت ہے"۔ عرض کیا گیا کہ "اگر میرے بھائی کے اندر واقعی وہ بات موجود ہے جو میں کہتا ہوں تو؟" ارشاد فرمایا "اگر اُس میں وہ بات موجود ہے جو تم کہتے ہو جبھی تو غیبت ہے' اور اگر اُس میں وہ بات موجود نہ ہو پھر تو تم نے اُس پہ تہمت لگائی"۔ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک بندے کو قیامت کے دن جب نامہ اعمال دیا جائے گا تو اُس میں وہ ایسی نیکیاں بھی دیکھے گا جو اُس نے نہیں کی ہوں گی' تو وہ عرض کرے گا یا اللہ یہ نیکیاں کہاں سے آگئیں؟ ارشاد ہوگا کہ یہ نیکیاں اُن غیبتوں کی وجہ سے ہیں جو لوگ تیرے پیٹھ پیچھے کیا کرتے تھے اور تجھے پتہ بھی نہ تھا (یعنی یہ تیری غیبت کرنے والوں کی نیکیاں ہیں)[۳]۔"

اللہ تعالیٰ ہمارے اوپر رحم کریں کہ آج ہمارے اندر یہ مرض زہر کی طرح سرایت کیا ہوا ہے۔ جو طبقہ دنیا دار ہے وہی نہیں بلکہ جو طبقہ دیندار کہلاتا ہے اور اپنے کو دیندار سمجھتا ہے اُن میں سے بھی اکثر و بیشتر اس گناہ میں مبتلا ہیں اور اس سے بچنے والے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں' جبکہ ہمیں اس سے سختی سے منع بھی کردیا گیا ہے اور اس کے

نتیجے میں غیبت کرنے والے کی نیکیاں اُن اُن لوگوں کو دے دی جاتی ہیں جن کی وہ غیبت کرتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ غیبت صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ آنکھ' ہاتھ وغیرہ کے اشارے سے بھی ہوتی ہے اور یہ سب صورتیں حرام ہیں۔ نیز جس طرح غیبت کا کرنا حرام ہے اُسی طرح غیبت کا سننا بھی حرام ہے اور آدمی کو چاہئے کہ غیبت کرنے والے کو اس فعل سے منع کرے۔

غیبت سے بھی بدتر اور بڑا گناہ چغلی کا ہے۔ غیبت تو پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی کرنے کو کہتے ہیں' اور اگر بُرائی اس نیت سے کی جائے کہ سامنے والے شخص کے دل میں اُس کی عزت کم ہوجائے اور یہ اُس سے نفرت کرنے لگے یا اُس کے خلاف بھڑک اُٹھے تو پھر یہ چغلی ہے۔ چونکہ چغلی میں دوسرے کے بگاڑ کی بھی نیت ہوتی ہے اس لئے یہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے اور اس سے غیبت سے بھی زیادہ بچنا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے صاف صاف یہ فرمادیا ہے کہ "چغل خور (یعنی چغلی کرنے والا) جنت میں نہ جائے گا[۴]۔" ([۱] الحجرات ۱۲) ([۲] اسوۂ رسول اکرم ۵۶۴' [۳،۴] تنبیہ الغافلین ۱۵۵، ۱۴۷)

۳۱۔ تہمت

تہمت یا بہتان کا مطلب ہے جھوٹا الزام لگانا۔ یہ غیبت اور چغلی سے بھی بڑھ کر گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! اگر کوئی بُرا آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو کہیں (ایسا نہ ہو کہ) کسی قوم (یا کسی شخص) کو نادانی سے کوئی نقصان پہنچادو' پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتانا پڑے[۱]۔" کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا اور بھی بڑھ کر گناہِ عظیم ہے' جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ

یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو لوگ پرہیزگار، بُرے کاموں سے بے خبر، ایماندار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگاتے ہیں اُن پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت ہے اور اُن کو سخت عذاب ہوگا (یعنی قیامت کے روز) جس دن اُن کی زبانیں اور ہاتھ اور پاؤں سب اُن کے کاموں کی گواہی دیں گے۔ اُس دن اللہ تعالیٰ اُن کو (اُن کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا اور اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی سچا (اور سچ کو) ظاہر کر دینے والا ہے[۲]۔"

خواہ غیبت ہو یا چغلی ہو یا تہمت ہو، جب بھی کوئی شخص کسی کی بُرائی بیان کرے تو سننے والے پر لازم ہے کہ:-

(i) بغیر تحقیق کے اُس بات پر ذرا بھی یقین نہ کرے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس سے منع فرمایا ہے۔

(ii) اُس شخص کو اِس فعل سے منع کرے اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "تم لوگ بہترین امت ہو، نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو[۳]۔"

(iii) اپنے اُس غائب بھائی کے بارے میں بدگمان نہ ہو کیونکہ بدگمانی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "مسلمانو! بہت زیادہ گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں[۴]۔"

(iv) اُس غائب بھائی کے بارے میں تجسس نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اِس سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے کہ "اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو[۵]۔"

(v) کسی کے پاس اُس بات کا تذکرہ کر کے خود بھی غیبت کے گناہ میں مبتلا نہ ہو۔

([۱] الحجرات ۶ ، [۲] النور ۲۵-۲۳ ، [۳] آل عمران ۱۱۰ ، [۴،۵] الحجرات ۱۲)

۳۲۔ بدعت

بدعت سے مراد ہے دین کے نام پر پیدا ہونے والی نئی بات۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ دین میرا سیدھا راستہ ہے، سو تم اِسی پر چلنا اور دوسرے راستوں پر مت چلنا کہ (اُن پر چل کر تم) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ اِن باتوں کا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ پرہیزگار بنو[۱]۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں تم میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم اُنہیں تھامے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور میری سنت"۔ اور فرمایا کہ "میرے بعد تم لوگ بہت سے اختلافات دیکھو گے، دین کے نام پر پیدا ہونے والی نئی باتوں سے بہت ہی بچنا کہ وہ گمراہی ہے۔ جسے یہ صورت پیش آئے اُسے لازم ہے کہ وہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑے اور (تاکید کے لئے یوں فرمایا کہ) بھی اُس کو دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل بھی بدعت کے بہت سے عمل سے بہتر ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جاتی ہے"۔ اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ میری پوری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہیں کرے گا"۔ امام الانبیاء ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "دو قسم کے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی، ایک تو ظالم امام اور دوسرا دین میں غلو کرنے والا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے سے آگے بڑھتا ہے (یعنی کسی بدعت پر عمل کرتا ہے)[۲]۔"

امام الانبیاء سردار الانبیاء ﷺ کی امت کے بعض لوگ حوضِ کوثر کے پاس آئیں گے تو اُن کو روک دیا جائے گا۔ اس پر آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں کہوں گا کہ

میرے رب! یہ تو میرے اُمتی ہیں۔ تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو کیا معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات گھڑ لی تھیں[۳]۔" اللہ تعالیٰ ہر ہر بدعت سے بہت ہی بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ ([۱]الانعام ۱۵۳) ([۲]تنبیہ الغافلین ۴۷۸ ، [۳]بخاری و مسلم)

۳۴۔ ریا

ریا کا مطلب ہے دِکھاوا' یعنی کوئی نیک عمل لوگوں کو دِکھانے کے لئے کرنا تا کہ اُن کے دلوں میں مقام پیدا ہو اور وہ نیک سمجھ کر عزت و احترام کریں۔ ایک مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ جو بھی عمل کرے خالصاً اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے' اپنی آخرت بنانے کے لئے کرے' جبکہ ریا وہ زہر ہے جو آدمی کے عمل میں داخل ہو کر اُس کو برباد کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں' جو ایسے ہیں کہ ریا کاری کرتے ہیں[۱]۔"

ریا بہت خطرناک بیماری ہے کیونکہ امام الانبیاء ﷺ نے اِسے شرک قرار دیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے' شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بالکل صاف اور واضح طور پر یہ فرما دیا ہے کہ "بے شک اللہ تعالیٰ اِس گناہ کو (ہرگز) نہیں بخشے گا کہ کسی کو اُس کا شریک قرار دیا جائے' اِس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کو چاہے گا معاف کرے گا' اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک مقرر کیا تو اُس نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا[۲]۔" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سب سے خطرناک بات جس کا تمہارے حق میں مجھے اندیشہ ہے وہ شرکِ اصغر (یعنی چھوٹا شرک) ہے"۔ صحابہ نے پوچھا کہ شرکِ اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ریا"[۳]۔ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

"جس نے (لوگوں کو) دِکھانے کے لئے نماز پڑھی اُس نے شرک کیا' جس نے (لوگوں کو) دِکھانے کے لئے روزہ رکھا اُس نے شرک کیا اور جس نے (لوگوں کو) دِکھانے کے لئے صدقہ دیا اُس نے شرک کیا[۴]۔"

آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "وہ دو بھوکے بھیڑیئے جن کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے بکریوں کو اِتنا زیادہ نقصان نہیں پہنچاتے جتنا زیادہ مال کی حرص اور بڑا بننے کی خواہش آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتی ہیں"۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جو شخص دوسروں پر فخر کرنے کے لئے' مالدار بننے کے لئے اور نام و نمود کے لئے دنیا طلب کرے' اگرچہ حلال طریقے ہی سے ہو' وہ (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ کے آگے اِس حال میں حاضر ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُس کے اوپر سخت ناراض ہوں گے[۵]۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس شخص نے علم اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی کے علاوہ کسی اور مقصد (مثلاً عزت' شہرت' مال وغیرہ کے لئے) حاصل کیا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے (یعنی اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے)[۶]۔" اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں اور دین کا علم صحیح نیت کے ساتھ حاصل کرنے کی توفیق دیں۔ تنبیہ الغافلین میں ایک لمبی حدیث ہے' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن جن تین افراد کو سب سے پہلے داخلِ جہنم کیا جائے گا اُن میں ایک عالم ہوگا' دوسرا سخی اور تیسرا شہید ہوگا' لیکن چونکہ اُن کے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں تھے' آخرت کے لئے نہیں تھے' بلکہ لوگوں میں عزت و بڑائی حاصل کرنے کے جذبے سے کئے گئے تھے اِس لئے باوجود بظاہر بڑے بڑے اعمال ہونے کے محض نیت ہی کی خرابی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "یہ وہ پہلے تین افراد ہوں گے جن سے قیامت کے دن جہنم کو دھونکا جائے گا[۷]۔"

لیکن یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ریا کے ڈر سے عمل کو چھوڑنا بھی ہرگز نہیں چاہئے۔ محض اس وجہ سے کہ میرا یہ نیک عمل چونکہ لوگوں کے علم میں آجائے گا اس لئے میں یہ عمل نہ کروں' یہ خیال ہرگز درست نہیں ہے۔ یا یہ کہ چونکہ اس وقت اور لوگ بھی موجود ہیں اس لئے میں یہ عمل نہ کروں کیونکہ عمل تو چُھپ کر ہی کرنا چاہئے اور اگر اس وقت میں یہ عمل کروں گا تو اور لوگ بھی دیکھیں گے جس کی وجہ سے یہ ریاکاری ہو جائے گی' یہ خیال سراسر غلط ہے۔ بلکہ عمل کرنے والے کے لئے لوگوں کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہونا چاہئے۔ الغرض نیت کو تو درست کرنا چاہئے لیکن عمل کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ لوگوں کی وجہ سے نہ تو عمل کرنا چاہئے اور نہ ہی عمل کو چھوڑنا چاہئے۔ ریا کے خوف سے عمل کا چھوڑ دینا بھی درحقیقت ریا ہے۔ ([1]الماعون ۶-۴ ' [2]النساء ۳۸ ' [3,7]تنبیہ الغافلین ۱۳ ' [4-6]منتخب احادیث ۶۷۸-۶۷۱)

نوٹ :

(۱) تیسرے اور چوتھے حصے میں فرمانبرداری اور نافرمانی کی صرف بڑی بڑی شکلیں بیان کی گئی ہیں لہٰذا اِن تمام باتوں کو جو کتاب کے اِن دونوں حصوں میں بیان کی گئی ہیں پورے کا پورا دین نہ سمجھ لیا جائے۔

(۲) حتی الامکان اِس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کے مطابق فرمانبرداری اور نافرمانی کی تمام بڑی بڑی شکلیں زیر بیان آجائیں۔ تاہم یہ بات خارج از امکان نہیں ہے کہ کوئی اہم بات شامل ہونے سے رہ گئی ہو۔

پانچواں حصہ

حقیقی کامیاب کچھ لوگوں کے احوال وواقعات

ا۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم رحمت اللعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک شخص ہے جو اتنے گنہگارانِ امت کی شفاعت کرے گا جتنے کہ قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑ بکریوں کے بال ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اُس کا نام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اُویس۔ لوگوں نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ فرمایا قرن میں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اویس نے آپ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اویس عجیب عاشق ہیں کہ آپ کے پاس تک نہیں آئے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اپنی اندھی اور لنجی والدہ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ وہ قرن میں شتربانی کرتا ہے اور اُس کی مزدوری سے خود بھی کھاتا اور اپنی والدہ کو بھی کھلاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اُسے دیکھیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نہیں دیکھو گے بلکہ اے عمر اور اے علی تم دیکھو گے۔ اس کے بعد آپ نے اویس کی ایک علامت بھی بیان کی اور فرمایا کہ اُس کے پہلوئے چپ اور داہنی ہتھیلی میں ایک ایک درہم کے برابر سفید نشان ہیں جو کہ برص کے نہیں ہیں۔ اے میرے صحابیو! تم میں جو کوئی اُس سے ملے میرا اسلام کہے اور میری طرف سے کہے کہ وہ میری امت کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ حضور ﷺ نے

حضرت عمر ؓ کو اپنا ایک پیرہن (لباسِ مبارک) بھی دیا اور فرمایا کہ یہ اویس کو پہنا دینا۔

بعد وفات آنحضور ﷺ کے حضرت عمر ؓ اور حضرت علی ؓ کوفہ گئے اور حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اویس ایک شخص ہے جو کہ وادیٔ عرفہ میں رہتا ہے' شتربانی کرتا ہے' لوگوں سے بالکل علیحدہ رہتا ہے۔ یہ سُن کر دونوں حضرات اُس وادی میں پہنچے۔ دیکھا کہ اویس رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مصروف ہیں اور ایک فرشتہ مقرر ہے جو اُن کے اُونٹوں کی نگہبانی کر رہا ہے۔ ان حضرات نے انتظار کیا۔ جب اویس رحمۃ اللہ علیہ نے نماز ختم کی تو حضرت عمر ؓ نے سلام کیا۔ اویس رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عمر ؓ نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ جواب دیا عبداللہ (یعنی اللہ کا ایک بندہ)۔ اس پر حضرت عمر ؓ بولے کہ بندے تو اللہ کے ہم بھی ہیں مگر میں آپ کا خاص نام دریافت کرتا ہوں۔ فرمایا میرا نام اویس ہے۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ آپ ذرا اپنا داہنا ہاتھ دکھائیں۔ حضرت عمر ؓ نے بالکل ویسا ہی نشان پایا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا۔ اُسی وقت حضرت عمر ؓ نے اُن کی ہتھیلی کو بوسہ دیا اور کہا کہ ☆ ـــ

گوہرِ مقصود آیا اپنے ہاتھ	رحمتِ یزداں ہے ہر دم جس کے ساتھ
مدعا حاصل ہوا اپنا یہاں	پا لیا مطلوب اپنا بے گماں
اے اویس! اے والدہ کے خدمتی	تیری محنت تیرے رب کو بھا گئی
تجھ کو بھیجا محمدؐ نے سلام	بعد اس کے پھر یہ بھیجا ہے پیام
بخشوانا میری امت اے اویس	جس قدر ہے میری اُلفت اے اویس
اور دعا میں یاد رکھنا اُس کو تم	بھولنا اُس کو نہ کرنا دل سے گم

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضور سرورِ کائنات ﷺ کا یہ پیغام سُن کر کہا کہ اے عمر! اِس دعا کے لئے آپ مجھ سے بہتر اور اولےٰ تر ہیں۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ دعائے امت کے لئے زیادہ لائق اور مستحق ہیں کیونکہ آپ کو جنابِ خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی وصیت کی ہے۔ لہٰذا حضور کی وصیت بجا لایئے اور امت کے لئے دعائے مغفرت کیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا وہ پیرہنِ مبارک بھی حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ کو دیا۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے اُس پیرہنِ مبارک کو اپنے سامنے رکھا اور اپنے پیارے نبی ﷺ کی امت کے لئے دعائے مغفرت کی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیارے رسول ﷺ کی اس درجہ محبت تھی کہ آنحضور ﷺ کے غم اور تکلیف کی ذرا بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کہیں اُن کو یہ خبر پہنچی کہ آج میرے محبوب ﷺ کا اُحد کی لڑائی میں ایک دانت شہید ہو گیا ہے۔ اُسی وقت اویس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا۔ فوراً خیال آیا کہ شاید آپ کا یہ دانت نہیں بلکہ دوسرا دانت شہید ہوا ہو۔ بس اِسی طرح ایک ایک کر کے اپنے بتیس کے بتیس دانت توڑ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی کم سے کم اِتنی محبت تو نصیب فرمادیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اُن کے نبی ﷺ کے احکام کی خلاف ورزیوں سے رُک جائیں۔ بھلا وہ زندگی ہی کس کام کی جس کو انسان اللہ تعالیٰ اور اُن کے نبی ﷺ کے حکموں کی خلاف ورزیوں میں گزارے؟

اللہ تعالیٰ اور اُن کے رسول ﷺ کی راہ میں محنت و کوشش کرنے والوں کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اپنی عاقبت کو درست کرنا ہوتا ہے جس میں وہ انتہائی حقیقی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

☆ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا اُس کا مفہوم اردو اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح آئندہ مواقع پر سمجھ لیا جائے۔

۲۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

فروتنی کا ایک سبق :

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ میں اس درجہ فروتنی و عاجزی (یعنی اپنے کو دوسروں سے کم سمجھنے اور دوسروں کو اپنے سے برتر سمجھنے) کی مبارک عادت تھی اور یہاں تک اس میں مہارت پیدا کی تھی کہ جس کو بھی دیکھتے تھے اُسے اپنے سے ہزار درجے افضل اور بہتر تصور کیا کرتے تھے۔ اتفاق سے آپ ایک روز دریائے دجلہ کے کنارے چلے جا رہے تھے ایک حبشی کو دیکھا جو ایک عورت کے ساتھ بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ایک طرف عورت ہے اور ایک طرف وہ حبشی ہے اور بیچ میں شراب کی بوتل پڑی ہے جسے اُٹھا اُٹھا کر وہ دونوں پی رہے ہیں۔ اپنی مبارک عادت کے موافق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ حبشی ہی مجھ سے بہتر ہے۔ لیکن پھر فوراً خیال آیا کہ نہیں بلکہ میں اس سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں تو ایسے کاموں کے کبھی قریب بھی نہیں جاتا اور یہ تو شراب اور نامحرم میں مبتلا ہے۔

ابھی آپ اپنے دل میں یہ باتیں سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں سامنے سے ایک کشتی نمودار ہوئی جو مال و اسباب سے لبریز اور کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ آپ نے اُسے بغور دیکھا کہ وہ تیزی سے چلی آرہی ہے۔ یکا یک وہ کشتی ایک بھنور میں پھنس گئی اور تھوڑی سی دیر میں ڈوب گئی اور وہ سات آدمی جو اُس کشتی کے مال و اسباب کے

نگہبان تھے دریا میں غوطے کھانے اور ڈوبنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ حبشی فوراً ہی دریا میں کود پڑا اور یکے بعد دیگرے چھ آدمیوں کو دریا سے باہر نکال لایا اور پھر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر بولا کہ اے حسن! چونکہ آپ مجھ سے بہتر ہیں اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میں نے تو چھ شخص ڈوبتے ہوئے بچا لئے' آپ ایک ہی کو نکال لائیے۔ اے امام! اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دوسروں کے بارے میں بُرے گمان بھی انسان کو گنہگار کر دیا کرتے ہیں۔ وہ سب کچھ جو آپ نے دیکھا دراصل میں نے آپ کا امتحان کرنے کے لئے کیا تھا۔ وہ عورت جس کو آپ نے میرے پاس بیٹھا دیکھ کر اپنے آپ کو اچھا اور مجھے بُرا سمجھا وہ میری ماں تھی اور وہ چیز جسے بوتل میں سے پیتے ہوئے دیکھ کر آپ نے خیال کیا کہ حبشی بُرا اور میں اچھا ہوں وہ تو پانی تھا جسے میں اور میری والدہ پی رہے تھے اور یہ صرف میں نے آپ کا امتحان کرنے ہی کے لئے ایسا کیا تھا تاکہ معلوم کروں کہ آپ کی فروتنی کی تیز نگاہیں کتنی دور تک پہنچ سکتی ہیں۔ لیکن واللہ آپ بُرا گمان کرنے سے نہ بچ سکے۔ اِتنا سننا تھا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دریائے ندامت میں غرق ہو گئے اور اُس حبشی سے نہایت معذرت و معافی چاہنے کے بعد کہا کہ بے شک آپ اللہ کے متوکل ہیں۔ جس طرح آپ نے اِن لوگوں کو ڈوبنے سے بچایا ہے میرے واسطے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ پروردگار مجھے بھی خود بینی و غرور کے دریا میں ڈوبنے سے بچائے اور اپنی پناہ دے۔ اُس پیارے حبشی نے اُسی وقت اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ بار الٰہا! حسن کی درخواست کو قبول فرما کیونکہ اس نے اپنی درخواست کے سرنامے پر فروتنی و عاجزی کا اظہار کیا ہے اور یہ دریائے خود بینی و غرور سے واقعی نکلنا چاہتا ہے۔ چنانچہ مبارک حبشی کی دعا قبول ہوئی۔ اب تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بس یہ حال

ہو گیا کہ اپنے آپ کو کسی سے بہتر سمجھنے کا کبھی ذرا دل میں گمان بھی نہ آ سکتا تھا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک کتے کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں نہایت لجاجت سے عرض کیا کہ الٰہ العالمین! مجھے اِس ایک کتے ہی کے طفیل قبول فرما لے۔ وہیں ایک شخص بول اُٹھا اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ کیا آپ اِس کتے کو بھی اپنے سے بہتر اور اچھا سمجھتے ہیں؟ فرمایا کہ البتہ اگر خدا کے عذاب سے نجات پا گیا تو میں بہتر ہوں اور اگر گرفتارِ عذاب ہو گیا تو قسم ہے خدائے رب العزت کی کہ یہ کتا بھی مجھ سے بہت بہتر اور افضل ہے۔

آپ نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ اے لوگو! انسان خواہ کسی بھی حال میں ہو لیکن دنیا سے جاتے وقت وہ تین حسرتوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ اول یہ کہ افسوس! مال جیسا کہ چاہتا تھا جمع نہ کر سکا' دوم یہ کہ افسوس! فلاں فلاں تمنائیں جی کی جی ہی میں رہیں' سوم یہ کہ افسوس! جہاں جاتا ہوں وہاں کے لئے کچھ زادِ راہ ساتھ نہیں لیا اور خالی ہاتھ ہی جا رہا ہوں۔

ہاتھ خالی جائیں گے دامن پسارے جائیں گے
تیرے بندے تیرے گھر کس کے سہارے جائیں گے
وقت کے جو قدرداں ہیں وقت کو جو کھوتے نہیں
بالیقیں وہ دین و دنیا میں پکارے جائیں گے
اپنی پیدائش کو جو باکار سمجھیں گے اسحاق
وہ بڑے القاب و عزت سے پکارے جائیں گے

۳۔حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ توبہ سے پہلے شراب بہت پیا کرتے تھے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اُن کی ایک دو سالہ لڑکی جو مینا کی طرح باتیں کرتی اور اُن کا دل بہلایا کرتی تھی اچانک اُن کی آغوشِ محبت میں انتقال کر گئی جس کا صدمہ اُن کو بے حد ہوا۔ ایک روز اپنے دوستوں سے کہنے لگے کہ رات سوتے ہی کیا خواب دیکھتا ہوں کہ قیامت قائم ہے اور میں اُس کے ایک دہشتناک میدان میں کھڑا ہوں۔ ایک طرف سے ایک بڑا زہریلا سانپ جو نہایت ڈراؤنا اور خونخوار ہے میں نے دیکھا کہ وہ میرا لقمہ کرنے کے ارادے سے میری طرف لپکا ہوا چلا آتا ہے جسے دیکھ کر میں ڈرا اور پچھلے قدموں ہٹ کر دوسری طرف کو بھاگا۔ بھاگتا ہوں اور مُڑ مُڑ کر دیکھتا جاتا ہوں اس لئے کہ وہ دہشت ناک اژدھا برابر میرے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے۔

یکا یک ایک ضعیف شخص مجھے دکھائی دیا۔ میں بھاگا ہوا اُس کے پاس گیا اور بے تاب ہو کر اُس بوڑھے ضعیف سے کہا کہ اللہ کے واسطے میری مدد کرو اور اس خونخوار زہریلے سانپ سے مجھے بچاؤ۔ وہ ضعیف میری فریاد سُن کر رو دیا اور کہا کہ افسوس میں نہایت کمزور اور ناتواں ہوں، مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ تجھ کو اس زہریلے سانپ سے بچا سکوں۔ ہاں ایک ترکیب بتاتا ہوں، وہ یہ کہ جتنا تم سے بھاگا جائے اُدھر قبلے کی طرف بھاگے ہوئے چلے جاؤ وہاں تمہارے بچاؤ کی کوئی تدبیر یا کوئی شکل ضرور پیدا ہوگی۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں وہاں سے بھی لپکا اور سانپ اُسی طرح منہ پھاڑے ہوئے میرے پیچھے ہے۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک خندق پر پہنچا، اُس خندق

میں سے آواز آئی کہ اے مالک بن دینار! پیچھے ہی کو بھاگ۔ پھر میں پیچھے ہٹ کر دوسری طرف کو بھاگا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک اور بوڑھا آدمی کھڑا ہے۔ میں نے اُس سے بھی یہی التجا کی کہ اللہ کے واسطے مجھے اس سانپ سے بچاؤ۔ انہوں نے بھی جواب میں یہی کہا کہ میں بہت کمزور اور ناتواں ہوں مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں اس سانپ سے تمہیں بچا سکوں، ہاں وہ پہاڑ جو سامنے نظر آتا ہے تم اُس پہاڑ پر چڑھ جاؤ، وہاں مسلمانوں کی امانتیں ہیں، اگر تمہاری بھی کوئی امانت اُس پہاڑ پر ہوگی تو وہ ضرور تم کو اپنی حمایت میں لے کر اس خونخوار سانپ سے بچائے گی۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ پھر میں اُس پہاڑ پر چڑھ گیا۔ دیکھا کہ وہ ایک چاندی کا پہاڑ ہے اور اُس کے چاروں طرف نہریں جاری ہیں اور وہاں ایک عالیشان قلعہ بنا ہوا ہے۔ جب میں اُس پہاڑ کے قریب پہنچا تو فرشتوں نے پکار کر کہا کہ دروازے کھول دو! شاید اس کی کوئی امانت یہاں ہو اور وہ اس کو اس کے دشمن سے بچا سکے۔

یکا یک دروازہ کھلا، میں نے دیکھا کہ میری وہی دو برس کی لڑکی جو میری گود میں انتقال کر گئی تھی وہاں کھیل رہی ہے۔ دروازہ کھلتے ہی اُس بچی کی نگاہ مجھ پر پڑی، دوڑ کر آئی اور ابّا جان کہہ کر مجھ سے لپٹ گئی اور کہا کہ ابّا جان! خیر تو ہے؟ یہ چہرے پر ہوائیاں کیوں اُڑ رہی ہیں؟ اور کیوں اس درجہ بدحواس ہو رہے ہیں؟ کس نے ستایا؟ کس سے ڈرے؟ کیا ہوا؟ میں نے اُس بچی سے کہا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک! جلدی سے مجھے اس خونخوار سانپ سے بچا! دیکھ یہ منہ پھاڑے ہوئے مجھے کھانے کے لئے میرے پیچھے دوڑ رہا ہے اور مجھ پہ تمام میدانِ محشر میں پھنکارتا پھر رہا ہے، کوئی بھی میری فریاد نہیں سنتا اور میری مدد نہیں کرتا۔

لڑکی بولی کہ اچھا ابا جان ابھی لو۔۔۔

معصوم بچی نے اُس سانپ کو جو اُس کے باپ کے کھانے کے ارادے سے چلا آتا تھا ایک قہر کی نگاہ سے دیکھا اور کہا کہ او زہریلے سانپ! تُو کون تھا میرے باپ کو ستانے والا! بس تیری خیر اسی میں ہے کہ میرے سامنے سے چلا جا ورنہ اپنے مولا سے ایسی فریاد کروں گی کہ تجھے میرے باپ کو ستانے کا مزہ آجائے گا۔ سانپ اُس بچی سے یہ بات سُنتے ہی ایسا بھاگا کہ پھر کہیں نہ دکھا۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر وہ لڑکی میری طرف مخاطب ہوئی اور کہا کہ اے ابا جان دنیا میں اب تم کس شغل میں ہو؟ کہو وہ شراب ناپاک کی عادت ابھی چھوٹی یا نہیں؟ کیا اپنے مالک کی نافرمانی سے ابھی تک توبہ کی یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھا کہ "کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے خوف سے لرز جائیں"۔ (الحدید۱۶)

پھر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اُس بچی سے پوچھا کہ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! یہ بتا کہ یہ سانپ کون تھا جس نے مجھے محشر کے میدان میں اتنا ذلیل وخوار کیا؟ لڑکی بولی۔۔۔

اژدھا کا ہے کو تھا یہ اے پدر — بلکہ یہ تیرے عمل تھے سر بسر
یاں بُرے اعمال چھپا کرتے ہیں — اور بھرے محشر میں رُسوا کرتے ہیں
اُن کی ہوتی ہیں ڈراؤنی صورتیں — لوگ اُن سے چاہئے خائف رہیں
پھر کہا میں نے کہ یہ بتلا مجھے — دو ضعیف و ناتواں وہ کون تھے
جو مدد میری نہ کچھ بھی کر سکے — ناتوانی کے سبب عاجز رہے
دیکھتے ہی مجھ کو وہ رونے لگی — کیونکہ وہ امداد کے قابل نہ تھے

نورِ چشمی نے دیا مجھ کو جواب — اے پدر اے مہرباں اُلفت مآب
وہ جو دیکھتے تھے ضعیف و ناتواں — اے پدر! وہ تھیں تمہاری نیکیاں
نیکیاں کمزور، طاقتور گناہ — کیوں نہ ہو پھر اُس شخص کی حالت تباہ

پھر بچی نے کہا کہ اے میرے باپ! وہ کمزور و ناتواں تمہارے وہ نیک عمل تھے جن کو تم سچے دل سے کیا کرتے تھے' اُن میں اتنی طاقت وقوت نہ تھی کہ وہ تمہاری مدد کر سکتے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پھر میری آنکھ کھل گئی اور لرزتا کانپتا ہوا اُٹھا' اُسی وقت اللہ تعالیٰ کی جناب میں پکی سچی توبہ کی اور اُس سے عہد کیا کہ اب گناہوں کے کبھی قریب بھی نہ جاؤں گا۔ پھر آپ اس توبہ کی برکت سے ولیٔ کامل ہوئے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی سے ملاقات کی اور اُن سے فیض حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی تمام نافرمانیوں سے پکی سچی توبہ کی توفیق دیں اور میدانِ محشر اور اپنے ہمیشہ رہنے والے گھر آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق دیں۔ آمین ثمہ آمین۔

یہودی کی ایذا رسانی :

ایک یہودی نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں مکان کرائے پر لیا جہاں آپ کا عبادت خانہ بالکل اُس کی دیوار کے برابر تھا۔ اُس یہودی نے بغض اور دشمنی کے سبب اپنے مکان کی چھت پر ایک پرنالہ (پانی گرنے کی نالی) بنایا جو عین آپ کے عبادت خانے میں جا کر گرتا تھا۔ پھر اُس پرنالے میں سے اپنے گھر کی تمام نجاست اور گندگی بہانی شروع کر دی جس سے آپ کی عبادت گاہ گندی اور ناپاک ہو جایا کرتی تھی۔

ایک مدت دراز تک وہ یہودی ایسا کرتا رہا مگر حضرت نے کسی کے سامنے اُس

کا شکوہ کیا نہ شکایت اور نہ ہی خود اُس سے ایک بھی لفظ کہا۔ آخر کار یہودی خود ہی آپ کے پاس آیا اور کہا کہ اے مالک بن دینار! آپ کو میرے پرنالے سے کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں پہنچتی؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں! وہ نجاست جو پرنالے سے گرتی ہے اُسے دھو ڈالتا ہوں اور بس! یہودی کو سخت تعجب ہوا اور بولا کہ حضرت! آپ روزانہ اس تکلیف کو بھلا کیسے برداشت کر لیتے ہیں اور اس غم و غصے کو کیسے ضبط کر لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میرے مولا کا یہ فرمان ہے کہ "جو لوگ غصے کو پی لیتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کر دیتے ہیں اللہ اُن سے دوستی فرماتا ہے" (آل عمران ۱۳۴) تو ہم لوگ اس دنیا میں اپنے اللہ سے دوستی پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں دشمنی پیدا کرنے کے لئے نہیں آئے۔ یہ سُن کر وہ یہودی بے ساختہ پکار اُٹھا کہ ـــ

واقعی اللہ کے پیارے ہو تم	واقعی مجھ پہ سب راہیں تھیں گم
اپنے دامن میں مجھے لیجئے چھپا	واقعی مجھ کو بڑا دھوکا ہوا
آہ جس مذہب میں غصہ ہو حرام	اُس کے قرباں کیوں نہ ہوں سب خاص و عام
مجھ کو بھی تلقینِ ایماں کیجئے	مجھ کو بھی جلدی مسلماں کیجئے
میں بھی دیکھوں باغِ اسلامی کی سیر	نام کو نہیں ہے جس میں بغض و بیر

چنانچہ وہ یہودی اُسی وقت کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر مشرف بہ اسلام ہوا اور زار و قطار روتا ہوا آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوا۔

رزّاق کا رزق پہنچانا :

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حج بیت اللہ کے لئے جا رہا تھا کہ ایک مقام پر میں نے ایک کوا دیکھا کہ چونچ میں ایک روٹی لئے ہوئے ایک طرف کو اُڑا چلا جا رہا ہے۔ فوراً میرے دل میں خیال آیا کہ دیکھوں تو سہی

یہ کہاں جاتا ہے۔ کچھ دور جا کر وہ کوا ایک جگہ بیٹھ گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ دیکھا کہ وہاں ایک شخص ہاتھ پیر کٹا ہوا پڑا ہے۔ وہ کوا اُس شخص کے سینے پر بیٹھ گیا اور اپنے پنجے سے روٹی کے ٹکڑے توڑ توڑ کر اُسے کھلانے لگا۔ روٹی پوری اس طرح کھلا دینے کے بعد پھر وہ کوا اُڑ گیا اور اپنے منہ میں پانی بھر کر لایا اور اُس شخص کو پلایا۔ اسی طرح کئی مرتبہ گیا اور آیا۔ پھر اُس ہاتھ پیر کٹے شخص کو کھلا پلا کر اُڑ گیا۔ میں قدرتِ خداوندی کا یہ تماشہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر میں اُس شخص کے پاس گیا اور اُس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اُس نے بتایا کہ ہمارا قافلہ حج کو جا رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے اُسے گھیر لیا اور سارے قافلے والوں کو قتل کر دیا اور سب سامان لُوٹ کر لے گئے۔ مجھ کو ہاتھ پیر کٹا جان کر چھوڑ گئے۔ تین دن تک بھوکا پیاسا تڑپتا رہا۔ جب بھوک اور پیاس سے حد سے زیادہ بے تاب ہوا اور زندگی سے مایوس ہوا تو حق تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنے رونے لگا کہ اے کریم و کارساز! اس لق و دق صحرا میں اس بے یار و مددگار کی خبر لینے والا تیرے سوا اور کون ہو سکتا ہے اور تُو ہر چیز پر قادر ہے' اے اللہ! یا مجھے اس بھوک و پیاس کی مصیبت سے نجات دے یا پھر اپنے پاس بلا لے۔ بس اس بے کس کی دعا اُس دعا قبول کرنے والے نے قبول کی اور اُسی وقت سے یہ کوا دونوں وقت جیسا کہ آپ نے دیکھا مجھے کھلا پلا جاتا ہے۔

۴۔ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ

توبہ کی توفیق :

اللہ رب العزت جسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ چنانچہ بشر

حافی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ توبہ سے پہلے وہ شراب و کباب میں گرفتار رہتے تھے ہر وقت نشہ میں چُور رہتے تھے' مگر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو زمین کی پستیوں سے اُٹھا کر آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔

ایک روز بشر حافی نے راستے میں دیکھا کہ ایک کاغذ پڑا ہے جس پر بسم اللہ لکھی ہوئی ہے۔ آپ نے دل میں کہا کہ اللہ کا نام اور زمین پر پڑا ہوا ہے۔ فوراً اُس کاغذ کو اُٹھا لیا' اُسے چُوما اپنی آنکھوں سے لگایا' پھر کہا کہ یہ نامِ نامی اور اسمِ گرامی میرے مالک و محسن اور رحیم و کریم رب کا ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا مالک اور تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے۔ پھر دو درہم کا عطر خرید کر اُس پر وہ عطر لگایا اور اُسے اپنے عمامے کے اندر رکھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کو بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات بہت پسند آئی اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا کہ جلدی جاؤ اور بشر حافی کو خوشخبری دے دو کہ جیسے تُو نے ہمارے نام کی تعظیم و تکریم کی ہے ہم بھی تیرے درجوں کو بلند کریں گے اور جیسے تُو نے اُسے گرد و غبار سے صاف کر کے بلند مقام پر رکھا ہے ہم بھی تیرے دل کو گناہوں کے گرد و غبار سے پاک کر کے فرش سے عرش تک تیرے نام کو بلند کریں گے۔

چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فوراً بشر حافی کے پاس گئے۔ بشر حافی اُنہیں دیکھ کر ڈر گئے اور دل میں کہا اللہ خیر کرے ایسے ولی کامل مجھ جیسے گنہگار و فاسق کے پاس کیسے تشریف لے آئے۔ مگر حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نہایت اخلاق و محبت سے پیش آئے اور یہ خوشخبری سُنائی کہ اللہ رب العزت نے تیرے اُس عمل کو قبول فرما لیا ہے اور چونکہ اللہ کسی کا احسان نہیں اُٹھاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے اُس کا یہ بدلہ عنایت فرما دیا ہے۔ یہ سُننا تھا کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک چیخ نکل گئی اور زمین پر گر کر لوٹنے لگے اور اپنے آپ کو ہزاروں ملامتیں کرنے اور بُرا بھلا کہنے لگے اور کہا کہ

اے اللہ! میرے یہ گناہ اور تیری یہ عطا! میری یہ گنہگاری اور تیری یہ غفاری! چنانچہ روتے روتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو اپنا سب کا سب سامان و اسباب کھڑے کھڑے لُٹا دیا اور اپنا لباس پھاڑ کر پھینک دیا اور لباسِ فقیری اختیار کر لیا اور ننگے پاؤں رہنے لگے۔ کسی نے کہا کہ آپ ننگے پاؤں کیوں پھرتے ہیں تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نوح میں فرمایا ہے کہ "اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا" (نوح ۱۹) تو بھلا میں اللہ کے بچھونے پر جوتا کیسے رکھوں؟ چنانچہ وہ ہمیشہ اور ہر جگہ ننگے پاؤں ہی پھرا کرتے تھے۔ اللہ کا کرنا کہ جانوروں نے کوچہ و بازار اور راستوں میں گندگی کرنا چھوڑ دیا تھا کہ کہیں بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں نہ گندے ہو جائیں۔

اُن کو حافی اسی لئے کہا جاتا تھا کہ وہ ننگے پاؤں رہا کرتے تھے (حافی کا مطلب ہے ننگے پاؤں والا)۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی کوچہ میں جانور کی گندگی دیکھی تو اُسے فوراً یہ خیال آیا کہ کہیں بشر حافی اس دنیا سے رخصت تو نہیں ہو گئے؟ چنانچہ جب وہ اس بات کی تحقیق کے لئے گیا تو معلوم ہوا کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا اُسی وقت انتقال ہو چکا تھا۔ مثل مشہور ہے 'باادب بانصیب بے ادب بے نصیب'۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنا اور اپنے بندوں کا بہت ہی زیادہ ادب و احترام نصیب فرمائیں۔ آمین ثمہ آمین۔

۵۔ حضرت بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ

نفس کشی:

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ

حضرت! اللہ ربّ العزت نے آپ پر بڑے ہی انعامات و اکرامات کئے ہیں۔ خدارا اُن میں سے کچھ ہمارے سامنے بھی بیان کیجئے تا کہ اُس سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ کریمی و رحیمی ہم پر بھی کچھ ظاہر ہو۔ بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یوں تو اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات مجھ پر بے شمار ہیں۔ لو ایک بات سُن لو۔ فرمایا کہ ایک دفعہ رات کے آخری حصے میں مَیں چاہتا تھا کہ اُٹھ کر نمازِ تہجد پڑھوں مگر نفس نے کاہلی کی۔ پھر تھوڑی دیر بعد پیاس لگی' اُٹھا اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اللہ کے کام میں تو اتنی سُستی اور اپنے کام میں اتنی چُستی۔ بس یہ خیال آتے ہی دل لرز گیا اور میں نے فوراً قسم کھالی کہ اب پورے ایک سال بھر تک پانی نہیں پیوں گا۔ پھر حیران ہوا اور سوچا کہ یہ میں نے کیا کیا؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ اللہ ربّ العزت نے میرے دل کو اطمینان دلایا اور میں نے سوچا کہ اے بایزید! تیرے لئے کوئی کام ناممکن ہو سکتا ہے' تمام مخلوقات کے لئے ناممکن ہو سکتا ہے' مگر خالق و مالکِ کائنات کے لئے تو کوئی بھی چیز ناممکن نہیں اُسے تو کوئی بھی کام مشکل نہیں' وہ تو جب کچھ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ "جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے" (البقرہ ۱۱۷)۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھر ایسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے میری اُس قسم کو پورا کر دیا اور میں نے پورے ایک سال بھر تک پانی نہیں پیا۔ لوگو! یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اُس کی قدرت سے کوئی بھی چیز باہر نہیں' اور اللہ کے علاوہ مخلوقات میں سے جس کسی کو بھی کوئی مرتبہ اور بلندی حاصل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے اور اللہ تعالیٰ مخلوق کو یہ مرتبہ دے کر یہ حکم دیتا ہے کہ ان مرتبوں کے عطا کرنے والے ہی کی تعریف و توصیف بیان کی جائے۔ جب بھی اُس سال بھر میں

کبھی پیاس لگتی تو میں اپنے نفس کو خوب ملامت کرتا بُرا بھلا کہتا اور تنبیہ کرتا کہ اب عبادتِ الٰہی میں سُستی ہرگز مت کریو ورنہ پھر عمر بھر کے لئے کھانے پینے سے محروم ہونا پڑے گا۔

دودھ والی رات :

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد ایک بزرگ نے اُنہیں خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اپنے سامنے بلا کر یہ سوال کیا کہ اے بایزید! میرے لئے کیا لایا؟ اللہ تعالیٰ کے اِس سوال پر میں نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں ایسی کوئی بھی چیز نہیں لا سکا جو تیری عالی بارگاہ میں پیش کئے جانے کے قابل ہو' البتہ ایک چیز ایسی لایا ہوں جو پیش کی جا سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے کبھی کسی کو تیرا شریک نہیں کیا اور فقط تیری ہی توحید لایا ہوں (یعنی یہ یقین لایا ہوں کہ جو بھی نفع نقصان ہوتا ہے تیرے ہی حکم سے ہوتا ہے' تیرے سوا کسی چیز سے کچھ بھی نہیں ہوتا)۔ اِس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: کیا تُو وہ دودھ والی رات بھول گیا؟ کیا تُو نے اُس رات شرک نہیں کیا تھا؟ خواب دیکھنے والے شخص نے خواب ہی میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ حضرت! میں اِس کا مطلب نہیں سمجھا' ذرا اِس کی وضاحت فرما دیجئے۔ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک رات دودھ پیا تھا جس کے پیتے ہی میرے پیٹ میں شدید درد ہو گیا تھا' اُس وقت میری زبان سے نکلا تھا کہ "میں نے دودھ پیا تھا اُس نے میرے پیٹ میں درد کر دیا"۔ اِس پر حق تعالیٰ شانہٗ مجھ سے ناراض ہیں اور فرماتے ہیں کہ بھلا دودھ کی کیا مجال ہے کہ وہ کسی کے پیٹ میں درد کر سکے؟ نہیں نہیں! ہمارے حکم کے بغیر ذرّہ

بھی حرکت نہیں کرسکتا۔

کوئی شے کچھ کر نہیں سکتی کبھی — جب تلک پاتی نہیں مرضی میری
میری مرضی کی ہے ہر ہر شے غلام — میرے آگے دست بستہ ہیں تمام

۶۔ حضرت عبداللہ بن مُبارک رحمۃ اللہ علیہ

بہرام یہودی :

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سال حج کو گیا۔ جب میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ زیارتِ روضۂ انور کے لئے گیا تو باوجود دن بھر کی حاضری کے دل کو پوری طرح تسکین نہ ہوئی۔ چنانچہ رات بھی میں نے روضۂ انور کے قریب ہی گزار دی۔ رات کو نیند آتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ سید المرسلین جناب رسول اللہ ﷺ روضۂ انور سے باہر تشریف لائے اور میرے پاس رونق افروز ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے عبداللہ! جب تم بغداد اپنے وطن واپس پہنچو تو فلاں محلے میں ایک شخص بہرام یہودی رہتا ہے اُس کے پاس جانا اور ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوگیا اور اُس نے تجھے بخش دیا۔

یہ خواب دیکھتے ہی عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ کھل گئی۔ اُٹھ بیٹھے اور فوراً حضورِ اقدس ﷺ کا یہ پیغام پہنچانے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ بغداد پہنچتے ہی حضور ﷺ کے بتائے ہوئے پتے پر بہرام یہودی کے گھر پہنچے اور کہا اے بہرام! تمہارا کیا عمل ہے ذرا اُسے میرے سامنے بیان کرو کہ وہ کون سا نیک عمل ہے جسے تم کرتے ہو؟ بہرام یہودی نے یہ سُن کر کہا کہ اے عبداللہ بن مبارک! میں نے تو نیک

عمل کبھی خواب میں بھی نہیں کیا ہوگا' البتہ ایک روز ایک واقعہ ہوا تھا کہ میرے گھر ایک مسلمان عورت آئی اور میرے چراغ سے اپنا چراغ جلا کر جانے لگی۔ جب دروازے تک پہنچی تو اُس نے پھونک مار کر اپنا چراغ بجھا دیا اور واپس پلٹ آئی۔ دوبارہ اُس نے میرے چراغ سے اپنا چراغ جلایا۔ پھر جب دروازے میں پہنچی تو پھر اُسی طرح پھونک مار کر اپنا چراغ بجھا دیا۔ جب اُس عورت نے کئی دفعہ ایسا کیا تو مجھے اُس کی طرف سے شبہ ہوگیا کہ یہ عورت اِس طرح سے میرے گھر کے اندر کا بھید لے رہی ہے ورنہ ایسا کیوں کرتی؟ یہ خیال آتے ہی میں فوراً کھڑا ہوگیا۔ اب وہ عورت مجھے دیکھ کر پھر سے چراغ جلانے کے لئے نہیں پلٹی بلکہ باہر نکل کر سیدھی چلی گئی۔ میرے دل میں شبہ تو ہو ہی چکا تھا کہ یہ کوئی مشکوک عورت ہے لہٰذا میں نے اُس کا پیچھا کیا کہ دیکھوں یہ کہاں جاتی ہے؟

اِسی طرح کچھ وقت تک ہم دونوں چلتے رہے' وہ عورت آگے آگے اور میں اُس کے پیچھے پیچھے۔ چلتے چلتے وہ ایک ٹوٹے پھوٹے نہایت خستہ حال مکان کے قریب پہنچی اور اندر داخل ہوگئی۔ جب میں اُس مکان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہاں سے کچھ بچوں کے رونے کی آوازیں آرہی ہیں۔ یہ عورت اُن بچوں کی ماں تھی۔ ماں کے گھر میں قدم رکھتے ہی بھوک کی شدت کی وجہ سے بچوں نے اور بھی بلک بلک کر رونا شروع کر دیا اور بولے۔۔۔

بھوکے ہیں اے اماں ہمیں کھانے کو دے
تین دن گزرے ہیں فاقے سے پڑے
بولنے کی ہم میں اب طاقت نہیں
ہائے اے اماں کیا تجھے اُلفت نہیں

کیوں نہیں کھانا کھلاتی ہے ہمیں
بھوک اے اماں اب ستاتی ہے ہمیں
شہر کے بچے یُونہی روتے ہیں کیا
وہ بھی بن کھائے یُونہی سوتے ہیں کیا
کیا کہے مفلس گدا ماں کیا کہے
کیا کہے وہ بے نوا ماں کیا کہے
سینے سے اِک اِک کو چمٹانے لگی
اُن کو بس رو رو کے بہلانے لگی
اور کہا بچو! اللہ دے گا تمہیں
صبر کی اپنے جزا دے گا تمہیں
اِک یہودی کے گئی تھی میں ابھی
مانگنے سے شرم سی کچھ آگئی
دیر تک حیلے بہانے واں کئے
یوں کہ کچھ شاید یہودی مجھ کو دے
میرے اِس حیلے کو وہ سمجھا نہیں
اِس لئے کچھ میرے ہاتھ آیا نہیں

بہرام یہودی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ جس وقت اُس عورت اور اُس کے بچوں کا بھوک کے سبب سے رونا اور چلّانا میں نے سُنا تو میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہوگئیں اور مجھے اِس قدر رونا آیا کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ جلدی سے دوڑا ہوا اپنے گھر گیا اور جس قدر کھانا اُس وقت میرے گھر

میں تیار تھا وہ سب اور اُس کے ساتھ کچھ اشرفیاں لے کر میں فوراً واپس اُس عورت کے گھر پہنچا اور بچوں کو آواز دے کر وہ کھانا اور اشرفیاں اُن کے حوالے کیں اور پھر اپنے گھر چلا آیا۔ اے عبداللہ بن مبارک بس ایک یہ عمل ہی میں نے کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے بہرام یہودی تمہیں مبارک ہو سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ نے تجھے سلام پہنچایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ ربّ العزت نے تیرے اُس عمل کو قبول فرمالیا ہے اور تجھے بخش دیا ہے۔ بہرام یہودی نے یہ سُنتے ہی فوراً کلمہ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا اور اسلام لے آیا۔ سچ ہے اللہ کے نبی ﷺ کا یہ ارشاد کہ ”تم زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا“ اور یہ کہ ”جو رحم نہیں کرتا' وہ رحم نہیں کیا جاتا“ (احادیث از اسلام کیا ہے' ۱۰۳)

۷۔ ایک عیال دار ذاکر

ایک عیال دار (بچوں والا) مسلمان شخص ذکرِ الٰہی (یعنی یادِ الٰہی) سے بہت ہی الفت و محبت رکھتا تھا۔ اُن کی بیوی نہایت جاہل اور سخت بد مزاج تھی اور اکثر اپنے شوہر سے لڑا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ میاں! تم نہ کمانے کے نہ کھٹنے کے تمہیں تو ہر وقت یادِ الٰہی ہی سے کام ہے۔ تم تو اپنا پیٹ یادِ الٰہی سے بھر لیتے ہو' مگر یہ بتاؤ کہ بچے اپنا پیٹ کیسے بھریں؟ مگر یہ ذاکر اُس عورت کی اِن تمام کڑوی کسیلی باتوں کو خاموشی سے برداشت کرلیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کئی وقت گزر گئے اور بچوں کو بھی کچھ نہ مل سکا۔ کئی وقت کے فاقوں سے تنگ آکر اور بچوں کی طرف سے پریشان ہو کر بیوی نے اپنے شوہر کو بہت ہی بُرا بھلا

کہا اور کہا کہ بچے بھوکے مرے جاتے ہیں اور میاں کو ذکرِ الٰہی اور عبادت ہی سے فرصت نہیں جو کہیں جائیں اور کچھ کما کر لائیں۔ خدا کے واسطے بازار جاؤ اور محنت مزدوری کر کے کچھ لاؤ تا کہ اِن کا پیٹ بھرے۔ صرف ذکرِ الٰہی سے کام نہیں چلے گا۔ ذاکر شخص نے جواب دیا کہ اچھا صبح کو بازار جاؤں گا اور مزدوروں میں جا کر مزدوری کروں گا اور وہاں سے جو کچھ بھی ملے گا تیرے سامنے لا کر رکھ دوں گا۔ چنانچہ صبح کو نماز اور اپنے وظائف سے فارغ ہو کر یہ ذاکر مسلمان مزدوروں کے چوک میں مزدوروں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ اللہ کی شان کہ وہاں سب کی مزدوری لگ گئی لیکن ان کو کسی نے بھی نہ پوچھا۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ سب چلے گئے اور صرف میں بے کار رہ گیا اور اب روزی لگنے کی کوئی امید نہ رہی تو سیدھے جنگل کی طرف نکل گئے اور اپنے حقیقی آقا کی مزدوری یعنی عبادت میں مصروف ہو گئے اور تمام دن ذکرِ الٰہی میں گزار دیا۔ عشاء کی نماز کے بعد واپس اپنے گھر پہنچے اور بیوی کے ڈر سے چپکے سے اپنے بستر پر جا لیٹے۔ مگر بیوی کی آنکھ کھل گئی اور پوچھنے لگی کہ صبح کے گئے اب گھر میں گھسے ہو بتاؤ کیا کما کر لائے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ جس کی مزدوری کی ہے وہ کل مزدوری دے گا۔ عورت بہت ناراض ہوئی اور کہا کہ یہاں تو بچے بھوکے مر رہے ہیں اور میاں کل کے وعدے پر مزدوری کر آئے۔

چنانچہ دوسرے دن صبح کے معمولات سے فارغ ہونے کے بعد یہ ذاکر مسلمان دوبارہ مزدوروں کے چوک پر جا کر بیٹھ گئے۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ آج بھی اِن کو کسی نے نہ پوچھا اور دوسرے سارے مزدور اپنے اپنے کاموں پر چلے گئے۔ یہ بیچارے اُسی طرح ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ جب مایوس ہو گئے تو پھر جنگل کو نکل گئے اور دوبارہ اُسی طرح تمام دن عبادتِ الٰہی میں گزار دیا اور اپنے مالکِ حقیقی کی حضوری

میں گریہ وزاری کرتے اور روتے رہے۔ پھر جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوئے تو بیوی سے ڈرتے ڈرتے گھر کا راستہ لیا اور چپکے سے گھر میں جا کر لیٹ گئے۔ عورت چپکی پڑی جاگ رہی تھی، شوہر کو خالی ہاتھ آتا دیکھ کر آگ بگولا ہو گئی اور کہنے لگی کہ لاؤ دونوں دن کی مزدوری کہاں ہے؟ ذاکر شخص بہت گھبرائے اور کہا کہ کل انشاء اللہ تینوں دن کی مزدوری ملے گی اور کہا کہ اے عورت! میں جس آقا کی مزدوری کر رہا ہوں وہ اپنے وعدے کا سچا اور بہت سچا ہے "تو اطمینان رکھ کل انشاء اللہ تینوں دن کی مزدوری مل جائے گی۔ عورت بہت تلملائی غصے میں آئی اور کہا کہ اچھا! اگر کل تینوں دن کی مزدوری نہ لائے تو گھر میں اپنی صورت نہ دکھانا۔ جب صبح ہوئی تو بیوی نے ایک چھوٹی سی تھیلی اپنے شوہر کو دی اور کہا کہ تینوں دن کی مزدوری کے جو کچھ بھی پیسے ملیں اِس میں رکھ لانا۔

تیسرے روز اُس مردِ ذاکر نے تمام ظاہری اسبابِ عالَم سے اپنی امید مُنقطع کر کے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے اپنی امید وابستہ کر کے گھر سے نکلتے ہی جنگل کا راستہ لیا اور وہاں پہنچ کر نہایت سرگرمی سے یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے اور عشاء تک سرگرمِ عبادت رہے۔ جب رات زیادہ ہو گئی تو وہاں سے اُٹھے اور عورت کے ڈر کے مارے اُس تھیلی میں جنگل کی مٹی بھر لی کہ بیوی جاتے ہی پیچھے نہیں پڑے گی، سمجھے گی کہ کچھ نہ کچھ لایا تو سہی اور اِس تدبیر سے رات گزر جائے گی، پھر صبح ہوتے ہی گھر سے نکل آؤں گا۔ چنانچہ اِسی سوچ میں گھر کے دروازے تک پہنچے۔ یہاں تک پہنچ کر عورت کا ڈر اور بھی غالب ہوا۔ چاہا کہ مٹی کی تھیلی دروازے ہی میں ڈال کر واپس ہو جاؤں کہ اِتنے میں گھر کے اندر سے ایک ایسی عمدہ خوشبو آئی کہ جس سے اُن کا دل و دماغ مہک گیا۔ چنانچہ وہیں سکتے کے عالَم میں کھڑے سوچتے رہ گئے کہ کیا معاملہ

ہے؟ شوہر کی یہ حالت عورت دیکھ رہی تھی' فوراً پاس آئی اور کہا اندر کیوں نہیں آتے؟ اندر آؤ تو میں تمہیں سارا معاملہ بیان کروں۔ جب دونوں اندر آئے تو عورت نے کہا کہ اے میرے ذاکر شوہر! حقیقت میں تم بھی سچے ہو اور تمہارا مزدوری دینے والا بھی سچا ہے۔ ہُوا یہ کہ آج شام کے وقت جبکہ ہر گھر سے کھانا پکانے کی آوازیں آ رہی تھیں اور میں اپنے بچوں کی بھوک کی وجہ سے رو رہی تھی کہ یکا یک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ میں گئی تو ـــــ

دیکھتی کیا ہوں کہ اِک گھوڑے سوار ۔۔۔ گویا ہے بس وہ کہیں کا تاجدار
تاج سر پر سبز ریشم کا لباس ۔۔۔ اور مہک اُڑتی ہے جس کے آس پاس
مجھ سے یوں کہنے لگا وہ نیک خُو ۔۔۔ کس قدر بے صبر اے عورت ہے تُو
اپنے شوہر کو بس اب ایذا نہ دے ۔۔۔ تین دن کی اُس کی مزدوری یہ لے
اپنے شوہر کو یہ دے دینا پیام ۔۔۔ تیرے آقا نے کہا تجھ کو سلام
اور کہا محنت سے تُو اُکتا نہیں ۔۔۔ اور ہم سے مانگ لے شرما نہیں
اِک طبق دے کر مجھے رخصت ہوگیا ۔۔۔ دیکھتی آنکھوں وہ غائب ہو گیا

ایک نہایت خوبصورت طباق (یعنی تھال) سبز ریشمی رومال سے ڈھکا ہوا عورت اپنے شوہر کے سامنے لائی۔ شوہر نے رومال اُٹھا کر دیکھا تو اُس میں پچاس اشرفیاں رکھی ہوئی تھیں جن میں سے خوشبو کی لپٹیں نکلی چلی آتی تھیں۔ ذاکر شخص نے جب یہ حیرت انگیز نظارہ دیکھا تو فرطِ جذبات سے بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو یہ کہتا ہوا اُٹھا کہ ـــــ

اے کریم و کارساز و کردگار ۔۔۔ اے خدائے قدرداں اور مددگار
بندۂ ناچیز پر یہ کچھ کرم ۔۔۔ اِس قدر احسان و الطاف و نعم

منہ کہاں سے لاؤں میں ربّ العلیٰ ۔۔۔ تیرا شکریہ جس سے کروں ادا
قیدِ غم سے یوں رہائی مجھ کو دی ۔۔۔ یوں میری مشکل کشائی تُو نے کی
ایسی تیری کارسازی اے کریم ۔۔۔ اِس قدر ذرّہ نوازی اے کریم
میری مزدوری کا تجھ کو یہ خیال ۔۔۔ ایک پَل میں کر دیا مجھ کو نہال
غم اَلم سے یوں رہا مجھ کو کیا ۔۔۔ سرخ رُو یوں آج عورت سے کیا
جان و دل سے کیوں نہ ہوں تجھ پر فِدا ۔۔۔ کیوں نہ تیرے ذکر کو کر لوں غذا
ذکرِ مولیٰ ہے حقیقت میں عجیب ۔۔۔ کاش یہ اسحاق کو بھی ہو نصیب

اس نیک شخص کی بیوی یہ سب حال اپنے شوہر کا دیکھ کر اور بھی حیران ہوئی اور سخت متعجب ہو کر پوچھنے لگی کہ اے میرے پیارے شوہر! یہ کیا واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' سچ بتا وہ گھوڑ سوار کون تھا جو اشرفیوں کا طباق مجھے دروازے پر آ کر دے گیا اور بالکل سچ سچ کہو کہ وہ کون سا ذی شان و مہربان آقا تھا جس کے گھر تین دن سے مزدوری کرنے تم جا رہے تھے۔ ذاکر شخص نے کہا کہ اے بے صبری عورت! وہ گھوڑ سوار جو سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے تیرے دروازے پر آ کر اشرفیوں کا طباق دے گئے تھے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور وہ رحیم و کریم و ذی شان آقا جس کی مزدوری کرنے میں جاتا تھا وہ تمام جہانوں کا پالنے والا اللہ رب العالمین تھا۔ اے عورت! کیسی محنت مزدوری' میں تو جنگل میں جا کر تینوں دن عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہا۔ تُو نے جب زیادہ ہی ستایا تو میں نے تجھے اطمینان دلانے کے لئے کہہ دیا تھا کہ میں ایک آقا کے گھر مزدوری کر رہا ہوں۔ عورت یہ تمام باتیں سُن کر بے ہوش ہوگئی۔ جب ہوش میں آئی تو اللہ کی طاعت و عبادت اور ذکر کی اُلفت و محبت اُس کے بھی دل میں گھر کر چکی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اُسے بھی ہدایت دے کر اُس پر اپنا فضل کر

دیا ہوا تھا اور پھر تو یہ حال ہو گیا کہ دونوں میاں بیوی ہمہ وقت طاعت و عبادتِ الٰہی ہی میں مصروف رہنے لگے۔

۸۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ

خلقت سے بے زاری کا سبب :

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کے کسی دوست نے دریافت کیا کہ حضرت وہ کون سی چیز ہے جس نے آپ کو تمام مخلوق اور اِس دنیا سے بے زار کر کے خلوت و تنہائی میں بٹھا دیا ہے اور عبادتِ الٰہی میں اِس قدر مشغول کر دیا ہے؟ کیا آپ کو موت کا ڈر ہوا' یا قبر کا خوف پیدا ہوا' یا دوزخ کا ڈر پیدا ہوا یا پھر جنت کی امید نے آپ کو تنہائی اختیار کرنے پر آمادہ کیا؟ آخر کون سی بات ہے؟ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے میرے دوست! کیا چھوٹی چھوٹی چیزوں کا ذکر کرتا ہے؟ ارے مالکُ الملک خالقُ الکل کے سامنے ان سب چیزوں کی کیا حقیقت ہے؟ یہ تو سب اُس وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کی ادنیٰ غلام ہیں۔ ارے اگر تُو اُس عالیشان ذات کی محبت اور دوستی کا مزہ چکھ لے تو اِن سب چیزوں سے بالکل بے نیاز اور بے پرواہ ہو جائے گا۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا
تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد اُن کی دل نشیں ہوتی

دعا کی قبولیت :

ایک ڈاکو اور قاتل گرفتار ہوا اور حاکمِ وقت نے اُسے پھانسی دیئے جانے کا حکم سُنا دیا۔ چنانچہ وقتِ مقررہ پر اُسے پھانسی دے دی گئی اور وہ مر گیا۔ ابھی اُس کی لاش اُتاری نہیں گئی تھی کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا اُس طرف سے گزر ہوا۔ اُس کی لاش لٹکتی ہوئی دیکھ کر لرز گئے اور اُس پر رحم کھا کر اُس کے واسطے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ! اے رحمٰن و رحیم! اِس شخص نے اپنے دنیا میں کئے کی سزا دنیا ہی میں پالی ہے' تُو غفور الرحیم ہے بڑا معاف کرنے والا ہے' اگر تُو اِس کے گناہ معاف کر دے اور آخرت میں اِسے عزت بخش دے تو تیرے خزانوں میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ یکایک ایک غیبی آواز آئی جو سارے شہر والوں نے سُنی کہ جو کوئی اِس پھانسی دیئے گئے شخص کی نمازِ جنازہ پڑھے گا وہ آخرت میں بخشا جائے گا اور بڑے مرتبے پائے گا۔ چنانچہ اِس غیبی آواز کے سُنتے ہی تمام شہر کے لوگ جمع ہو گئے کہ تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ اُس شخص کی لاش کو تختۂ دار سے اُتارا گیا اور بخوبی غسل و کفن دے کر اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا۔

جب رات ہوئی تو ایک بندۂ خدا نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور وہ ڈاکو اور قاتل شخص تمام نمازِ جنازہ پڑھنے والوں سمیت نہایت شاندار اور عالیشان لباس زیبِ تن کئے ہوئے وہاں موجود ہے۔ اُس خواب دیکھنے والے شخص نے سوال کیا کہ تُو تو ڈاکو اور قاتل تھا یہ اتنی عظیم دولت تجھے بھلا کیسے ملی؟ اُس نے جواب دیا کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا اللہ ربّ العزت نے قبول فرمالی اور میری بخشش فرما دی اور مجھے یہ درجہ عطا فرمایا۔

۹۔ حضرت جُنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ زمانۂ ولایت سے قبل فنِ پہلوانی میں بڑی مہارت وشہرت رکھتے تھے اور اپنی جسمانی طاقت اور بہادری کے سبب بادشاہِ وقت کے یہاں شاہی پہلوان تھے۔ جہان بھر کے پہلوان آتے اور آپ سے کُشتی ہار کر واپس جایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک عجیب واقعہ ہوا کہ ایک دُبلا پتلا اور بہت کمزور سا شخص آیا اور اُس نے آکر آپ سے کُشتی لڑنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے ہر چند کہ سمجھایا کہ جنید نہایت طاقتور اور بہت بڑا پہلوان ہے' تُو نہایت دُبلا پتلا مٹھی بھر ہڈیوں کا ایک شخص ہے' تیرا اور اُس کا کیا مقابلہ؟ لیکن اُس نے کہا کہ نہیں حضور! میں ضرور جنید سے کُشتی لڑوں گا' آپ میرے دبلے پن پر نہ جائیں' ذرا کُشتی کرادیں پھر آپ خود دیکھ لیں گے کہ کون کس کو پچھاڑتا ہے۔ بالآخر بادشاہ نے کُشتی ٹھہرادی اور تمام شہر میں اعلان کردیا گیا کہ آج جنید سے ایک بِڈّا کُشتی لڑے گا۔ چنانچہ وقتِ مقررہ پر بے انتہا مخلوق اس عجیب وغریب کُشتی کا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوگئی اور بادشاہِ وقت خود بھی وہاں آموجود ہوا۔ اس کے بعد جنید اور وہ دُبلا پتلا شخص دونوں کُشتی لڑنے کے لئے اکھاڑے میں اُتر گئے۔

جب جنید خم ٹھونک کر لڑنے کے لئے اُس کے سامنے آئے تو اُس شخص نے آہستہ سے جنید سے کہا کہ میری یہ درخواست ہے کہ میری ایک بات ذرا کان میں سن لیجئے۔ اُس نے جنید رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں کہا کہ میں سید ہوں' آلِ رسول ہوں' صاحب اولاد ہوں اور نہایت مفلس اور محتاج ہوں' اب آگے آپ کو اختیار ہے۔ یہ سُنتے ہی جنید

رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہوگئیں اور لوگوں کو دکھانے کے لئے بظاہر کُشتی لڑتے لڑتے آپ زمین پر گر پڑے' جس پر تمام کے تمام لوگ حیرانی اور افسوس سے چیخ اُٹھے۔ بادشاہ نے دوبارہ کُشتی کرائی' دوسری مرتبہ بھی آپ تھوڑی ہی دیر میں زمین پر گر پڑے۔ تیسری مرتبہ پھر کُشتی کرائی گئی' اس مرتبہ تو جنید بالکل ہی چاروں شانے چت ہوگئے اور کُشتی ہار گئے اور اب کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہ گیا۔ یہ سب حال دیکھ کر بادشاہ کو بھی اور تمام دوسرے لوگوں کو بھی نہایت رنج اور سخت تعجب ہوا۔ مگر قاعدے کے مطابق بادشاہ نے اُس دبلے پتلے شخص کو جس نے جنید جیسے قوی ہیکل پہلوان کو پچھاڑا تھا بہت بڑا انعام واکرام عطا فرمایا یہاں تک کہ وہ مالا مال ہوگیا۔ پھر اُس کے بعد جنید رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اے جنید! بھلا یہ کیا عجیب وغریب تماشہ میں نے دیکھا؟ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ـــــ

کس طرح ظاہر کروں یہ داستاں ‌ دل بھرا ہے جس سے بس نالہ کناں
میں نے کچھ خاطر نہ کی اُس ذات کی ‌ کون تھا وہ کیا کہوں کیا چیز تھی
تھا وہ اولادِ رسول اللہ سے ‌ کان میں اُس نے جب یہ فقرے کہے
قلب میرا ہو گیا زیر و زبر ‌ میں نے کی تعظیم اُس کی سر بسر
جان کر میں اُس سے بس چت ہوگیا ‌ اور ادب سادات کا میں نے کیا

یہ باتیں سُن کر بادشاہ کو اور بھی زیادہ حیرت ہوئی اور اُس نے کہا کہ اے جنید! آفرین ہے تجھ پر کہ تُو نے ایک سیّد کو عزت دینے کے لئے اپنے آپ کو اتنا ذلیل کیا۔ پھر اُس کے بعد جب رات ہوئی تو جنید رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ شاباش اے جنید! تُو نے ہماری اولاد کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا' اس کا صلہ اللہ تعالیٰ تجھے بہت بڑا دے گا

اور تُو ہم سے آکر ملے گا۔ جب صبح ہوئی اور جنید سو کر اُٹھے تو وہ صرف جنید ہی نہ تھے بلکہ خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سرتاجِ اولیاء تھے۔ اُٹھتے ہی اپنا تمام مال واسباب راہِ مولیٰ میں لٹا دیا اور بس ایک ٹاٹ کا کُرتہ پہن کر اپنے ماموں حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور اُن کے خاص مریدوں میں شامل ہو گئے۔

جس کو چاہے کھینچ لے رحمت میں وہ / جس کو چاہے بھیج دے جنت میں وہ
کوئی اُس کا روکنے والا نہیں / کوئی اُس سے برتر و اعلیٰ نہیں
دستِ رحمت ہے اُس کا اِتنا دراز / دشمنوں تک کا ہے اپنے کارساز

سچی دوستی :

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے عرض کیا کہ حضرت! آج کے زمانے میں سچی دوستی اور بھائی بندی بہت ہی کمیاب ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ میاں! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہاری خدمت گزاری اور غم خواری کرے تو بے شک ایسا دوست اور بھائی تمہیں نہیں ملے گا اور اگر اِس کے بجائے تم خود کسی کی خدمت گزاری اور غم خواری کرو تو واللہ تمہارے لئے اِس زمانے میں بھی ہزاروں سچے دوست اور حقیقی بھائی ملیں گے۔

اے اخی! لوگوں کا خدمت گار بن / ہر کسی کا مُونس و غم خوار بن
خدمتی غم خوار ہو کر دیکھ لے / کس قدر اعزاز مِلتا ہے تجھے
سیّدِ قومی ترا ہو گا خطاب / دو جہاں میں ہو گا عزت مآب
تجھ پہ پڑتی ہوگی دنیا کی نظر / اور تری ہر بات میں ہو گا اثر
خدمتِ قومی سے یہ ہو گا صلہ / ہو گا راضی تجھ سے وہ ربُّ العُلا
روضۂ اطہر میں احمدِ مجتبےٰ / شاد ہوں گے تجھ سے وہ صبح و مسا

ٹڈیاں اور مچھلیاں تیرے لئے / یوں کریں گے وہ دعا اللہ سے
عمر میں کر اِس کی برکت اے کریم / اور کر انعام اِس پر اے رحیم
خلق کو آرام دے جو آدمی / ہو نہ اُس کے حق میں رحمت کی کمی
فضل کے اُس پر دَھانے کھول دے / دو جہاں میں اُس سے تُو راضی رہے
کیا خوب سودا نقد ہے / اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

شرکتِ غیر نہیں چاہتی غیرت میری :

ایک روز حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رب سے یہ عرض کر رہے تھے کہ اگر تُو مشرک کو بھی بخش دے تو کیا مشکل ہے؟ کہ اِتنے میں ایک عورت اور مرد جو آپس میں میاں بیوی تھے جھگڑتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عورت نے سخت ناراضگی سے آپ سے عرض کیا کہ حضور! میرا شوہر دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا حرج ہے؟ ایک عورت کے ہوتے ہوئے اُسے تین اور نکاح کر لینے کی اجازت ہے۔ اِس پر اُس عورت نے عرض کیا کہ حضور! اگر غیر مرد کو اپنا چہرہ دِکھانا جائز ہوتا تو میں اِسی وقت آپ کو اپنا چہرہ کھول کر دکھاتی اور پھر آپ سے پوچھتی کہ ایسی حسین عورت کے ہوتے ہوئے بھی جو شخص کسی اور سے رغبت ومحبت کرنی چاہے تو کیا اُسے عقلمند کہا جا سکتا ہے؟

سُنتے ہی بس آپ پر حالت ہوئی / چوٹ دل پر لگ گئی اِس بات کی
اور اُسی حالت میں یوں آئی نِدا / اِس طرح ہوتا ہے ارشادِ خدا
اے جنید! اے میرے بندے! دیکھ تُو / ایک عورتِ فانیہ کی گفتگو
جس کا بس فانی ہے سب حُسن وجمال / خاک ہونے کو ہے جس کا بال بال
قبر میں جو ہو گی کیڑوں کی غذا / کبر ونخوت کب اُسے لائق بھلا

زعم کرتی ہے وہ اپنے حُسن پر اپنے دعوے میں ہے جھوٹی سر بسر

اے جنید! جس کا حُسن و جمال اور جس کا بال بال فنا ہونے والا ہے' وہ یہ کہتی ہے کہ میرے ہوتے ہوئے دوسرے کی محبت ٹھیک نہیں ہے۔ اے جنید! اگر دنیا میں ہمارا جمال دیکھنے کی کسی میں طاقت ہوتی تو آج تم پر ہم اپنی تجلی دکھاتے اور پھر پوچھتے کہ بھلا ایسے ربّ الجلیل کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے سے محبت بھی ہونی چاہئے کہ نہیں؟ اے جنید! شرکتِ غیر نہیں چاہتی غیرت میری۔

بلاشبہ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ "جو ایمان والے ہیں وہ تو سب سے بڑھ کر محبت اللہ تعالیٰ ہی سے کرتے ہیں"۔ (البقرہ ۱۶۵)

نگاہِ بد کا علاج :

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت! میں بُری نگاہ ڈالنے سے اپنی آنکھ کو بچا نہیں سکتا ہوں' کیا کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اے شخص! تُو یہ جان لے کہ میں جتنا کسی کو دیکھتا ہوں اُس سے زیادہ ربّ العالمین مجھے دیکھتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جنتِ عدن اُن اللہ کے بندوں کے لئے ہے جو کسی گناہ کا ارادہ کریں مگر پھر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو سوچ کر شرما جائیں اور اُس گناہ سے رُک جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں میں اپنی عظمت اور اپنی بڑائی خوب جاگزیں کر دیں راسخ کر دیں۔ آمین ثم آمین۔

(نوٹ : اوپر دیئے گئے تمام واقعات بُستانِ اولیاء سے ماخوذ ہیں)

۱۰۔ محل تعمیر کرنے والا نوجوان

حضرت جعفر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بصرے میں گزر ہوا۔ پھرتے پھرتے ہم ایک عالیشان محل پر پہنچے۔ اندر گئے تو دیکھا کہ اُس محل میں ابھی تعمیر کا کام جاری ہے اور ایک طرف کو ایک نہایت ہی حسین نوجوان اُس محل کی تعمیر کا انتظام کر رہا ہے اور معماروں اور مزدوروں سے کہہ رہا ہے کہ فلاں فلاں کام اِس اِس طرح سے کرو۔ یہ سب دیکھ کر مجھ سے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دیکھتے ہو یہ جوان کیسا حسین ہے اور اس مکان کے بنانے پر کس قدر حریص ہے؟ مجھے تو اس کی حالت پر رحم آتا ہے کہ کس قدر فانی اور عارضی نفعوں کے حصول کے لئے کوشاں ہے اور جی یہ چاہتا ہے کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ اُسے اپنا مخلص و برگزیدہ بندہ بنا لے۔ کیا عجب ہے کہ یہ نوجوان جنت کے جوانوں میں سے ہو جائے۔ ہم اِس گفتگو سے فارغ ہو کر اُس جوان کے پاس گئے اور سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دیا مگر مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو اُس نے پہچانا نہیں۔ کچھ دیر بعد جب اُس نے پہچانا تو تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا اور بہت خاطر مدارات کی اور عرض کیا کہ حضرت! کیسے تکلیف فرمائی۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس محل میں تمہارا ارادہ کس قدر مال خرچ کرنے کا ہے؟ نوجوان نے کہا ایک لاکھ درہم۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کیا یہ سب مال تم مجھے نہیں دے سکتے کہ میں اُسے بہت مناسب موقعوں پر خرچ کر دوں اور اُس کے بدلے میں تمہارے لئے اس سے بہت عمدہ محل کا ذمہ دار ہو جاؤں اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ اُس کا سامان کنیزیں' غلام' خادم' یاقوتِ سرخ کے قبے خیمے

سب ہوں گے اور محل کی مٹی زعفران اور مُشک کی ہوگی اور تیرے اس محل سے بہت پائیدار اور بہت وسیع ہوگا' ابدالآباد ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا اور اُس کو کسی معمار کا ہاتھ نہ لگا ہوگا بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے کُن (یعنی ہوجا) فرمانے سے بنا ہوگا؟ اُس جوان نے کہا مجھے آپ آج رات کی مہلت دیجئے اور برائے مہربانی پھر کل صبح تشریف لائیے' میں سوچ کر آپ کو جواب دوں گا۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔

جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو تمام رات اُس جوان کا خیال رہا۔ جب صبح ہونے کے قریب ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں اُس کے لئے خوب دعا کی۔ صبح ہوتے ہی ہم دونوں اُس کے پاس پہنچے۔ دیکھا تو وہ جوان محل کے دروازے پر ہی بیٹھا ہے۔ جب اُس نے مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہا کیا کل کا وعدہ بھی یاد ہے؟ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں بالکل یاد ہے' کیا تم ایسا کرو گے؟ کہا ہاں ضرور۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنا مال ایک لاکھ درہم منگایا اور اُن کے سامنے رکھ دیا اور دوات اور قلم اور کاغذ منگایا۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کاغذ پر اس مضمون کا اقرار نامہ لکھ دیا:-

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر اس غرض سے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا محل بمعاوضہ اِس محل کے دلانے کا ضامن ہو گیا ہے اور اگر جو وعدہ ہوا ہے اُس محل میں اُس سے بھی زیادتی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور بمعاوضہ اِس مال کے میں نے اِس کے لئے ایک دوسرا محل جنت میں اِس محل سے زیادہ وسیع خرید لیا ہے اور وہ محل اللہ تعالیٰ کے سائے اور قرب میں ہوگا''۔

فقط یہ لکھ کر اُس جوان کے حوالے کیا اور وہ سب مال لے آئے اور دن بھر میں سب کا سب بہت مناسب جگہوں پر تقسیم کر دیا۔ شام کو مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رات کے گزارے کے سوا کچھ نہ تھا۔ اِس واقعے کو ابھی چالیس دن بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک روز مالک رحمۃ اللہ علیہ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے واپس نکلنے لگے کہ اچانک محراب پر جو نظر پڑی تو دیکھا کہ وہی کاغذ جو اُنہوں نے اُس جوان کو لکھ کر دیا تھا وہاں رکھا ہوا ہے۔ کھول کر دیکھا تو اُس کی پشت پر بغیر سیاہی یہ لکھا ہوا تھا کہ:-

''یہ اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مالک بن دینار کے لئے برأت (یعنی نجات) اور فراغت ہے' جس محل کی تم نے ہمارے اوپر ضمانت کی تھی وہ ہم نے اُس جوان کو دے دیا بلکہ ستر گنا اور بھی زیادہ دیا''۔

مالک رحمۃ اللہ علیہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور اُسے لے کر اُس جوان کے گھر گئے۔ دیکھا تو دروازہ اُس کا سیاہ ہے (یہ اُس زمانے میں ماتم کی علامت تھی) اور گھر سے رونے پیٹنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ہم نے جوان کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ تو کل مر گیا۔ پھر ہم نے غسل دینے والے کو بُلا کر پوچھا کہ کیا تم نے اِس جوان کو غسل دیا تھا؟ اُس نے کہا ہاں میں نے ہی دیا تھا۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اچھا بیان کرو اُس کی موت کس طرح ہوئی؟ کہا اُس نے مرنے سے پہلے مجھ سے یہ کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو تم غسل و کفن دینا اور ایک پرچہ دیا اور یہ کہا کہ اِس پرچے کو کفن میں رکھ دینا۔ میں نے اُس پرچے کو کفن میں رکھ دیا اور اُسے دفن کر دیا۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے وہ پرچہ جو محراب سے ملا تھا نکال کر اُس غسّال کو دکھایا۔ وہ دیکھ کر فوراً بول اُٹھا کہ خدا کی قسم وہ یہی پرچہ تھا جو میں نے کفن کے اندر رکھ دیا تھا۔

اِس کے بعد ایک جوان کھڑا ہوا اور مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا میں آپ کو دو لاکھ درہم دیتا ہوں آپ میرے لئے بھی ایک ایسے محل کے کفیل ہو جائیے۔ فرمایا ہو گیا جو ہونا تھا وہ بات اب گئی' اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اِس کے بعد مالک بن دینار

رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اُس جوان کو یاد کرتے' روتے اور اُس کے لئے دعا فرماتے۔ (نزہۃ البساتین ۶۰)

۱۱۔ قصہ سلطان محمود اور ایاز کا

ایک روز صبح کے وقت سلطان محمود غزنوی نے تمام اراکینِ سلطنت کی عقل وفہم کا امتحان لینے کے لئے خزانہ شاہی سے ایک بہت ہی بیش قیمت موتی نکلوایا اور سب سے پہلے وزیر کے ہاتھ میں دے کر اُس سے پوچھا کہ بتاؤ یہ موتی کتنی قیمت میں فروخت ہوگا؟ وزیر نے عرض کیا کہ حضور! یہ موتی تو بہت ہی بیش قیمت ہے' سونے سے لدے ہوئے دو سو گدھوں سے بھی اِس کی قیمت زیادہ ہے۔ سلطان نے کہا کہ اچھا! تو میرے حکم سے اِس بیش قیمت موتی کو توڑ دو اور ریزہ ریزہ کردو۔ وزیر نے عرض کیا کہ حضور میں اِس موتی کو ضائع نہ کروں گا' میں آپ کے خزانے و دولت کا خیر خواہ ہوں اور اِس گوہر کو توڑ دینا تو بڑی بدخواہی ہوگی۔ بادشاہ نے اُس کو شاباش دی اور ایک شاہی خلعت (یعنی قیمتی لباس) سے بھی نوازا۔

اِس کے بعد سلطان محمود نے اِسی طرح ۱۶۵ اراکینِ سلطنت کو باری باری طلب کرکے یہی حکم دیا کہ اِس موتی کو توڑ دے لیکن ہر ایک نے وزیر کی تقلید کی اور موتی کو توڑ دینے سے معذرت کی اور بادشاہ نے ہر ایک کی تعریف کی اور اُسے شاہی خلعت بھی عطا فرمائی۔ بادشاہ جب سب کا امتحان لے چکا اور انعامات دے چکا تو سب سے آخر میں اُس نے ایاز کو طلب کیا اور موتی کو اُس کے ہاتھ پہ رکھ کر کہا کہ اے ایاز! ہر ایک نے اِس موتی کو دیکھا' تو بھی اِس کی شعاؤں کو اِس کی آب و تاب کو دیکھ

اور غور کرکے بتا کہ اِس کی کیا قیمت ہوگی؟ ایاز نے عرض کیا کہ حضور! جس قدر قیمت میں اِس موتی کی عرض کروں گا یہ موتی اُس سے بھی کہیں زیادہ گراں اور بیش قیمت ہوگا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اچھا' تو فوراً اِس گوہر کو توڑ دے اور بالکل ریزہ ریزہ کردے۔ ایاز سلطان کا مزاج شناس تھا اور سمجھ رہا تھا کہ بادشاہ اِس وقت امتحان لے رہا ہے۔ سلطان کا حکم سُنتے ہی اُس نے اُس گوہرِ بیش بہا کو توڑ دیا اور بالکل چکنا چور کردیا اور خلعت و انعامات کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ جیسے ہی ایاز نے وہ بیش قیمت موتی توڑا تمام اراکینِ سلطنت میں ایک شور برپا ہوگیا۔ سب نے کہا کہ واللہ! یہ شخص بڑا ناشکرا اور بادشاہ کا سخت نمک حرام ہے جس نے شاہی خزانے کے اِس قدر قیمتی موتی کو چورا کر ڈالا۔ جب یہ تمام شور برپا تھا تو ایاز نے تمام اراکینِ سلطنت سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے محترم بزرگو! بھلا یہ تو بتاؤ کہ حکمِ شاہ زیادہ قیمتی ہے یا یہ موتی' تمہاری نظر موتی پر تھی بادشاہ کے حکم پر نہ تھی جبکہ میں اپنی نظر کو بادشاہ سے نہ ہٹاؤں گا۔ (معارف مثنوی ۱۱۶)

جیسے ایاز نے اپنے دل میں بادشاہ اور اُس کے حکم کی عظمت ومحبت کی وجہ سے نہ تو موتی کے ٹوٹنے کی پرواہ کی اور نہ خلعت و انعامات کے چھوٹنے کی بس اِسی طرح اللہ تعالیٰ کے بندوں میں بھی جو سمجھدار اور دانا اور اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت رکھنے والے ہوتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنے میں نہ تو اپنے دل کے ٹوٹنے کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ دنیا کا کچھ بھی چھوٹنے کی بلکہ وہ ہر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرتے ہیں۔

جوایک اللہ کو مانتے ہیں

جوایک اللہ کو مانتے ہیں، وہ ایک اللہ کی مانتے ہیں
حکمِ الٰہی کی عظمت کو، دل اُن کے پہچانتے ہیں

عظمتِ الٰہی سے تو، دل اُن کے رہتے ہیں دبے
کُل باقی طاقتوں کو وہ، اِک مکڑی کا جالا جانتے ہیں

فقط اِک حکمِ الٰہی پر، رکھتے ہیں وہ نظر اپنی
زندگی میں ہمہ وقت امتحاں میں ہیں، یہ وہ جانتے ہیں

نہیں مانتا گر دل اُن کا، حکم کے پورا کرنے کو
دل کا اپنے یہ موتی، توڑنا بھی وہ پھر جانتے ہیں

حکم کے گرچہ توڑنے پر، دنیا ساری بھی ملتی ہو
ہے یہ گھاٹے کا سودا، دل اُن کے پہچانتے ہیں

حکم کے پورا کرنے میں، قُرب اُن کا بڑھتا رہتا ہے
قُربِ الٰہی کی لذت کو، دل اُن کے پہچانتے ہیں

قُربِ الٰہی کی لذت سے، دل اُن کے رہتے ہیں بھرے
اپنے مالک کے راہی، جو ہر حکم کو مانتے ہیں

(اکبر احمد اعجاز راہیؔ)

۱۲۔ حضرت محمد ﷺ پیغمبرِ اسلام

رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اللہ تعالیٰ کی مقدس ترین کتاب قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی حقانیت سے متعلق جس قدر مواد دنیا بھر میں پھیلا ہوا ہے اُس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کی ذاتِ پاک پر اور اُس کے ہر پہلو پر جتنا کچھ بھی لکھا جا چکا ہے، لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا، اُس سے آپ کے محاسن میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ اِتنے ارفع و اعلیٰ ہیں کہ اُن کا کلی طور پر احاطہ کرنا بشری استطاعت اور زورِ قلم سے وراء الوراء ہے۔ آپ ﷺ پر مسلمان و غیر مسلم دوست و دشمن سبھی نے لکھا ہے اور کٹر سے کٹر دشمن اور نقاد بھی آپ ﷺ کے اعلیٰ ترین کردار سے متاثر ہوئے اور تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ بہر حال آپ کی جو تعریف خالق و مالکِ کائنات نے خود فرمادی ہے بھلا اُس سے بڑھ کر کس کی طاقت ہے کہ کر سکے؟ البتہ انسانوں کی طرف سے جو کچھ بھی کہا یا لکھا جاتا رہے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ'' یعنی ''ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے'' ہی کے مظاہر ہیں۔

ہندوستان کی ریاست میسور کے ایک ہندو پروفیسر کے۔ ایس۔ راما کرشنا راؤ جو کہ مہارانی آرٹس کالج برائے طالبات کے شعبۂ فلسفہ کے پروفیسر اور ریڈر رہے ہیں اُن کے ایک انگریزی مضمون 'محمد پیغمبرِ اسلام' (ﷺ) کا اردو ترجمہ جو جناب عزیز الدین خضری نے کیا تھا اُس کے چند اقتباسات یہاں قارئین کے استفادہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ مضمون کی تحسین میں یہاں کچھ کہنا باعثِ طوالت ہوگا کہ مضمون

کی خوبی کا قارئین پڑھ کر خود ہی اندازہ کر لیں گے۔

(ایک وضاحت: چونکہ یہ ایک غیر مسلم کا تحریر کردہ مضمون ہے اس لئے اس میں حضور ﷺ کے نام کے ساتھ درود شریف موجود نہ تھا۔ لہٰذا ایمانی تقاضہ کی بنا پر چونکہ مناسب تھا اس لئے جہاں بھی آپ کا نام آیا ہے وہاں ﷺ لکھ دیا گیا ہے)

محمد ﷺ صحرائے عرب میں مسلم مؤرخین کے مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ اس نام کے معنی ہیں ''بہت ہی زیادہ قابلِ تعریف''۔ وہ میرے نزدیک عربستان کے تمام سپوتوں میں سب سے بڑھ کر دانش مند ہیں۔ وہ اُس سرخ ریت کے نا قابلِ نفوذ ریگ زار میں تمام شاعروں اور شاہوں سے خواہ وہ اُن سے پہلے یا بعد میں گزرے ہوں، کہیں زیادہ سر بلند ہیں۔ آپ کے ظہور کے وقت عرب ایک ریگستان کے سوا کسی شمار میں نہ تھا۔ صحرا کی بے قیمت سر زمین کو محمد ﷺ کی عظیم شخصیت نے ایک نئی دنیا میں بدل کر رکھ دیا۔ نئی زندگی، نئی ثقافت، نئی تہذیب اور ایک نئی سلطنت جو مراکش سے لے کر جزائرِ غرب الہند تک وسیع تھی۔ نیز تین براعظموں، ایشیا، افریقہ اور یورپ میں بسنے والوں کی سوچ اور زندگیوں میں نہایت خوشگوار تبدیلی پیدا کر دی۔

جب میں نے پیغمبر محمد ﷺ پر کچھ لکھنے کا سوچا تو قدرے ہچکچاہٹ محسوس کی، اس لئے کہ یہ اُس مذہب کے بارے میں لکھنا تھا جس پر میں خود عمل پیرا نہیں، علاوہ ازیں یہ ایک نہایت نازک معاملہ بھی ہے کیونکہ بہت سے لوگ الگ الگ مذاہب کے ماننے والے اور ایک ہی مذہب میں بھی مختلف مکتبہ ہائے فکر اور مسالک کے حامل ہوتے ہیں۔

وہ عرب جو معمولی اشتعال پر چالیس سال تک محض اس بات پر برسرِ پیکار رہتے تھے کہ ایک قبیلے کی چراگاہ کو دوسرے قبیلے کے مہمان کے اونٹ نے پامال کر دیا، دونوں فریق یہاں تک لڑتے کہ اُن کے ستر ہزار افراد تک اپنی جانیں کھو بیٹھتے کہ دونوں قبیلوں کا وجود ہی معرضِ خطر میں پڑ جاتا، ایسے ہی متشدد عربوں کو اسلام کے پیغمبر نے صبر و نظم کا ایسا سبق سکھایا کہ وہ میدانِ کارزار میں بھی سربسجود رہتے تھے۔ پیہم کوششوں کے باوجود جب مفاہمت کی تمام راہیں مسدود ہو گئیں تو حالات ایسے پلٹے کہ آپ ﷺ کو میدانِ جنگ میں، جہاں پیغمبرِ اسلام نے جنگ کی ساری حکمتِ عملی ہی بدل کر رکھ دی، محض مدافعت کی خاطر اُترنا پڑا۔ اُن تمام جنگوں میں جو آپ کی زندگی میں لڑی گئیں، جبکہ سارا جزیرہ نمائے عرب آپ کے زیرِ نگیں تھا، مجموعی طور پر ہلاکتوں کی تعداد کسی بھی صورت میں چند سو سے زیادہ نہ بڑھی۔ آپ نے عرب کے غیر مہذب لوگوں کو عین گھمسان کی جنگ میں تنہا نہیں بلکہ جماعت کے ساتھ قادرِ مطلق کے حضور نماز ادا کرنا سکھایا۔ جب نماز کا وقت آ جاتا، اور یہ دن میں پانچ بار آتا، جماعت سے ادائیگی نہ چھوڑی جاتی اور نہ ملتوی کی جاتی۔ ایک گروہ اللہ کے سامنے سربسجود ہوتا جبکہ دوسرا دشمن سے مقابلے میں مصروف رہتا، نماز کی ادائیگی میں ایک جماعت دوسری جماعت کی جگہ لے لیتی۔

آپ کا طرزِ عمل اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ اپنے پیروکاروں کے لئے ایک نہایت عمدہ مثال تھی۔ فتحِ مکہ کے وقت آپ اقتدار کے عروج پر تھے۔ جس شہر نے آپ کو اپنے مفوضہ فریضے سے متعلق آپ کی بات سننے سے انکار کر دیا، جس نے آپ کو اور آپ کے متبعین کو اذیتیں دیں، جس نے آپ کو اور آپ کے لوگوں کو در بدر کیا اور جس نے مسلسل بے رحمانہ آزار پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، اس کے باوجود کہ آپ

ایک ایسی جگہ جو دو سو میل دور تھی ہجرت کر چکے تھے مقاطعہ کر کے رسد کے سارے راستے مسدود کر دیئے' وہ شہر آج آپ کے قدموں تلے تھا۔ جبکہ جنگ کے اصولوں کے تحت آپ بجا طور پر اُن مظالم کا جو آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر ڈھائے گئے تھے بدلہ لینے میں حق بجانب ہوتے' لیکن اُن کے ساتھ آپ نے کیا برتاؤ کیا؟ محمد ﷺ کا دل محبت اور شفقت سے بھر آیا اور آپ نے اعلان کر دیا" آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں' تم سب آزاد ہو"۔

مدافعانہ جنگ کی اجازت دینے میں اُن کا ایک خاص مقصد بنی نوع انسان کا اتحاد تھا اور جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو اُن کے بدترین دشمن بھی معاف کر دیئے گئے' یہاں تک کہ وہ بھی جنہوں نے اُن کے چہیتے چچا حمزہ کو قتل کیا' اُن کا مُثلہ٭ کیا، سینہ چاک کیا اور اُن کے جگر کا ایک ٹکڑا چبایا۔

آفاقی اخوت کا اصول اور انسانی مساوات کا عقیدہ' جس کا اُنہوں نے اعلان کیا' انسان کے معاشرتی عروج میں محمد ﷺ کا بہت بڑا عطیہ ہیں۔ تمام بڑے مذاہب نے اِن اصولوں کا پرچار تو ضرور کیا لیکن پیغمبرِ اسلام نے اِس نظریہ پر حقیقی عمل درآمد کر دکھایا۔

سروجنی نائیڈو اسلام کے اِس پہلو پر بات کرتے ہوئے کہتی ہیں" یہ پہلا مذہب تھا جس نے جمہوریت کا اعلان کیا اور اُس پر عمل کیا' مثلاً مسجد میں جب اُس کے میناروں سے آواز بلند ہوتی ہے اور عبادت گزار ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں' اسلام کی جمہوریت دن میں پانچ بار آشکار ہوتی ہے۔ کسان اور شاہ پہلو بہ پہلو' صرف اللہ بڑا ہے' کا اعلان کرتے ہیں"۔ ہندوستان کی عظیم شاعرہ مزید کہتی ہے" میں بارہا اِس بلاتفریق اتحاد کے مظاہرے سے کہ انسان جبلّی طور پر بھائی بھائی ہیں متاثر ہوئی

٭ مُردے کے کان ناک کاٹنا

ہوں۔ خواہ آپ ایک مصری' الجیریائی' ہندستانی یا تُرک سے لندن میں ملیں' کیا فرق پڑتا ہے کہ مصر اِس کا اور ہندستان دوسرے کا وطن ہے؟"

ہر سال حج کے زمانے میں دنیا اسلام کا آفاقی رنگ و نسل کے امتیازات مٹانے والا لاجواب منظر دیکھتی ہے۔ نہ صرف یورپین' افریقی' ایرانی' ہندستانی' چینی سب کے سب مکہ میں ایک ساتھ ایک ملکوتی خاندان کے افراد کی حیثیت سے ملتے ہیں بلکہ وہ سب ایک لباس میں' بغیر سلے سفید کپڑے کے دو ٹکڑے' ایک کمر کے گرد دوسرا کندھوں کے اوپر' ننگے سر بغیر کسی جاہ و حشم کے اظہار کے یہ دہراتے ہوئے" حاضر ہوں اے میرے رب' تیرے حکم کے طابع' تُو ایک ہے اور صرف ایک' میں حاضر ہوں"۔ اِس طرح اونچ نیچ کے تمام امتیازات مٹ جاتے ہیں اور ہر زائر اپنے ساتھ اپنے گھر اسلام کی آفاقی اہمیت کا تاثر لے کر جاتا ہے۔

کتنا زبردست انقلاب برپا کیا قرآن اور پیغمبر محمد ﷺ نے عربوں میں جو اُس وقت زمین پر بسنے والوں میں مغرور ترین انسان تھے۔ یہی سبب ہے کہ عظیم جرمن شاعر گوئٹے قرآن کے بارے میں کہہ اٹھا کہ" یہ کتاب تمام زمانوں میں زبردست برتری حاصل کرتی رہے گی"۔ اور اِسی وجہ سے جارج برنارڈ شا کہتا ہے" اگر کسی مذہب کی حکمرانی آنے والے سو سال میں ممکن الوقوع ہے انگلستان پر' نہیں بلکہ یورپ پر تو وہ اسلام ہے"۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا بتاتی ہے کہ" محمد ﷺ تمام پیغمبروں اور مذہبی شخصیات میں کامیاب ترین ہیں۔ مگر یہ کامیابی محض اتفاق کا ثمرہ نہ تھی اور نہ بیٹھے بٹھائے حاصل ہو گئی تھی۔ یہ ایک حقیقت کا اعتراف تھا کہ آپ کو آپ کے زمانے کے لوگوں نے نگین کا پکا پایا تھا' یہ آپ کی قابلِ تعریف اور پُرکشش ہستی کا ثمرہ تھا"۔ محمد ﷺ کی شخصیت کا

اُس کے تمام پہلوؤں اور پوری صداقت کے ساتھ احاطہ کرنا بہت دشوار ہے' میں اُس کی صرف ایک جھلک ہی پا سکا ہوں۔ کس قدر گوناں گوں اور حیرت زدہ کرنے والے مناظر یکے بعد دیگرے منظرِ شہود پر اُبھرتے ہیں۔۔۔۔

یہ ہیں محمد ﷺ۔۔۔۔ایک پیغمبر' یہ ہیں محمد ﷺ۔۔۔۔سپہ سالار' محمد ﷺ حکمران' محمد ﷺ مجاہد' محمد ﷺ تاجر' محمد ﷺ مبلغ' محمد ﷺ حکمت و دانش کے پیکر' محمد ﷺ مدبر' محمد ﷺ خطیب' محمد ﷺ مصلح' محمد ﷺ یتیموں کے ملجا' محمد ﷺ غلاموں کے والی' محمد ﷺ عورتوں کے نجات دہندہ' محمد ﷺ منصف اور محمد ﷺ ایک برگزیدہ ہستی۔ اور ان تمام کارہائے منصبی میں شاندار نمونہ' ان سبھی انسانی طرزِ عمل کے شعبوں میں آپ ایک بطلِ جلیل کی حیثیت سے نمایاں ہوئے۔

آپ دنیا کی بھٹی سے بے ضرر و سُرخرو نکلے' ہر مرحلۂ زندگی میں ایک نمونہ اور ایک مثال پیش کرتے ہوئے۔ آپ کے کارنامے زندگی کے کسی ایک پہلو تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ انسانی زندگی کی ساری کی ساری کارگاہِ عمل کا احاطہ کرتے ہیں۔

اُنہوں نے ایتھنز یا روم کے اسکول میں' فارس' ہندستان یا چین میں فلسفہ نہیں پڑھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ بنی نوعِ انسان کے لئے دائمی اقدار کی حامل بلند ترین صداقتوں کا اظہار کر سکے۔ خود اُمّی' لیکن اس کے باوجود ایسی فصاحت اور تب و تاب سے بولتے کہ لوگوں پر وجد طاری ہو جاتا اور والہانہ آنسو بہہ نکلتے۔ پیدا ہوئے ایک یتیم کے طور پر' دنیاوی مال و متاع سے نہ نوازے گئے' پر ہر ایک کے محبوب تھے۔ کسی حربی (جنگی) علوم کی درسگاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی' مگر اپنی سپاہ کو انتہائی نامساعد حالات میں بھی اس طرح منظّم کیا اور اخلاقی قوت سے جو خود اُنہی کی پیدا کردہ تھی فتوحات حاصل کیں۔

فتح مکہ کے بعد زمین کا دس لاکھ مربع میل سے زیادہ رقبہ اُن کے پیروں تلے تھا۔ عرب کا آقا اپنے جوتے خود مرمت کرتا اور موٹا اونی لباس پہنتا' بکریوں کا دودھ خود دوہتا' جھاڑو دیتا' آگ جلاتا اور دوسرے معمولی گھریلو کام کرتا۔ سارا شہر مدینہ جہاں وہ رہتے تھے' اُن کی زندگی کے آخری ایّام میں مالدار ہو گیا۔ ہر طرف سونے چاندی کے انبار لگ گئے۔ لیکن ان خوشحالی کے دنوں میں بھی بہت سے ہفتے گزر جاتے عرب کے بادشاہ کے باورچی خانہ میں آگ نہ جلتی۔ اُن کا کھانا کھجوریں اور پانی تھا۔ اُن کے اہلِ خاندان مسلسل بہت سی راتیں بھوکے گزارتے کیونکہ اُنہیں کھانے کے لئے شام کو کچھ نہ ملتا۔ وہ کسی نرم بستر پر نہ سوتے تھے بلکہ کھجور کی چٹائی پر۔۔۔۔ لمبے مصروف دن کے بعد۔ اپنی بیشتر راتیں نماز میں بسر کرتے' اکثر اپنے خالق کے سامنے آنسو اُمنڈ پڑتے کہ وہ اُنہیں اپنے فرائض کو ادا کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ رقّت کے سبب آپ کی آواز رندھ جاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے پتیلی چولہے پر چڑھی ہو اور اُبلنا شروع ہو گئی ہو۔ وفات کے وقت آپ کی ساری پونجی چند سکے تھے' جن کا ایک حصہ قرض کی ادائیگی میں صَرف ہو گیا اور باقی ماندہ ایک ضرورت مند کو دے دیا گیا جو آپ کے گھر پر خیرات لینے آیا تھا۔ اُن کپڑوں میں جن میں آپ نے آخری سانس لی بہت سے پیوند لگے تھے' وہ گھر جس سے ساری دنیا میں روشنی پھیلی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا کہ چراغ میں تیل نہ تھا۔

حالات بدلے مگر اللہ کا نبی نہ بدلا۔ فتح یا شکست' اقتدار یا ابتلا' تونگری یا ناداری' آپ وہی فرد تھے' وہی طریقہ برقرار رکھا۔ اللہ کے تمام طریقوں اور قوانین کی طرح اللہ کے پیغمبروں میں بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

مقولہ ہے کہ "ایک راستباز انسان اللہ کا مستحسن ترین فعل ہے"۔ محمد ﷺ ایک راست باز سے بڑھ کر تھے۔ آپ کی رگ رگ میں انسانیت کی اعلیٰ ترین خصوصیات

رچی بسی تھیں' انسانی ہمدردی' انسانیت سے پیار' آپ کی روح کی موسیقی تھی۔ انسان کی خدمت کرنا' انسان کو سربلند کرنا' انسان کو پاکیزہ بنانا' انسان کو زیورِ علم سے آراستہ کرنا۔۔۔ المختصر انسان کے اندر انسانیت پیدا کرنا۔۔۔ یہ تھا آپ کے تفویض شدہ فریضہ کا ہدف' آپ کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا۔ خیال میں' الفاظ میں' عمل میں آپ کے الہامی اور اخلاقی جذبہ کا سرچشمہ اور واحد رہنما اصول۔۔۔ انسانیت کی فلاح و بہبود۔

آپ نمود و نمائش سے بہت زیادہ بے نیاز اور دل کی گہرائی سے بے غرض تھے۔ کون سے خطابات تھے جو آپ نے اپنے لئے اختیار کئے؟ صرف دو۔۔۔ اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول' بندہ پہلے' رسول بعد میں۔ ایک نبی اور رسول بہت سے نبیوں کی طرح جو دنیا کے ہر خطہ میں گزرے ہیں' کچھ کو تو ہم جانتے ہیں اور بہت سوں کو نہیں جانتے۔ اگر کوئی اُن میں سے کسی ایک کو نہ مانے تو وہ مسلمان نہیں رہتا۔ یہ تمام مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے۔

ایک مغربی مصنف کا قول ہے ''اُس زمانے کے ماحول کے برعکس آپ کے ماننے والوں کی آپ کے لئے بے پناہ عقیدت دیکھ کر سب سے عجیب بات محمد ﷺ کی یہ نظر آتی ہے کہ آپ نے معجزے دکھانے کی قوت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا''۔ معجزے صادر ضرور ہوئے مگر اُن کو آپ کے عقائد کی تشہیر کا ذریعہ نہیں بنایا گیا بلکہ اُن کی نسبت اللہ تعالیٰ اور اُس کی محیر العقول قدرت کی طرف کی گئی۔ وہ نہایت صفائی سے کہتے تھے کہ وہ دوسروں کی طرح ایک بشر ہیں' اُن کے پاس زمین و آسمان کے کوئی خزانے نہیں ہیں' نہ اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ مستقبل کی کوکھ میں چھپے رازوں (یعنی علمِ غیب) سے وہ واقف ہیں اور یہ سب اُس زمانے میں تھا جبکہ آپ سے معجزات کا صادر ہونا ایک معمول سمجھا جاتا تھا۔

اسلام زندگی اور اُس کی ساری تگ و تاز کو تقدس بخشتا ہے بشرطیکہ وہ دیانت'

انصاف اور خالص نیت کے ساتھ کی جائے۔ وہ عرصۂ دراز سے قائم متبرک و غیر متبرک کی تفریق کو مٹاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر آپ پاک چیزیں کھاتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں تو یہ عمل بھی عبادت ہے۔ پیغمبرِ اسلام کی ایک حدیث ہے کہ نوالہ جو کوئی اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے' تو یہ نیکی کا کام ہے اور اللہ اِس کا اجر دے گا۔ رسول ﷺ کی ایک دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی اپنے دل کی آرزو پوری کرتا ہے اللہ اُس کو اجر دے گا بشرطیکہ اُس نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ جائز ہو۔ ایک شخص جو یہ سن رہا تھا پکار اُٹھا ''اے اللہ کے نبی! وہ اپنی خواہشِ نفس پوری کر رہا ہے' محض اپنے دل کی آرزو پوری کر رہا ہے''۔ فوراً ہی جواب آیا ''اگر اُس نے غیر قانونی طریقہ اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے اختیار کیا تو اُسے سزا دی جائے گی تو پھر کیوں نہ اُسے جزا دی جائے جبکہ اُس نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے''۔

اسلام کا بنیادی نظریہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ہے۔ کوئی اِلٰہ نہیں سوائے ایک اللہ کے' یہ مدار ہے جس سے اسلام کی ساری تعلیم و عمل منسلک ہے۔ وہ لاثانی ہے' نہ صرف اپنی الوہیت میں بلکہ تمام صفات میں بھی۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی صفات کا تعلق ہے' اسلام اِس بارے میں بھی جیسا کہ دوسری باتوں میں' زرّیں اصول اپناتا ہے۔ وہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے بارے میں اُس نظریہ کی نفی کرتا ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کو اُس کی ہر صفت سے محروم تصور کرتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ اِس خیال کو بھی رد کرتا ہے جو اُس کو مادی چیزوں کے مماثل ٹھہراتا ہے۔ قرآنِ پاک ایک طرف یہ کہتا ہے کہ کوئی اُس کے مثل نہیں جبکہ دوسری طرف تائید کرتا ہے کہ وہ دیکھنے' سننے اور جاننے والا ہے۔ وہ بادشاہ ہے جو خامی یا نقص کے ہر عیب سے پاک ہے' اُس کی جبروت کا عظیم جہاز عدل و انصاف کے سمندر میں تیرتا ہے' وہ رحمٰن و رحیم ہے' وہ سب پر نگہبان ہے۔ اسلام اِس مثبت بیان پر ہی ختم نہیں کرتا'

وہ مزید اضافہ کرتا ہے' جو اُس کی نہایت امتیازی شان ہے۔۔۔ مسئلہ کا منفی پہلو۔۔۔ کوئی بھی دوسرا نہیں جو کسی بھی شے پر نگران ہے' وہ بگڑی کا بنانے والا ہے اور کوئی دوسرا کسی بگڑی کا بنانے والا نہیں ہے' وہ ہر نقصان کا خواہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو ازالہ کرنے والا ہے' کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے' بے نیاز ہے وہ' اجسام بنانے والا' رُوحوں کا خالق' روزِ جزا کا مالک' مختصراً قرآن کے الفاظ میں "اُس کو سزاوار ہیں تمام اعلیٰ صفات۔ کائنات میں انسان کی حیثیت کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے "اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین اور کائنات میں ہے' کائنات پر حکمرانی تمہارا مقدر ہے"۔ لیکن اللہ سے تعلق کے بارے میں قرآن کہتا ہے "اے انسانو اللہ نے تمہیں بہترین صلاحیتیں دی ہیں اور موت وزندگی کو بنایا ہے تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے اعمال اچھے ہیں اور کون سیدھی راہ سے بھٹک گیا ہے۔ میں تمہاری خوشحالی اور مصیبت میں' صحت اور بیماری میں' بلندی اور پستی میں آزمائش کروں گا۔ مصیبت میں ناامید نہ ہو اور غیر قانونی ذرائع اختیار نہ کرو۔ یہ محض گزر جانے والا دورانیہ ہے۔ خوش حالی میں اللہ کو مت بھولو۔ اللہ کے انعامات صرف امانت ہیں۔ تم مستقلاً امتحان سے گزر رہے ہو' ہر لمحہ آزمائش۔ جینا ہے تو اللہ کے حکم کے مطابق جیو اور مرنا ہے تو اُسی کی راہ میں مرو۔ موت کے بعد ایک زندگی ہے جو ہمیشگی کی ہے۔ زندگی میں کیا ہوا ہر عمل خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو' ایک ہمیشہ قائم رہنے والا اثر چھوڑ جاتا ہے۔ اُس کا بہر طور باقاعدہ اندراج کیا گیا ہے۔ اللہ کے کچھ کام تمہیں معلوم ہیں جبکہ بہت سے تم سے پوشیدہ ہیں۔ جو کچھ تم سے اِس دنیا میں چُھپا ہے' وہ آخرت میں کھول دیا جائے گا اور تمہارے سامنے کھلا رکھا ہوگا۔ نیکوکار اللہ کی اُن نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا' نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی وہ انسانوں کے دلوں میں داخل ہوئیں کہ اُن کا تصور بھی اُبھر سکے۔ وہ آگے کی طرف بڑھتے

جائیں گے' بلند سے بلند تر' عروج کے مدارج طے کرتے ہوئے۔ اُن لوگوں کو جنہوں نے اِس زندگی میں بہترین مواقع ضائع کر دیئے' نہ تبدیل ہونے والے قانون کے تحت' جیسا کہ ہر شخص کو اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتنا ہوتا ہے' اُس روحانی بیماری کی پاداش میں جو اُنہوں نے اپنے ہاتھوں سے کمائی ہے' ایک مسلسل اذیت ناک انجام سے گزرنا ہوگا۔ خبردار! یہ دل دہلانے والی سخت تکلیف ہے۔ جسمانی درد اور اذیت کو پھر بھی تم کسی نہ کسی طرح برداشت کر لیتے ہو' مگر روحانی وبال کی پاداش میں جہنم ہے جسے تم برداشت نہ سکو گے۔ اِس زندگی میں نبرد آزما رہو۔ نفس کے میلانات بُرائی کی طرف ہیں جو تم کو بدی کی راہ پر چلنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آگے بڑھو' دوسرا مرحلہ' جب ملامت کرنے والا نفس شعور میں بیدار ہوتا ہے اور روح اخلاقی برتری کے لئے بے چین ہو جاتی ہے اور نافرمانی کرنے سے انکار کر بیٹھتی ہے۔ یہ تمہیں آخری فیصلہ کن مرحلے میں پہنچا دے گا' جہاں روحِ مطمئن' اللہ سے راضی' اپنی مسرت اور شادمانی صرف اُسی کی ذات میں حاصل کرتی ہے۔ اب روح بھٹکتی نہیں ہے' کشمکش کا دور گزر گیا' حق کامیاب اور باطل شکست خوردہ۔ تمام ذہنی میلانات کا قضیہ پاک ہو گیا۔ تمہارا اندرون اب اپنے آپ میں تقسیم شدہ نہ ہوگا' تمہاری ہستی اللہ کی اطاعت کے مرکز سے متصل ہو جائے گی اور کلّی طور پر حکمِ الٰہی کے طابع ہو گی۔ تمہاری تمام پوشیدہ صلاحیتیں تب آزاد ہوں گی' روح سکون حاصل کر لے گی۔ تب اللہ تعالیٰ تم سے یوں مخاطب ہوگا "اے نفسِ مطمئنہ پلٹ اپنے رب کی طرف' تُو اُس سے راضی وہ تجھ سے راضی' شامل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں"۔

کلامِ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

(۱) ذکرِ نفی و اثبات

یار رہے یا رب تُو میرا' اور میں تیرا یار رہوں
مجھ کو فقط تجھ سے ہو محبت' خلق سے میں بیزار رہوں
ہر دَم ذکر و فکر میں تیرے' مست رہوں سرشار رہوں
ہوش رہے نہ مجھ کو کسی کا' تیرا مگر ہوشیار رہوں
اب تو رہے بس تا دمِ آخر[۱] وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے' سب ہے تیرے زیرِ نگیں[۲]
جن و اِنس[۳] و حور و ملائک[۴]' عرش و کرسی چرخ[۵] و زمیں
کون و مکاں[۶] میں لائقِ سجدہ' تیرے سوا اے نورِ مبیں[۷]
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے' کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

تیرا گدا[۸] بن کر میں کسی کا' دستِ نگر[۹] اے شاہ نہ ہوں
بندہ مال و زر نہ بنوں میں' طالبِ عز و جاہ[۱۰] نہ ہوں
راہ پہ تیری پڑ کے قیامت تک' میں کبھی بے راہ نہ ہوں
چین نہ لوں میں جب تک' رازِ وحدت سے آگاہ نہ ہوں
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یاد میں تیری سب کو بُھلا دوں' کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پہ سب گھر بار لُٹا دوں' خانۂ دل[۱۱] آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگا دوں' غم سے تیرے دل شاد[۱۲] رہے
سب کو نظر سے اپنی گرا دوں' تجھ سے فقط فریاد رہے
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

سب سے میں ہو جاؤں مستغنی[۱۳]، فضل ہو پیشِ نظر تیرا
اب تو رہوں میں اے میرے داتا' بس اِک دستِ نگر تیرا
توڑ کے پاؤں پڑ جاؤں' چھوڑوں نہ کبھی اب در تیرا
عشق سما جائے رگ رگ میں' دل میں میرے گھر تیرا
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

نفس وشیطاں دونوں نے مِل کر' ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ
اے میرے مولا میری مدد کر' چاہتا ہوں میں تیری پناہ
مجھ سا خلق میں کوئی نہیں گو' بدکردار و نامہ سیاہ[۱۴]
تُو بھی مگر غفار ہے یارب' بخش دے میرے سارے گناہ
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ

مجھ کو سراپا ذکر بنا دے' ذکر تیرا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بُنِ مُو[۱۵] سے' ذکر تیرا اے میرے خدا
اب تو کبھی چھوڑے بھی نہ چھوٹے' ذکر تیرا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے' ذکر تیرا اے میرے خدا
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ

جب تک قلب رہے پہلو میں' جب تک تن میں جان رہے
لب پہ تیرا نام رہے اور' دل میں تیرا دھیان رہے
جذب میں پرّاں[۱۶] ہوش رہیں اور' عقل میری حیران رہے
لیکن تجھ سے غافل ہرگز' دل نہ میرا اِک آن رہے
اب تو رہے بس تا دمِ آخر' وردِ زباں اے میرے اِلٰہ
لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ ' لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) تادمِ آخر : آخری سانس تک
(۲) زیرِ نگیں : حکومت میں
(۳) اِنس : انسان
(۴) ملائک : فرشتے
(۵) چرخ : آسمان
(۶) کون ومکاں : دنیا
(۷) مبیں : روشن
(۸) گدا : فقیر
(۹) دستِ نگر : محتاج
(۱۰) عز وجاہ : عزت ومرتبہ
(۱۱) خانۂ دل : دل کا گھر
(۱۲) شاد : خوش
(۱۳) مستغنی : بے پرواہ
(۱۴) نامہ سیاہ : حد سے زیادہ گناہ گار
(۱۵) بُنِ مُو : بال کی جڑ
(۱۶) پرّاں : اُڑتے ہوئے

(۲) ذکرِ دوضربی

کیا ذکر ہے یہ اللہ اکبرؔ اللہ اللہ اللہ اللہ
دل پر چلاتا ہے تیر و خنجرؔ اللہ اللہ اللہ اللہ
یہ جان سے بھی ہے مجھ کو بڑھ کرؔ اللہ اللہ اللہ اللہ
چھوڑوں نہ میں گو بن جائے دم پر[۱] اللہ اللہ اللہ اللہ
ہر دَم[۲] کروں میں اے میرے باریؔ اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاریؔ اللہ اللہ اللہ اللہ

ذاکر ہے تیری مخلوق، اے میرے مولا اے میرے باری
آ جائے اب تو میری باری، اے میرے مولا اے میرے باری
کب تک رہے گی غفلت یہ طاری، اے میرے مولا اے میرے باری
دل پر لگے ہاں اِک چوٹ کاری، اے میرے مولا اے میرے باری
ہردَم کروں میں اے میرے باری، اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاری، اللہ اللہ اللہ اللہ

گزری گناہوں میں عمر ساری، اے میرے مولا اے میرے باری
کیا حشر ہوگا دہشت ہے طاری، اے میرے مولا اے میرے باری
کس کو پکارے تیرا بھکاری، اے میرے مولا اے میرے باری
ہو جائے ناجی مجھ سا بھی ناری، اے میرے مولا اے میرے باری
ہردَم کروں میں اے میرے باری، اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاری، اللہ اللہ اللہ اللہ

دنیا میں دل منہمک ہے یارب، بیزار کردے بیزار کردے
کشتی بھنور میں بے ڈھب پھنسی ہے، ہاں پار کردے ہاں پار کردے
بے طرح[۳] ہوں محوِ خوابِ غفلت، بیدار کردے بیدار کردے
بیکار ہوں میں بیکار ہوں میں، باکار کردے باکار کردے
ہردَم کروں میں اے میرے باری، اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاری، اللہ اللہ اللہ اللہ

دنیا کی اُلفت دل سے مٹا کر، دیندار کردے دیندار کردے
ہر کارِ دنیا مجھ سے چھڑا کر، بیکار کردے بیکار کردے
جامِ محبت اپنا پلا کر، سرشار کردے سرشار کردے
مجذوبؔ[۴] اپنا مجھ کو بنا کر، ہوشیار کردے ہوشیار کردے
ہردَم کروں میں اے میرے باری، اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاری، اللہ اللہ اللہ اللہ

اللہ سے دل میں نے لگایا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
مقصود میرا آخر بھر آیا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
یادِ خدا میں سب کو بھلایا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
دل سے نکالا اپنا پرایا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
ہر دَم کروں میں اے میرے باری' اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاری' اللہ اللہ اللہ اللہ

آیا میں مرشد کے زیرِ سایہ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
گم کردہ رہ تھا منزل پہ آیا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
اپنی ہی دُھن میں حق نے لگایا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
دل کی پلٹ دی بالکل ہی کایا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ
ہر دَم کروں میں اے میرے باری' اللہ اللہ اللہ اللہ
جب سانس لوں میں ہو جائے جاری' اللہ اللہ اللہ اللہ

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) دَم پر : جان پر
(۲) ہر دَم : ہر سانس
(۳) بے طرح : بُری طرح
(۴) مجذوب : اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق

(۳) ذکرِ یک ضربی

اے میرے داتا اے میرے مالک' اے میرے مولا اے میرے والی
شاہنشاہِ دو عالم تُو ہے' سب سے تری سرکار ہے عالی
شان تری ہر آن نئی ہے' گاہ جمالی گاہ جلالی
وہ بھی عجب خوش بخت ہے جس نے' قلب میں تیری یاد بسالی
شغل میرا بس اب تو الٰہی' شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے' بیٹھے' چلتے' پھرتے' آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

کسب[۲] میں دنیا ہی کے رہا میں' دین کی دولت کچھ نہ کمائی
وقت یونہی بیکار گزارا' عمر یونہی غفلت میں گنوائی
خلق میں سب سے میں ہی بُرا ہوں' کوئی نہیں ہے مجھ میں بھلائی
مجھ سا کوئی بدکار نہ ہوگا' کون سی میں نے کی نہ بُرائی
شغل میرا بس اب تو الٰہی' شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے' بیٹھے' چلتے' پھرتے' آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

ذکر ترا کرکے الٰہی، دور کروں میں دل کی سیاہی
چھوڑ کے حُبِّ مالی و جاہی[۳]، اب تو کروں بس فقر میں شاہی
شام و سحر ہے شغلِ مناہی[۴]، میرے گُنہ ہیں لامتناہی[۵]
کِس سے کہوں میں اپنی تباہی، تُو ہی مری کر پشت پناہی
شغل میرا بس اب تو الٰہی، شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

نفس کے شر سے مجھ کو بچالے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
پنجۂ غم سے مجھ کو چھُڑوالے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
سُن مرے نالے[۶] سُن مرے نالے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
اپنا بنالے اپنا بنالے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
شغل میرا بس اب تو الٰہی، شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

اپنی رضا میں مجھ کو مِٹا دے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
کردے فنا سب میرے ارادے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
جامِ محبت اپنا پلا دے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
دل میں مرے یاد اپنی رچادے، اے میرے اللہ اے میرے اللہ
شغل میرا بس اب تو الٰہی، شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

دیدۂ دل میں تجھ کو بسالوں، سب سے ہٹالوں اپنی نظر میں
تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر ہو، جاؤں کہیں میں دیکھوں جدھر میں
تیرا تصور ایسا جمالوں، قلب میں مثلِ نقشِ حجر[۷] میں
بھول سکوں تا عمر نہ تجھ کو، چاہوں بھلانا خود بھی اگر میں
شغل میرا بس اب تو الٰہی، شام و سحر ہو اللہ اللہ
لیٹے، بیٹھے، چلتے، پھرتے، آٹھ پہر ہو اللہ اللہ

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) گاہ جمالی گاہ جلالی: کبھی شانِ رحمت کی تجلی اور کبھی قہاریت کی صفت
(۲) کسب: حاصل کرنا
(۳) حبِ مالی و جاہی: مال و دولت اور مرتبہ کی محبت
(۴) مناہی: منع کیے گئے کام
(۵) لامتناہی: لامحدود
(۶) نالے: فریاد
(۷) مثلِ نقشِ حجر: پتھر کے نشان کی طرح نہ مٹنے والا

(۴) مناجات

اے خدا اے میرے ستار العیوب[1]
میرے مولا میرے غفار الذنوب[2]

تجھ پہ روشن ہے مرا حالِ زبوں[3]
پارسا میں لاکھ ظاہر میں بنوں

سچ ہے مجھ سا کوئی ناکارہ نہیں
عجز بہ اقرارِ خطا[4] چارہ نہیں

سخت بدکردار و بداطوار[5] ہوں
سخت نالائق ہوں نانجار ہوں

سر بسر عصیاں[6] سراپا عیب ہوں
بدترینِ خلق میں لاریب[7] ہوں

مجھ سا کوئی نفس کا بندہ نہیں
مجھ سا کوئی قلب کا گندہ نہیں

میں بدی میں آپ ہوں اپنی مثال
بدعمل، بدنفس، بدخُو، بدخصال

رات دن ہوں نشۂ غفلت میں چُور
شغل ہے لہو و لعب[8]، فسق و فجور[9]

ہوں ترا بندہ مگر بس نام کا
بندہ ہوں میں نفسِ نافرجام کا

زیر ہوتا ہی نہیں نفسِ شریر
دستگیری کر مری اے دستگیر

تھک چکا اصلاح سے میں ناتواں[10]
کاہ[11] سے کیا ہٹ سکے کوہِ گراں[12]

میری ہر کوشش ہوئی ناکامیاب
دے چکی ہے اب مری ہمت جواب

حالِ ابتر[13] ہے دلِ برباد کا
ہاں مدد کر وقت ہے امداد کا

غلبہ دیدے نفس اور شیطان پر
آ بنی ہے اب تو بس ایمان پر

سُن مرے مولا میری فریاد کو
آ مرے مالک میری امداد کو

اب تو ہو جائے کرم مجھ پر شتاب[14]
اس سے بھی اب حال کیا ہوگا خراب

سخت طغیانی پہ ہے بحرِ ذنوب[15]
لے خبر، کشتی مری جائے نہ ڈوب

بے ترے دل کیا ہے بس اک خول[16] ہے
جلد آ، یہ ناؤ[17] ڈانوا ڈول ہے

یاس[18] نے بس اب تو ہمت توڑ دی
اب تو یہ کشتی تجھی پہ چھوڑ دی

لاکھ ٹوٹی ناؤ ہے منجدھار ہے
ناخدا[19] تُو ہے تو بیڑا پار ہے

غرقِ بحرِ معصیت[20] ہوں سر بسر
رحم کر مجھ پہ الٰہی رحم کر

تابہ کے[21] بھٹکا پھروں میں اے خدا
اب تو دکھلا دے مجھے راہِ ہدیٰ

تُو جو چاہے پاک ہو مجھ سا پلید
فضل سے تیرے نہیں کچھ بھی بعید

قلب سے دھو دے مرے ہر گندگی
ہو عطا پاکیزہ اب تو زندگی

روک لایعنی[22] سے اب میری زباں
ذکر میں تیرے رہوں رطب اللساں[23]

چھوڑ دوں میں اب سخن آرائیاں
اب کروں دل کی چمن آرائیاں

اب نہ ناجنسوں سے میں یاری کروں
تیرے پاس آنے کی تیاری کروں

دل میں تیری یاد لب پہ نام ہو
عمر بھر اب تو یہی بس کام ہو

مجھ گدا کو بھی بحقِ شاہِ دیں
بخش یا رب دولتِ صدق و یقیں

بہرِ فیضِ شیرِ مردِ تھانویؒ
کر مرے ایماں کو یا رب قوی

تجھ پہ روشن ہیں مرے سارے عیوب
جانتا ہے تُو مری حالت کو خوب

گو ترے آگے ذلیل و خوار ہوں
حشر میں رُسوا نہ اے ستار ہوں

عبد[24] ہوں میں بخش عبدیت مجھے
وجہِ صد عزت ہے یہ ذلت مجھے

ہوں تو میں مجذوبؔ لیکن نام کا
کر مجھے مجذوبؔ یا رب کام کا

یاد میں رکھ اپنی مُستغرق مجھے / ہو نہ ہوشِ ماسوا مُطلق مجھے
دل میرا ہو جائے اِک میدان ہُو / تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو ہو تُو ہی تُو
اور مرے تن میں بجائے آب وگل[۲۵] / دردِ دل ہو دردِ دل ہو دردِ دل
غیر سے بالکل ہی اُٹھ جائے نظر / تُو ہی تُو آئے نظر دیکھوں جدھر
کچھ نہ سُوجھے تیری ہستی کے سوا / تیرے اوج اور اپنی پستی کے سوا
تجھ سے دَم بھر بھی مجھے غفلت نہ ہو / تیرے ذکر وفکر سے فُرصت نہ ہو
آخری عرضِ گدا ہے شاہ سے / تا دمِ آخر نہ بھٹکوں راہ سے
بہرِ حقِ سیّدِ خیرُ البشرؐ / خاتمہ کر دے مِرا ایمان پر
جس گھڑی نکلے بدن سے میرے جاں / کلمۂ توحید ہو وردِ زباں

سینکڑوں کو تُو کرے گا جنّتی
ایک یہ نا اہل بھی اُن میں سہی

آمِیْن ثُمَّ آمِیْن یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ
بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَشَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

(مشکل الفاظ کے معانی)

(۱) ستّارالعیوب: عیبوں کو چھپانے والے
(۲) غفّارالذّنوب: گناہوں کو بہت بخشنے والے
(۳) حالِ زبوں: بُرا حال
(۴) بجُز بہ اقرارِ خطا: گناہوں کے اقرار کے سوا
(۵) بداطوار: بُرے طور طریقوں والا
(۶) سربسرِ عصیاں: اِس سرے سے اُس سرے تک گناہ
(۷) لاریب: بلاشک وشبہ
(۸) لہوولعب: کھیل کود
(۹) فسق وفجور: گناہ گاری
(۱۰) ناتواں: کمزور
(۱۱) کاہ: گھاس کا تنکا
(۱۲) کوہِ گراں: بھاری پہاڑ
(۱۳) ابتر: بہت بُرا
(۱۴) شتاب: جلدی سے، فوراً
(۱۵) بحرِ ذنوب: گناہوں کا سمندر
(۱۶) خول: چھلکا
(۱۷) ناؤ: کشتی
(۱۸) یاس: ناامیدی
(۱۹) ناخدا: کشتی کا چلانے والا
(۲۰) بحرِ معصیت: گناہوں کا سمندر
(۲۱) تابہ کے: کب تک
(۲۲) لایعنی: مراد ہے فضول گوئی
(۲۳) رطب اللّساں: تر زباں یعنی بہت ہی زیادہ ذکر کرنے والا
(۲۴) عبد: بندہ
(۲۵) آب وگل: پانی اور مٹی

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ج اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (آل عمران ۸)

اے ہمارے رب! بعد اس کے کہ آپ ہمیں ہدایت دے چکے ہیں ہمارے دلوں میں کجی نہ پیدا کر دیجئے اور ہمیں اپنے ہاں سے نعمت عطا فرمایئے' بے شک آپ تو بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

فرمانِ نبوی ﷺ

تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے' جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا جسم درست ہوتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے' خوب سُن لو کہ وہ 'دل' ہے۔ (تنبیہ الغافلین ۳۰۴)

اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ

یہ کتاب پڑھنے والوں کے لئے ہدایت کا باعث بن سکتی ہے

تو اللہ کے بندوں کی ہدایت کا سامان کرنے کے لئے

بہ الفاظِ دیگر انہیں دنیا اور آخرت کی آنے والی تکلیفوں سے بچانے کے لئے

اور دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتوں کا مستحق بنانے کے لئے

بہ الفاظِ دیگر "حقیقی کامیابی" دلانے کے لئے

اس کتاب کی مزید اشاعت کے لئے دل کھول کر مالی تعاون فرمائیں

اور

بروئے حدیثِ نبوی ﷺ

اپنے اور اپنے مرحوم عزیزوں کے لئے

بڑا صدقۂ جاریہ اور بہترین توشۂ آخرت بنائیں

اور

دنیاوی ہر قسم کی پریشانیوں' الجھنوں' مصیبتوں اور بیماریوں وغیرہ سے بھی نجات پائیں

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و مددگار ہو

(کراچی فون: 6684404)

اُن کتب ورسائل کی فہرست
جن سے اس کتاب کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے

نمبر شمار	کتاب	مؤلف	ناشر
۱	تنبیہ الغافلین	امام ابواللیث السمرقندیؒ	توصیف پبلی کیشنز لاہور
۲	مکاشفۃ القلوب	ابوحامد امام محمد غزالیؒ	دارالاشاعت کراچی
۳	کیمیائے سعادت	ابوحامد امام محمد غزالیؒ	مکتبہ رحمانیہ لاہور
۴	منہاج العابدین	ابوحامد امام محمد غزالیؒ	دارالاشاعت کراچی
۵	تبلیغ دین	ابوحامد امام محمد غزالیؒ	ادارۃ المعارف کراچی
۶	مخزن اخلاق	مولانا رحمت اللہ سبحانیؒ	ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور
۷	بستان اولیاء	حافظ محمد اسحاق دہلویؒ	دارالاشاعت کراچی
۸	نزہۃ البساتین	حضرت یافعی یمنیؒ	سعید کمپنی کراچی
۹	اسوۂ رسول اکرم ﷺ	عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیؒ	سعید کمپنی کراچی
۱۰	معارف مثنوی	عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب	کتب خانہ مظہری کراچی
۱۱	دنیا کی حقیقت رسول اللہ ﷺ کی نظر میں	عارف باللہ مولانا حکیم محمد اختر صاحب	کتب خانہ مظہری کراچی

۱۲	فضائل اعمال	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ	کتب خانہ فیضی لاہور
۱۳	فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ	کتب خانہ فیضی لاہور
۱۴	منتخب احادیث	مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	زم زم پبلشرز کراچی
۱۵	نماز کا منظر	خواجہ محمد اسلامؒ	ادارہ نشریات اسلام
۱۶	کشکول مجذوب	خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	ادارہ تالیفات اشرفیہ لاہور
۱۷	رہنمائے زکوٰۃ	محمد اشرف قریشی	مرکز الاقتصاد الاسلامی کراچی
۱۸	مسائل اعتکاف	مولانا عبدالرؤف سکھروی صاحب	مکتبہ قاسم العلوم کراچی
۱۹	طریقہ حج وعمرہ	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	انصار الحجاج کراچی
۲۰	محمد پیغمبر اسلام (ﷺ)	پروفیسر کے۔ایس۔راما کرشنا راؤ	چیلنجر پیپر پروڈکٹس

میں چاہتا ہوں کہ......

حضور نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص حاضر ہوا اور دنیا و آخرت کے بارے میں کچھ نہایت اہم سوالات کئے جن میں سے چند یہ ہیں:-

— اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتا ہوں کہ میرا ایمان کامل ہو جائے؟
آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اخلاق و عادات سنوار لو' ایمان کامل ہو جائے گا۔

— عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں؟
آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو' سب سے بڑے عالم بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور اُس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم و حکمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

— عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا انسان بن جاؤں؟
ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے' تمہیں چاہئے کہ سب کے لئے نفع بخش بن جاؤ۔ (مخزنِ اخلاق ۳۶)

اس کتاب کو

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب دامت برکاتہم نے

"مسلمانوں کی دینداری کا خزینہ"

اور

استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ العالی نے

"حقیقی کامیابی کا قابلِ اعتماد ذریعہ"

قرار دیا۔

ہدیہ : 120 روپے